کشف السُّتور

عن مافی کشف الغطاء

بین السُّطور

”کشف الغشاء عن اوقات الفجر والعشاء“

کے جواب میں لکھی گئی کتاب

”کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء“

کا محققانہ اور مدلل جواب

شوکت علی قاسمی

نوٹ : جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں !

کتاب : کشف الستور عن مافی کشف الغطاء بین السطور

مصنف : مولانا شوکت علی قاسمی صوابوی

کمپوزنگ : اسلامک کمپوزنگ سنٹر صوابی (محلّہ شمشہ خیل صوابی)

کمپوزر : ذیشان علی

تعداد :

تاریخ طبع اوّل: ذی القعدہ ، ۱۴۳۱ھ بمطابق اکتوبر، ۲۰۱۰ء

ناشر : ادارہ فرقان

شعبہ : تحقیق وتالیف

﴿فہرست مضامین﴾

عنوان	صفحہ نمبر
تمہید	۹
جوابی کلام کا منہج ؟	۱۲
منہج واسلوب	۱۵
کشف الغطاء کا تعارف	۱۶
کشف الغطاء کی حقیقت	۱۷
حصہ اول	
تنقید سے خفگی	۲۰
مصنف کی نظر میں تنقید کی حیثیت	۲۰
تنقید کی اصولی حیثیت	۲۱
تعجب وحیرانگی	۲۵
کیا واقعی الزامات بے جا ہیں؟	۲۷
ضروری گزارش	۲۷
صبح دراصل ایک ہی ہے	۲۸

عنوان	صفحہ
سوال	۲۹
کامل اور ناقص لیل	۲۹
سوال وتعجب	۳۰
صبح صادق کی رسم تام ورسم ناقص	۳۰
صبح صادق کے اوّل طلوع کا اعتبار	۳۱
سوال	۳۴
جدید تحقیق سے ثابت ہے	۳۵
سبب اشکال	۳۷

حصّہ دوم

عنوان	صفحہ
صبح صادق اور فجر حقیقی اور اس کی اہمیت	۴۲
اہمیت پر دال عبارات	۴۵
توضیح ومراد پر دال عبارات	۴۶
انصاف کہاں ہے؟	۵۱
گزارش	۵۱
صبح صادق وکاذب کی حدتام ورسوم ناقصہ وتعبیرات مختلفہ	۵۲
صبح صادق کی بیاض، معترض اور اس کی صفت مستطیر یعنی منتشر ہے	۶۱

عنوان	صفحہ
صبح صادق وکاذب کے بارے میں رسومِ ناقصہ اوران میں تطبیق	۶۴
تفاوت سے مراد؟	۶۷
انصاف ودیانت	۶۸
علامہ ابن حجر الہیتمیؒ کا حوالہ	۶۹
کیا بروجی روشنی صبح کاذب ہے؟	۷۰
فن کیا بلا ہے؟	۷۲
دن کی ابتدائی روشنی	۷۴
صبح صادق میں اوّل طلوع کا اعتبار ہے	۷۹
اس میں جمہور کا اختلاف ہے	۷۹
مؤلف کے نزدیک نزاعی صورت	۸۰
مؤلف نے کیا کیا؟	۸۲
اگر طلوع صبح صادق کا مشاہدہ نہ ہوسکے تو تحقیق وحساب پر عمل کرنے کا حکم؟	۹۱
مؤلف اور اکابر کا احترام	۹۲
مشاہدات کا مختصر تذکرہ	۹۵
احسن الفتاویٰ کے مشاہدات	۹۷
آج کا فن کار	۹۸
کیا صبح صادق کی روشنی خالص سفید ہوتی ہے؟	۱۰۰

عنوان	صفحہ
مغنی لابن قدامہؒ کا حوالہ	۱۰۶
امام ازہری کا قول	۱۰۹
محترم مؤلف کی سمجھ	۱۱۰
فنی احتمالات	۱۱۱
حاشیہ تفسیر ابن جریر کی عبارت	۱۱۲
کیا خلط مبحث الزام ہے؟	۱۱۵
خلاف حقیقت کیا ہے؟	۱۱۵
اپنے پیش رو کی مخالفت	۱۱۶
فجر اور مغرب کا وقت برابر ہونے اور وقت عشاء کی تحقیق	۱۲۰
صبح صادق کا طلوع اور شفق ابیض کا غروب کتنے درجہ زیر افق ہے؟	۱۲۴
ابوریحان البیرونیؒ کا حوالہ	۱۲۴
اعترافِ حقیقت	۱۲۵
محقق طوسی وغیرہ فلکیین کے حوالے	۱۲۸
مؤلف کی عادت	۱۲۹
ہمارا طریقہ کار	۱۲۹
مؤلف کا شکوہ	۱۳۰
محترم مؤلف سے سوال	۱۳۱

عنوان	صفحہ
دوسرا سوال	۱۳۴
اوّل صبح اور فلکیین	۱۳۵
مسئلہ بُلغار	۱۴۵
بلغار میں حمرۃ کا عدم غروب	۱۴۶
عرض بلد کے اثرات	۱۴۷
چارٹ (۱)	۱۴۸
چارٹ (۲)	۱۵۰
شفق ابیض یا احمر؟	۱۵۰
مؤلف اور بلد بلغار	۱۵۲
بلغار میں دن ورات	۱۵۳
بلغار میں دن 1 گھنٹہ	۱۵۷
بلغار کا عرض بلد	۱۶۰
عرض بلد میں اختلاف اور اس کی وجہ	۱۶۰
غیر مسلم سائنسدانوں کا اثر	۱۶۳
محترم مؤلف کی خصوصیت	۱۶۵
کیا اکابر بھی ۱۸ درجات کے قائل تھے؟	۱۶۶
امداد الاحکام کا حوالہ	۱۶۶

عنوان	صفحہ
حضرت شاہ ولی اللہؒ اور مظاہر حق کا حوالہ	۱۷۰
مفتی دیوبند حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ	۱۷۳
صبح صادق کے متعلق چند اکابر کے اختلاف کی حقیقت اور جمہور کا عمل؟	۱۷۶
حضرت مولانا روحانی بازی	۱۷۹
کشف الغطاء کے مؤلف کی خدمت میں گزارش	۱۸۳
حیرت کی انتہاء	۱۸۳
سر تھام کر پڑھیں	۱۸۶
کیا اکابر نے ۱۵ درجے کا فیصلہ نہیں کیا تھا؟	۱۹۰
۱۸ درجے پر صبح کاذب اور ۱۵ درجے پر صبح صادق کے قائلین اور جمہور کی علمی اور تحقیقی آراء	۱۹۲
علماء اور مشائخ عرب	۱۹۳
خلاصہ کلام	۱۹۵
آخری گزارش	۱۹۶
مراجع ومصادر	۱۹۹

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْـحَـمْـدُ لِـلّٰـهِ الَّذِیْ قَالَ فِیْ كِتَابِهٖ الْفُرْقَانِ " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيدًا o يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَـن يُـطِـعْ الـلَّهَ و رَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا oإِنَّـا عَـرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّـمَـاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَـانُ إِنَّـهُ كَـانَ ظَلُومًا جَهُولاًoلِيُـعَـذِّبَ الـلَّـهُ الْـمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ الـلَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًاo وصـلـى الله تعالیٰ علیٰ من قال " مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُـجَـارِیَ بِـهِ الْـعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِیَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ (١) وكان فی دعائه " اللَّهُمَّ إِنِّی أَعُوذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَـنْـفَـعُ وَمِـنْ دُعَـاءٍ لَا يُسْـمَـعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ "(٢) و كان "يَقُولُ اللَّهُمَّ انْفَعْنِی بِمَا عَلَّمْتَنِی وَعَلِّمْنِی مَا يَنْفَعُنِی وَزِدْنِی عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ(٣) و علی اصحابه الذين خلقوا بآدابه كـمـا قـال الـلـه تعالیٰ فی كتابه " رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ " وَ اَشِـدّآءُ عَلٰی الْكُفَّارِ

(١) رواه الترمذی والدارمی وابن ماجه

(٢) رواه ابن ماجه (٣) ايضاً

اَعْدآئِہٖ ، وعلی من تبعہم باحسان وحسن اخلاقہ کما قال علیہ السلام اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ (۱) الٰی یوم الجزاء وحسابہ. اما بعد !

بدقسمتی سے آج امت مسلمہ جن حالات وحوادث سے دوچار ہے ان میں سے ایک افسوس ناک پہلو اخلاقیات کا بھی ہے، کہ جوں جوں معاملات کھلتے جاتے ہیں کھرے کھوٹے کا میزان حرکت میں آجاتا ہے۔اخلاقیات کے میدان میں کون کتنے پانی میں ہے اس کا اندازہ کسی کے نام سننے یا اس کے القاب نظر آنے سے نہیں لگایا جاسکتا کسی انسان کی شخصیت کے سامنے دراصل اخلاقیات اس وقت اپنا چہرہ دکھاتی ہے جس وقت وہ عوامل وجود میں آجائیں جس کا وہ تقاضاء کررہے ہوتے ہیں۔ایک انسان جتنا بھی جھوٹ کی کہانیاں گھڑ کر اپنی بہادری کے قصوں سے حاضرین کو مدہوش کرنے کی ناکام کوشش کرتا پھرے مگر بہادری اور شجاعت کی اصل حقیقت اس وقت جلوہ گر ہوتی جب کوئی غیرت وحمیت کا موقع آکر بہادری کا تقاضاء کردے،اور وہ شخص جان کی بازی لگا کر میدان میں اتر آئے۔یہاں آکر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجاتا ہے۔

جب اماں عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو جواباً ارشاد فرمایا کان خلقہ القرآن (۱) کہ سارا قرآن ہی آپ کا اخلاق مبارک تھا گویا اس طرف اشارہ فرمائی کہ اچھے اخلاق پرعمل پیرا ہونا قرآن کے بنیادی اہداف میں شامل ہے جس سے کسی بھی مسلمان کے لئے تہی دامن ہونا جائز نہیں۔علاوہ ازیں

---

(۱) رواہ البخاری

ارشادات نبوی میں بھی اخلاق حسنہ اختیار کرنے پر نہایت زور دیا گیا ہے حتیٰ کہ یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ مؤمن بداخلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ذیل میں چند احادیث ملاحظہ ہو:

عن جابر قال :قال رسول الله صلى الله عليه و سلم :من سعادة ابن آدم حسن الخلق و من شقوته سوء الخلق (۱) عَنْ أَبِی سَعِيدٍ ، عَنِ النَّبِیِّ صلى الله عليه و سلم قَالَ خَصْلَتَانِ لا تَجْتَمِعَانِ فِی مُؤْمِنٍ سَوْءُ الْخُلُقِ وَالْبُخْلُ(۲)

احادیث بالا میں کیسی سخت وعید بیان کی گئی ہے کہ بداخلاقی آدمی کو بدبختی کی طرف دھکیل دیتی ہے، جب کہ اچھے اخلاق خوش بختی کی علامت ہیں۔اسی طرح دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ وہ شخص مؤمن کا درجہ پا نہیں سکتا جو اپنا اخلاق کھو بیٹا ہو۔علاوہ ازیں مؤمن جتنا بھی برا ہو جائے مگر بخل اور بداخلاقی کے پھر بھی وہ قریب نہیں جائے گا۔

مگر افسوس کہ آج یہ مرض عوام و جہلاء سے ہوتا ہوا اچھے خاصے علم کے دعویداروں کے دروازوں پر دستک دینے لگا۔پھر بھی موقع تھا اگر اسے ٹھکرا دیا جا مگر افسوس کہ اسے رد کرنے کے بجائے گلے لگایا گیا۔اسے اپنی زینت سمجھ کر اپنے اوپر اس کا رنگ چڑھایا گیا حتیٰ کہ یہ رنگ زبان و بدن سے گزر کر قلم کی نوک پر گر پڑا۔جس سے آج صفحات کے صفحات گندے کئے جا رہے ہیں۔

کاش آج کا لکھاری لکھتے وقت اس طرف بھی توجہ کرتا اور سوچتا کہ کیسے لکھ رہا

---

(۱) شعب الإیمان لأبی بکر أحمد بن الحسین البیهقی، دار الکتب العلمیة -بیروت

(۲) مسند أبی یعلی لأبی یعلی أحمد بن علی بن المثنی الموصلی، مرکز التراث للبرمجیات -الریاض الطبعة: الأولی، 1427 - 2007

ہے؟اس کے ساتھ بداخلاقی کا گندا رنگ تو نہیں مکس (Mix) ہورہا ہے؟ مگر اس طرف ذرہ برابر توجہ دینا نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے الٹا رنگین سمجھ کر کارنامہ قرار دیا گیا۔یہی وہ بات تھی کہ چنگاری سے گھر کو آگ لگ گئی اور نادان سمجھتا ہے کہ گھر میں روشنی آگئی اور اسے پھیلانے کے لئے ہوا دینا اپنا کمال سمجھ رہا ہے۔

لکھاری بعض اوقات سمجھتا ہے کہ میں علم کے دریا بہار ہا ہوں حکمت کے موتی بکھیر رہا ہوں، تحقیق کے دفینے دریافت کرر ہا ہوں، فہم ودانش اور حکمت ودانائی کے لعل وجواہر بانٹ رہا ہوں، اعتراضات کے خزان کو علم وفراست سے بہار بنا رہا ہوں۔مگر درحقیقت اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس موقع پر علمی بات کیا ہوتی ہے تا کہ اس کے لئے دلیل بھی مناسب تلاش کی جاسکے؟ تحقیق کے خزانے کہاں مدفون ہیں جس کے لئے وہاں سے استدلال کیا جاسکے؟ فہم ودانش کا مظاہرہ کیسے ہوتا ہے؟ تا کہ اس سے اعتراض کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس کا جواب دینے کا سلیقہ بھی پیدا ہوجائے ؟علم وفراست کس قلب ودماغ کا نام ہے جس سے کسی معلم کا اخلاقی پیکر بھی سامنے آجائے؟ یہ چند چیزیں ہوتی ہیں جو کسی معاملے خصوصاً علمی اور مناظرانہ تحریروں میں ان کا خیال کرنا پڑتا ہے صرف الفاظ وجملوں کو آگے پیچھے کرنے سے کام نہیں چلتا جبکہ وہ اخلاقی حادثے کا سبب بھی بن جائے۔

جوابی کلام کا منہج ؟

ہم لکیر کے جواب میں لکیر کے قطعاً قائل نہیں کیونکہ یہ ہمیشہ اہل باطل کا طرہ رہا ہے، چنانچہ ہم نے جیسا کہ کشف الغشاء میں اس طریقہ سے اجتناب کیا ہے،تو اسی

طرح یہاں بھی ہم نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ جواب اس پورے مضمون کا دیا جائے جس کے ساتھ اتفاق کی کوئی صورت نہ بنتی ہو۔ہم بصد افسوس کہتے ہیں کہ کشف الغطاء میں دانستہ یا غیر دانستہ طور پر جوابی کلام میں غیروں کے طریقہ کار کو اپنا کر قارئین کو الجھنوں کا شکار بنائے گئے۔حالانکہ اس طریقہ کار میں قارئین یا تو؛

(۱)......... لکھنے والے کے بیان اور چرب زبانی سے متاثر ہوکر یک طرفہ فیصلہ کرنے لگ جاتے ہیں، یا

(۲)......پہلے سے معتقد ہونے کی بنا پر اس کے گیت گانے شروع کردیتے ہیں۔

(۳)......اور اگر یہ دونوں اسباب نہ ہوں تو قارئین الجھنوں کے شکار ہوئے بغیر کبھی نہیں رہ سکتے۔اور چوتھا یہ کہ

(۴)......اس میں قارئین کے لئے غور وفکر کا کوئی سامان باقی نہیں رہتا۔

یہ سارے فسادات ہیں جو کہ ''لکیر کے جواب میں لکیر'' کے طریقہ کار میں پائے جاتے ہیں۔بدقسمتی سے کشف الغطاء میں یہ منہج اختیار کیا گیا ہے،کشف الغطاء کے قارئین اگر ناراض نہ ہوں تو ان کے قلوب مندرجہ بالا امور میں سے کم ازکم کسی ایک نتیجے کا اقرار ضرور کریں گے۔

جبکہ اس کے برعکس ''مضمون کے جواب میں مضمون'' کے طریقہ کار میں ہوسکتا ہے کہ مذکورہ بالا سب خامیوں اور فسادات کا کا سدباب نہ ہوسکے، کیونکہ پہلے دونوں یعنی تاثر وعقیدت میں لکھنے والے کے علاوہ قاری کے زہن کا بھی عمل دخل ہوتا ہے،لہٰذا ان مفاسد کا ازالہ محض لکھنے والے کے طریقہ کار سے پوری طرح نہیں کیا جاسکتا،مگر مؤخر

الذکر دونوں یعنی الجھن اور مضمون میں غور وفکر کا سامان نہ ہونا ، یہ دونوں عیوب اس طریقہ ثانیہ کے اپنانے سے ختم ہوجاتے ہیں۔چنانچہ ہم نے کشف الغشاء کے علاوہ یہاں بھی یہی (طریقہ ثانیہ کا) منہج اختیار کیا ہے تا کہ پڑھنے والے کو، قطع نظر کسی شخصیت کے، کلام و مضمون کو سمجھ کر غور وفکر کا موقع مل سکے۔اور پھر کھلے دل و دماغ کے ساتھ کسی ایک جانب فیصلہ کی پوزیشن میں آجائے۔

علاوہ ازیں طریقہ ثانیہ میں اکثر ایسے مواقع بھی ہاتھ سے نکل جاتے ہیں جوکہ جوابی کلام میں لکھنے والے کا دائرہ اخلاق سے نکلنے کا سبب بنتے ہوں۔گویا کہ طریقہ جواب کا تعین کسی مبصر اور ناقد کے اخلاقی معیار کی عکاسی بھی کر دیتا ہے۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کشف الغطاء کے مؤلف ایک اچھے اور دینی ادارے سے منسلک ہونے کے باوجود ان امور کے باعث اپنے کلام میں شرعی حدود کو پائمال کرتے جارہے ہیں۔

مثلاً اختلافی نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے کسی کے بارے میں بے علم اور جہالت کی نسبت، حقیقت سے غافل اور بے خبر، غفلت کا شکار، ہر دوسری تحریر کو بناء الفاسد علی الفاسد اور خلاف حقیقت قرار دینا، بددیانتی ، بے اعتدالی اور سراسر ناانصافی کے طعنے دینا، کسی کی تحریر کو سو فیصد اعتراضات کا پلندہ سمجھنا، ہر اگلی بات کو" گھما پھرا کر پرانی باتیں" قرار دینا، کسی بھی کام میں روڑھے اٹکانے والا القاب سے نوازنا، حتی کہ مبہوتوں کی طرح بہکی بہکی باتیں کرنے والا جیسے جملے استعمال کرنا کسی طرح بھی علمی کام قرار نہیں دیا جاسکتا۔اور نہ اسے انسانی اخلاق کہا جاسکتا ہے۔مگر اس کے باوجود مؤلف نے مذکورہ بالا تمام جملے اور القاب استعمال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

کشف الغطاء کے مضامین پر جوابی کلام کے دوران ہم نہیں چاہتے کہ مؤلف کی دانسہ اور غیر دانستہ طور پر صادر ہر خطاء اور غلطی کو تشت از بام کیا جائے ۔اگر چہ ان کے انداز بیان وتحریر سے جن جذبات کے بخارات اڑتے نظر آتے ہیں ان کا تلک بتلک جواب کچھ اور بنتا ہے مگر ہم پہلے عرض کر چکے کہ ہم نے طریقہ کلام کا انتخاب ہی اس لئے دوسرا کیا ہے تاکہ مؤلف کی طرح تجاوزات ہم سے نہ ہوں۔

منہج واسلوب:

کشف الغطاء میں چونکہ ہماری عبارات کی قطع وبرید اور خواہ مخواہ ایک بات کو اعتراض کی شکل دے کر گفتگو پر زور دیا گیا ہے لہٰذا زیر نظر تبصرے میں اسلوب ومنہج یہ اختیار کیا گیا ہے کہ **کشف الغطاء** کی ہر سطر اور ہر عنوان کا جواب ضروری نہیں سمجھا گیا کیونکہ کچھ ابحاث لاحاصل ہیں کچھ تحصیل حاصل کے زمرے میں داخل ہیں۔ بلکہ یہاں ضروری اور موقوف علیہا ابحاث کو زیر تبصرہ لائی جائیں گی۔دوسری بات یہ ہے کہ اصولی گفتگو پیش کریں گے وہ چاہے کسی ایک مقام سے متعلق ہو یا وہ متعدد مقامات میں پائی جاتی ہوں۔ان کا ایک مشترک عنوان قائم کر کے مفہوماً جواب دیا جائے گا ۔علاوہ ازیں اگر کسی ااعتراض یا سوال کا جواب ''کشف الغشاء''میں موجود ہے تو خوف طوالت وتکرار کے باعث اسے یہاں نقل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا بلکہ بحث مذکور کا اشارہ دے کر کشف الغشاء کے حوالے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔لہٰذا ایسے ابحاث کو سمجھنے کے لئے کشف الغشاء کا مطالعہ ضروری ہوگا۔

ہر سطر اور لفظ کا طریقہ درحقیقت اہل باطل کا ہے جو کہ آیت کریمہ **ولا**

تقربوا الصلوٰۃ سے وانتم سکاریٰ کو الگ کر کے اعتراض کے ایک غیر شرعی سلسلے کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔اس کی مثال میں حسام الحرمین کا نام پیش کیا جا سکتا ہے، جسے جاننے والے جانتے ہیں کہ کیسے وجود میں آیا؟ اکابر دیوبند پر اس کے کیا اثرات پڑے؟ اور اس وقت سے لے کر آج تک اس کے نتائج کیا سامنے آ رہے ہیں؟ آج بھی ہر سطر کا جوابی نہج غلط لوگوں کے لئے قطع وبرید کا زریعہ بن جاتا ہے۔چنانچہ یہاں اس طریقہ سے احتراز کیا گیا ہے۔جنہوں نے ایسا کام کیا ہے وہ اس حادثے سے نہیں بچ سکے۔

کشف الغطاء کا تعارف:

’’کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء ‘‘ادارہ غفران کی طرف سے ایک علمی اور تحقیقی سلسلے کی ایک کھڑی ہے، جو کہ ہمارے تبصرے ’’ کشف الغشاء عن اوقات الفجر والعشاء ‘‘ کے جواب کے طور پر سامنے آئی ہے۔اس کے مؤلف جناب مفتی رضوان صاحب ہمارے قابل احترام شخصیت ہیں اور ماشاء اللہ اپنے علاقے میں دور حاضر کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر علمی اور تحقیقی کام میں مصروف ہیں۔ادارہ غفران کے قیام کے بنیادی مقاصد میں عوام الناس میں دینی اور اخلاقی اقدار کو بڑھانا اور اصلاحی بنیادوں پر تحریرات وتصنیفات کا سلسلہ چلانا بھی شامل ہیں۔علاوہ ازیں ادارے میں نوجوان نسل کے لئے اسلامی تعلیمات ونظریات پر مشتمل پروگرام بھی چلائے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ دین اسلام کے کسی بھی شعبے میں کام کرنے والوں کے حامی اور ناصر ہو، اور ہر قسم کے مصائب وآفات سے محفوظ فرمائیں۔

محترم مؤلف نے جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ بمطابق اپریل ۲۰۰۹ء کو ایک علمی

وتحقیقی سلسلہ کے تحت بعنوان ''صبح صادق وکاذب اور وقت عشاء کی تحقیق'' ایک تحریر بلکہ ایک مستقل کتاب شائع کی تھی۔جس کی ایک کاپی ناچیز کو بھی ارسال کرتے ہوئے محترم مؤلف نے اس حوالے سے (نقد وتبصرہ کی صورت میں) ہماری رائے کے اظہار کے بارے میں فرمایا تھا۔ہم نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود (چونکہ جناب کا حکم تھا) نقد وتبصرہ پر مشتمل ایک مفصل رپورٹ بعنوان ''کشف الغشاء عن اوقات الفجر والعشاء'' مرتب کی ،اوراس کی کاپی محترم کی خدمت میں ایک خط سمیت ارسال کردی۔

ہم محترم مؤلف کے حوالے سے انتہائی دکھ محسوس کرتے ہوئے یہ الفاظ زیر قلم لارہے ہیں کہ ہم اپنے ہی ایک بزرگ بھائی ،ایک علمی شخصیت اوراچھے خاصے اصلاحی پروگرام کے داعی پر اس قسم کا تبصرہ کرنے پر کیوں مجبور ہورہے ہیں؟ ہم نہیں برداشت کرسکتے کہ ہمارے زبان وقلم سے کسی مسلمان شخصیت کی بے اکرامی ہووے۔دراصل بات یہ ہے کہ محترم مؤلف اب بھی ہمارے لئے اسی طرح قابل احترام ہیں جیسے کہ پہلے تھے، یہاں ان پر نہیں ان کی تحریرات پر نظر ڈالنا مقصود ہے۔کہ ان کا یہ کام کسی جذباتی ماحول کا نتیجہ ہے یا اس کے اندر کوئی علمی سرمایہ بھی قارئین کے لئے موجود ہے؟ یہاں ان شاءاللہ اسی بنیاد پر بات چلے گی۔

کشف الغطاء کی حقیقت:

ہماری نظروں میں ''کشف الغطاء'' مذکورہ بالا تمہید میں ذکر کردہ خوش گمانیوں اور بے التفاتیوں کا نتیجہ ہے جو کہ ایک تحریری مجموعے کی شکل میں منظر عام پر آگیا ہے۔جس میں محض لکھنے کو ہی اصل کامیابی سمجھی گئی ہے۔کہ زیادہ لکھنا ہی اس کا

بنیادی ہدف بنا ہوا تھا۔جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اس راستے میں دیگر تحقیقی ضرورتوں کو نظر انداز کرنے کے علاوہ اخلاقی رکاوٹوں کو بھی پھلانگنا پڑ گیا۔سوال یہ ہے کہ ”کشف الغطاء“ کی تحریرات اگر اپنے اصل ٹارگٹ پر جا کر رُکنا تھی،تو پھر انہیں خواہ مخواہ اخلاقی تذلل کے سایہ میں لے جانے کا کیا مقصد۔۔۔؟اور اس کا فائدہ کیا۔۔۔؟

اگر ایک بات مدلل ہے تو اسے کالے سیاہی سے لکھو یا اس کے لئے نیلی سیاہی استعمال کرو،اسے زعفران سے لکھو یا موتیوں کا ہار بنا کر تحریر کرو یا سونا چاندی پگھلا کر اسے نقش کرو،سب کا ایک ہی مقصد ہے،یعنی اپنے دعوے کو ثابت کرنا۔اور اگر اصل بات میں اتنی طاقت ہی نہیں جس کی روشنی میں اس کا مدعا تسلیم کیا جاسکے تو محض سونے چاندی سے لکھنا اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور اس کے برعکس اگر بات مدلل ہے تو پھر اسے کمزور سے کمزور تر سیاہی سے لکھنا بھی کسی طرح مضر نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ دین کے کسی بھی شعبے میں کام کرنے والوں کا حامی اور ناصر ہو اور خواہ مخوا اختلاف برائے اختلاف تحریر و تقریر سے حفاظت فرمائے،اور مجھ طالب علم سمیت سب کی خطاؤں کو معاف فرمائے۔یہ فقیر اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا مکمل اعتراف کرتا ہے،وَمَآ اُبَرِّ ئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَ مَّارَۃ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّی اِنَّ رَبِّی لَغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ،

شوکت علی قاسمی

حصّہ اوّل

حصہ اول میں ان اصولی مضامین پر تبصرہ پیش خدمت ہے، جن کا تذکرہ کشف الغشاء کے حصہ اول میں کرکے، محترم مؤلف نے اس کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان فرمایا ہے۔

تنقید سے خفگی:

کشف الغطاء کے مؤلف صاحب کواولین چیز جوگراں گزری ہے وہ ہے، ’’ان کی تحریرات کا تنقیدی مطالعہ‘‘ چنانچہ محترم تحریر فرماتے ہیں:

> ’’معترض صاحب نے ہماری کتاب کا مطالعہ تنقیدی بنیاد پر کیا ہے، اور جب کسی مضمون میں تنقید پیش نظر ہو تو پھر اس مضمون کے حقائق کا انکار اور دلائل میں تاویل بلکہ تحریف بھی بعید نہیں ہوتی، چنانچہ ناقدین ومعترضین قرآن وسنت کے واضح ارشادات میں اسی بنیاد پر تاویل وتحریف کرتے آئے ہیں‘‘................................. (کشف الغطاء، صفحہ :۱۲)

مؤلف کی نظر میں تنقید کی حیثیت:

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف مذکور کے علم میں تنقید سے مراد ہر وہ عمل ہے جس میں اچھی چیز کی مخالفت لازم ہو۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ مثال میں قرآن وحدیث کا تذکرہ کیا ہے حالانکہ قرآن وسنت کی مخالفت جس طرح بھی ہو وہ باطل اور گمراہی ہے۔ اسے آج تک کسی محقق نے تنقید کا نام نہیں دیا۔ مؤلف کو اس کا علم مبارک ہو ہم ذیل میں تنقید کی اصولی حیثیت اہل علم کے اقوال کی روشنی میں پیش کررہے ہیں۔

تنقید کی اصولی حیثیت:

اس موضوع پر مناسب ہے کہ محققین کے اقوال ہی سے روشنی پڑ جائے۔
چنانچہ ڈاکٹر نورالاسلام صدیقی لکھتے ہیں:

''تنقید نقد سے مشتق ہے جس کے معنی پرکھنا، کھرے کھوٹے کا جانچنا اور تنقید کرنا ہے۔۔۔۔اصطلاحی طور پر اس سے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ کسی فنکار کی فنی خوب وزشت کے درمیان ایک حد فاصل قائم کر کے اس کے جملہ محاسن ومعائب کو اس طرح پیش کرنا کہ اس فن میں اس کی برتی ہوئی ساری اچھائی اور خرابی عیاں ہو جائے۔تنقید دراصل ایک ناقد کسی مؤلف کی تصنیف اور اس کی عبارت پر عالمانہ طور پر اس کے حسن وقبح کی اس طرح پوری پوری نشاندہی کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی تصنیف میں اچھائیوں کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ خامیاں بھی اجاگر ہو جاتی ہیں۔اس طرح کسی تصنیف کے خوب وزشت کے دونوں رخ روشن اور آشکارا ہو جاتے ہیں ۔کسی مؤلف کا یہ قول کتنا عمدہ ہے: { اچھی تخلیق ایک تنقیدی صلاحیت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی } مؤلف کا قول کس قدر صداقت پر مبنی ہے حقیقت تو یہ کے کہ کسی تخلیقی عمل میں اگر واقعات کی تحقیق اور شہادتوں کے مستند اور غیر مستند ہونے پر گہری نظر نہ رکھی جائے تو ساری کی گئی محنت وکاوش اکارت ہو جائے گی۔الغرض ایک محقق میں تنقیدی شعور کا پایا جانا لابدی ہے، کیونکہ یہ اس کے کسی تخلیقی عمل یا کسی تحقیقی روش کے مابین لازم وملزوم تعلق کی حامل ہے۔ بالفاظ دیگر نقاد یا ناقد کسی مؤلف اور اس کے تصنیف کے درمیان ایک

فریق ثالث کی حیثیت رکھتا ہے یعنی وہ اس کی تصنیف تخلیق میں صحیح اور غلط کے درمیان ایک حد فاصل کھینچ کر دونوں کی صحیح ترجمانی کرتا ہے ان جملوں سے تنقید کا مقصد واضح ہو جاتا ہے'' ....

.... (ریسرچ کیسے کریں؟ ص:۱۰۷ تا ۱۰۸)

ڈاکٹر صاحب تنقید پر تاریخی نقطہ نظر سے کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہاں یہ کہنا شائد فائدے سے خالی نہ ہو کہ ہندوستانی ناقدین میں اولین تنقید نگار مولانا الطاف حسین حالی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔انھیں نے تنقید کی داغ بیل ڈالی۔ان کی گراں بہا تصنیف ''مقدمہ شعر وشاعری'' فن تنقید میں پہلی اور جامع کتاب ہے'' .... (ایضاً ص۱۱۳)

آل احمد سرور لکھتے ہیں:

''تنقید کا کام فیصلہ ہے، تنقید دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیتی ہے، تنقید وضاحت ہے، تجزیہ ہے، تنقید قدریں متعین کرتی ہے(ص۱۱۵)

ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

'' تنقید کے لغوی معنی ''پرکھنے'' یا برے بھلے کا فرق معلوم کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں محاسن اور معائب کا صحیح اندازہ کرنا اور اس پر کوئی رائے قائم کرنا تنقید کہلاتا ہے۔انگریزی میں تنقید کے لئے جو (criticism) کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کا اصلی معنی عدل وانصاف کے ہیں۔'' ....

....(ایضاً ص :۱۱۵)

ڈاکٹر سید عبداللہ نے تنقید کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''تنقید کے معنی ہیں کھوٹا کھرا پرکھنا اصطلاحاً کسی موجود مواد کی خوبی یا برائی ،حسن وقبح اور جمال و بدصورتی کے متعلق چھان بین اور اس پر فیصلہ دینا نقاد کے مدنظر ہوتا ہے۔....................................... (ایضاً ص :۱۱۵)

ڈاکٹر صاحب تحقیق اور تنقید دونوں کا باہمی رشتہ کی وضاحت کرتے ہوئے کھتے ہیں:

''تحقیق کسی پوشیدہ حقیقت کی دریافت کو کہتے ہیں جس کے لئے تجربہ،علم ،وسیع مطالعہ اور پیہم کوششیں درکار ہوتی ہیں ،لیکن تنقید اس نامعلوم حقیقت کی دریافت اور اس تحقیق وجستجو کے دوران تراش وخراش ،قطع و برید اور اس پر نظر ثانی کا نام ہے جس سے اس کی صداقت میں کسی شک وشبہ کا امکان ناممکن اور کالعدم قرار پائے اور اس کا حسن نکھر کر سامنے آجائے اور نقص وخامی کے گوشے واضح ہوجائیں، تاکہ اچھے اور برے دونوں پہلوؤں کی نمائندگی ہوسکے اس طرح تنقید اور تحقیق یا تحقیق اور تنقید لازم وملزوم ہیں ، تحقیقی سرگرمی بغیر تنقیدی ذوق کے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی اور تنقید کی مدد کے بغیر تحقیق کی منزل تک رسائی ایک ناممکن امر ہے''(ایضاً ص:۱۲۱)

اصول تحقیق کی کوئی بھی معتبر کتاب کھول کر دیکھی جائے تو تنقید اسی معنی ومفہوم کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔طوالت کے خوف سے انہی حوالہ جات پر اکتفاء کیا جارہا ہے امید ہے ایک سلیم الفطرت انسان اس حقیقت کو سمجھنے میں تامل نہیں کرے گا کہ ہم نے ''کشف الغطاء'' کے مؤلف کے پہلے تحقیقی سلسلے بنام ''صبح صادق وکاذب اور وقت عشاء کی تحقیق''پر تبصرہ ونقد بعنوان '' **کشف الغشاء عن اوقات الفجر والعشاء** '' کوئی جرم نہیں کیا ہے بلکہ اصولیین ومحققین کی صراحت کے مطابق یہ عین مراحلِ تحقیق کا

ایک لازمی حصہ تھا جو مؤلف کی کتاب کے منظر عام پر آنے سے وجود میں آ گیا۔

مؤلف مدظلہ اگر اپنے علمی اور تحقیقی غوطہ زنیوں کے ساتھ ساتھ دو تین صفحات ''تنقید'' کے بارے میں بھی مطالعہ فرماتے کہ ''معترض صاحب'' کیوں بار بار تنقید کی رٹ لگایا ہوا ہے۔ تو شائد وہ ہمارے ''تنقید'' کے لفظ سے اتنے ناراض ہو کر مندرضہ ذیل عبارت تحریر نہ فرماتے:

> ''معترض صاحب نے ہماری کتاب کا مطالعہ تنقیدی بنیاد پر کیا ہے، اور جب کسی مضمون میں تنقید پیش نظر ہو تو پھر اس مضمون کے حقائق کا انکار اور دلائل میں تاویل بلکہ تحریف بھی بعید نہیں ہوتی، چنانچہ ناقدین ومعترضین قرآن وسنت کے واضح ارشادات میں اسی بنیاد پر تاویل وتحریف کرتے آئے ہیں'' .... (کشف الغطاء :صفحہ :۱۲)

آگے لکھتے ہیں:

> جب معترض صاحب کا اصل مقصود تنقید ہوا، اور اس میں جانبداری سے اپنا دامن بچانے کے عمل کے مشکل ہونے کا معترض صاحب کو خود بھی اعتراف ہوا تو پھر ان سے انصاف وغیر جانبداری کی کیونکر توقع رکھی جاسکتی ہے۔
> ....(ایضاً ص:۱۳)

ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ مفتی صاحب کی پہلی تحریر ''صبح صادق وکاذب اور وقت عشاء کی تحقیق'' اس صورت میں تنقید سے بالاتر ہوسکتی ہے اگر اس کے اندر غلطی اور خطاء کا احتمال محال قرار دیا جائے، ہمیں نہیں پتہ کہ جناب مؤلف صاحب اس کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں، کہ غلطی اور خطاء سے پاک کتاب کونسی ہوسکتی ہے؟ البتہ ہمارا عقیدہ

یہ ہے کہ اللہ کے کلام کے بعد اللہ کے رسول ﷺ ہی معصومیت کے مقام پر فائز ہیں۔

یہاں یہ بھی واضح ہوگیا کہ چونکہ قران وحدیث میں کھرے کھوٹے اور حسن وقبح کو الگ الگ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا تنقید کا اطلاق قرآن وسنت پر نہیں ہوسکتا۔قرآن میں جولوگ اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر اہل زیغ کی صف میں شامل ہوگئے ہیں ان کے طرز بیان اور تحریرات کو کوئی بھی تنقید نہیں کہتا بلکہ وہ تو واضح تحریف کھلی گمراہی اور الحاد کہلاتا ہے جن کے تانے بانے کفر کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔غالباً اسی کو تنقید سمجھ کر فاضل مؤلف کو ہماری طرف سے لفظ ''تنقید'' سے وحشت ہوگئی۔

تعجب وحیرانگی :

ہم مؤلف کی ناراضگی پر اس وجہ سے بھی حیران ہیں کہ انہوں نے خود اپنے قلم سے ناچیز (معترض صاحب) کو مراسلہ میں تحریر فرمایا تھا:

''مکرمی ومحترمی جناب حضرت مولانا شوکت علی قاسمی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ ''التبلیغ کا علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر (16) ارسال خدمت ہے، جس میں '' صبح صادق وکاذب اور وقت عشاء کی تحقیق'' پر روشنی ڈالی گئی ہے ،اس **مضمون سے متعلق آنجناب کی تنقیح وتحقیق اور تصدیق وتنقید درکار ہے**، امید ہے کہ اپنی رائے عالی سے ترجیحی بنیادوں پر آگاہ فرمائیں گے۔جوابی لفافہ ساتھ منسلک ہے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔والسلام

محمد رضوان خادم ماہنامہ ''التبلیغ'' ادارہ غفران راولپنڈی

سوال یہ ہے کہ جب محترم مفتی صاحب نے اس ناچیز سے خود ''تنقیح وتحقیق اور تصدیق وتنقید درکار ہے'' کے الفاظ سے مطالبہ کیا ہے تو پھر احقر کی طرف سے تبصرے پر ناراض کیوں ہوئے۔اورصرف ناراض نہیں بلکہ ''تنقید'' کو سرے سے ناجائز ہی قرار دے دی، تبھی تو فرمارہے ہیں کہ:

''معترض صاحب نے ہماری کتاب کا مطالعہ تنقیدی بنیاد پر کیا ہے،اور جب کسی مضمون میں تنقید پیش نظر ہوتو پھر اس مضمون کے حقائق کا انکاراور دلائل میں تاویل بلکہ تحریف بھی بعید نہیں ہوتی،(کشف الغطاء :صفحہ :۱۲)

حالانکہ تنقید کی ضرورت واہمیت آپ نے پچھلے صفحات میں محققین کی آراء کی روشنی میں ملاحظہ فرمایا کہ ایک محقق کے لئے تنقیدی صلاحیت وذوق کتنی ضروری ہے چہ جائے کہ یہ سرے سے ممنوع ہی سمجھی جائے۔ہماری حیرانگی کی دووجوہات ہیں:

(۱) کیا مؤلف کو تنقید وتنقیح کے بارے میں علم ہی نہیں تھا،اور ویسے بلاسوچے سمجھے عبارت تحریر فرمائی۔مؤلف کی تبحرِ علمی کو دیکھ کر اس کی تردید ہوتی ہے اور ناراضگی پر مبنی مذکورہ بالاعبارات کو پڑھ کر اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ مؤلف کو ان حقائق کا پتہ تھا مگر چاہتے یہ تھے کہ ناچیز اس مجموعہ عبارات کو دیکھ کر صرف تصدیقی کلمات لکھے گا۔غالبًا اسی وجہ سے محض جوابی لفافہ ساتھ ارسال فرمایا تھا،جس میں جوابی طور پر صرف مدح سرائی اور تائیدی کلمات ہی بھیجے جا سکتے ہیں۔محترم مؤلف کی اصلاح باطن کی خبریں سن کر اس پر بھی دل کھٹکتا ہے کہ دل میں یہ راز چھپانا بھی ان حضرات کی شان کے خلاف ہے۔کیونکہ دل میں کسی سے اپنی تعریف ہی سننا پسند ہو یہ لاتعداد باطنی بیماریوں کی جڑ ہے۔

کیا واقعی الزامات بے جا ہیں؟

ہم نے **کشف الغطاء** کے مؤلف کی طرف سے ایجاد کردہ چند انوکھی اصطلاحات پر تبصرہ کرکے یہ مدعا پیش کیا تھا کہ ان اصطلاحات کے باطن میں ایک فاسد استدلال کے لئے راستہ ہموار کیا جارہا ہے، اور اگر کوئی اس رائے سے اختلاف رکھتا ہے تو اسے بتانا پڑے گا کہ ان ابحاث کو چھیڑنے کا مقصد پھر کیا تھا۔ مثلاً صبح ایک ہی ہے، پہلی روشنی، کامل لیل اور ناقص لیل وغیرہ وغیرہ۔

ہونا یہ چاہیئے تھا کہ مؤلف صاحب ان باتوں پر غور وفکر کرکے کچھ صحیح سمت اختیار فرماتے الٹا ملمع کاری کرتے ہوئے انہیں ''بے جا اعتراضات'' کا نام دے کر اصلاح کی رہی سہی امید بھی ختم کردی۔ اگر یہ واقعی بے جا الزامات ہیں تو ان کا صاف ستھرا جواب ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ انہی موضوعاتی تبصرے میں ہم نے ایک ایک سوال بھی کیا ہے، جس کی طرف محترم نے التفات ہی نہیں فرمایا۔ لہٰذا ''بے جا'' کے جواب کو ''بجا'' بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ان سوالات کا جواب دیا جائے۔ ورنہ ''بے جا'' سے ''بجا'' اور ''بجا'' سے ''بے جا'' بن جائیں گے۔ ذیل میں اہم اہم عنوانات کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

ضروری گزارش :

ہم اپنے قارئین کو اس بات پر کبھی نہیں مجبور کرنا چاہتے کہ وہ یہ تسلیم کریں ''کہ ہم ہی حق پر ہے اور مؤلف کشف الغطاء نے سراسر زیادتی اور بے انصافی سے کام لیا ہے'' بلکہ ہماری گزارش یہ ہے کہ قارئین دونوں کے مضامین نہایت عرق ریزی سے

مطالعہ فرمائیں پھر فیصلہ کریں کہ واضح دلائل وشواہد کس کا ساتھ دے رہے ہیں؟

علاوہ ازیں ہماری طرف سے ایک گزارش یہ بھی ہے کہ فریقین کے ایک دوسرے کی نقل کردہ عبارات پر اندھا اعتماد بالکل نہ کریں بلکہ اصل تحریروں کی طرف مراجعت فرمائیں۔یعنی راقم نے اگر کشف الغشاء'' میں یا زیرِ نظر کتاب میں محترم مؤلف کی کسی کتاب کی کوئی عبارت نقل کر کے تبصرہ کیا ہے تو جا کر دیکھیں کہ واقعی مفتی صاحب نے یہ بات اس انداز میں لکھی ہے یا راقم (قاسمی) کہیں الزام تو نہیں لگا رہا ہے۔اسی طرح بالعکس بھی معاملہ رکھنا چاہیئے۔کہ مفتی صاحب نے اگر ہمارے خلاف کوئی بات لکھی ہے، یا ہماری طرف کوئی خیانت وبے انصافی کی نسبت کی ہے تو کیا اسی طرح ہے یا مفتی صاحب نے کوئی۔۔۔؟ لہٰذا متعلقہ عبارت وغیرہ کو''کشف الغشاء'' میں ضرور ملاحظہ کرنا چاہیئے۔

صبح دراصل ایک ہی ہے

اس حقیقت کے اظہار پر مؤلف بہت آگ بگولا ہو گئے ہیں۔حالانکہ انہیں اتنا پریشان ہونے کی بجائے اپنے رویے پر نظر ثانی کرنا چاہیئے تھا۔حقیقت کا اظہار یہ ہے کہ مؤلف''صبح صادق وکاذب کی تحقیق'' میں خواہ مخوا''صبح ایک ہی ہے'' کے گرد چکر کاٹتے رہے ہیں۔اور الزام دوسروں پر عائد کرتے ہیں کہ افسوس بعض لوگ اپنی ساری صلاحیتیں صبح کاذب پر ہی صرف کر رہے ہیں۔

ہم یہاں اس حوالے سے کچھ کہنے کی بجائے ''کشف الغشاء'' کے تبصرے کو الحمدللہ سو فیصد کافی سمجھتے ہیں۔البتہ ایک سوال دہرایا جائے گا اور مؤلف کو باقی ساری تفصیلات یک لخت چھوڑ کر اسی سوال کا جواب دینا پڑے گا۔

سوال: سوال یہ ہے کہ جب مؤلف سمیت پوری اسلامی دنیا امور شرعیہ کے اعتبار سے صبح صادق کو اصل قرار دے رہے ہیں تو پھر مؤلف کو ''حقیقی صبح'' اور ''صبح دراصل ایک ہی ہے'' کی اصطلاحات ایجاد کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ کیا شارع کی طرف سے ''صادق'' ہی کے الفاظ سے مؤلف کا مقصد پورا نہیں ہوتا تھا؟

باقی رہا مؤلف کی طرف سے ہر دوسری لائن میں ہتک آمیز الفاظ کا استعمال اس کا مثلاً بمثلٍ جواب دینے سے ہمیں حیا آتی ہے اور یہ ہمارا شیوہ بھی نہیں۔اگر مؤلف کی نظر میں یہ ایک اچھا کام ہے تو اللہ ان کے قلم کے علاوہ ان کی زبان بھی ایسے اخلاق سے مزین فرمادے۔

کامل اور ناقص لیل

یہاں بھی جب تک اٹھائے گئے سوال کا جواب نہیں آئے گا تو دیگر باتوں سے کام نہیں بنے گا۔ہمارا مدعا یہ ہے کہ مؤلف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں ''کہ صبح صادق سے پہلے افق شرقی پر مکمل اندھیرا ہوتا ہے اور کسی قسم کی روشنی کا وجود نہیں ہوتا'' اس کے بعد دو باتیں سامنے آتی ہیں:

(ا) اگر مؤلف اس کے قائل ہیں پھر تو ہمارا تبصرہ درست نکلا۔لیکن اس قول کا بطلان ہم متعدد مقامات خصوصاً ''کشف الستر''میں بیان کر چکے ہیں۔

(۲) اور اگر مؤلف اس قول کو قبول کرنے کے لئے نہیں تیار؟ تو پھر ہم وہی سوال دوبارہ یہاں بھی دہرائیں گے، جسے ''کشف الغشاء'' میں ص: ۲۷ پر اس بحث کی اخیر میں درج ہے۔

سوال : یہ ہے کہ مطلق لیل کے حکم میں جب کسی فریق کا اختلاف ہی نہیں ہے تو یہاں (یعنی ''صبح صادق وکاذب کی تحقیق'' میں) اس بحث کو اتنا طول دینے کی کیا خاص وجہ؟

تعجب: اِدھر اُدھر کی باتوں کی بجائے یہ کافی تھا کہ جن ابحاث میں سوالات وارد ہوئے ہیں انہی کا تسلی بخش جواب دیا جاتا۔ تعجب اس پر ہے کہ مؤلف دائیں بائیں باتیں تو بہت کرتے ہیں مگر پوری بحث کو خلاصہ کے طور پر ہم نے جس سوال کے اندر سمویا ہوتا ہے مؤلف کی نظر اس پر نہیں رکتی، تاکہ اس کا جواب دیا جائے۔

صبح صادق کی رسم تام ورسم ناقص

یہاں ہمارا تبصرہ الفاظ پر نہیں تھا جیسا کہ مؤلف سمجھ کر ہمیں من پسند نام وضع کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں، ہمارا اختلاف اس تقسیم کے ساتھ ہے جس کے بعد یہ رسم ناقص اور رسم تام وجود میں آتے ہیں۔ لہٰذا ہم پہلا ہی تبصرہ مؤلف کو جواب کے طور پر الحمدللہ کافی شافی سمجھ رہے ہیں۔ قارئین سے گزارش کریں گے کہ مؤلف کے ساتھ اگر کوئی عقیدت ہے تو اپنی جگہ مگر کسی ایک طرف رائے قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ''کشف الغشاء'' میں ہمارا اصل تبصرہ ملاحظہ فرمائیں ورنہ اگر صرف مؤلف (کشف

الغطاء) کے تصنع پر اعتماد کر کے کوئی رائے قائم کی گئی تو پھر یہ سراسر بے انصافی ہوگی۔ اختلاف کی صورت میں مؤلف کو یہاں بھی اس سوال کا سامنا کرنا پڑے گا کہ ''پھر ان اصطلاحات کو متعارف کرانے کا اصل مقصد کیا تھا؟''

صبح صادق کے اوّل طلوع کا اعتبار

''کشف الغطاء'' کے مؤلف یہاں بھی سچ سننے کے لئے تیار نہیں۔ الٹا اپنی لایعنی بحث کا دفاع کرتے ہوئے عبارات نقل کرنے میں قطع و برید کا ارتکاب کر بیٹھے۔ مثلاً جب کشف الغشاء سے ہماری عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں کہ:

> ....''یہاں بھی وہی فلسفہ مضمر ہے کہ قاری کو غیر محسوس طریقے سے ذہنی طور پر بالواسطہ (یعنی ایسی تشریح کی آڑ میں) ایک دوسرے موقف کو تسلیم کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے الخ''.....(کشف الغطاء :ص ۴۴)

مؤلف تو دوسروں کو بار بار بے انصافی، غفلت، وغیرہ جیسے طعنے دینے سے شرمانہیں رہے ہیں مگر خود ان کا حال یہ ہے کہ اسی پیراگراف کا ایک جملہ ''**پھر ایسا کیوں کیا گیا؟**'' (جہاں راقم نے نقطے لگائے ہیں وہاں سے) حذف کر گئے۔ باقی پیراگراف اگر نقل کیا جا سکتا تھا تو یہ چھوٹا سے جملہ کیا بہت بھاری تھا، جسے ذکر نہیں کیا گیا؟ غالباً اسے اس لئے خذف کرنا ضروری سمجھا کہ جب ''کشف الغطاء'' کے قاری کی نظروں سے یہ جملہ گزرے گا تو اس کے دل میں یہ بات تو ضرور آئے گی کہ اس جملے سے پہلے ''معترض صاحب'' نے ایسے کچھ حقائق ضرور بیان کئے ہوں گے تبھی تو وہ سوال اٹھا رہا

ہے۔اور جب وہ ان حقائق کو پڑھے گا تو مؤلف کی قلعی کھلے گی اور یہ وہ چاہتے نہیں ۔لہٰذا عافیت اسی میں سمجھی کہ سرے سے سوال وحقائق قاری پڑھے ہی نہیں۔

علاوہ ازیں قارئین ’’کشف الغطاء‘‘ کا علمی وتحقیقی فرض بنتا ہے کہ وہ مؤلف کی محض نقل کردہ عبارات پر اندھا اعتماد کرنے کی بجائے ہماری کتاب ’’ کشف الغشاء‘‘ کی اصل ابحاث ضرور مطالعہ فرمائیں۔لہٰذا یہاں بھی تفصیلی طور پر ہم ’’کشف الغشاء‘‘ کا تبصرہ کافی سمجھتے ہیں ہاں مگر شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا انصاف پسند اور حقانیت کا دل ودماغ رکھتا ہو، یہاں مؤلف کی مندرجہ ذیل عبارت کا جواب مختصر دینا ضروری سمجھتے ہیں:

> ’’حالانکہ معترض صاحب کا حال یہ ہے کہ نہ تو ’’فوراً‘‘ کی کوئی حد بندی بیان کرسکے اور نہ ہی جمہور فقہاء کرام سے اس کا ثبوت پیش کرسکے،اور نہ ہی یہاں کافی دیر بعد کی کوئی حد بندی بتلا سکے اور نہ ہی ۱۸ درجے کے قائلین سے کافی دیر پھیلنا شروع ہونے کا کوئی ٹھوس حوالہ پیش کرسکے‘‘۔............
>
> .... (کشف الغطاء ص،۴۵)

حالانکہ ہم نے ’’کشف الغشاء‘‘ ہی کے حاشیہ پر یہ حوالہ دیا ہے:’’صبح صادق کے وقت روشنی کی جو حدود قائم ہوجاتی ہیں وہ تادیر قائم رہتی ہیں‘‘(فہم الفلکیات :ص۱۲۱) جبکہ فہم الفلکیات کے مؤلف ’’کشف الغطاء‘‘ کے مؤلف کے پیش رووں میں شامل ہیں۔ہم نے الزام کے طور پر اسی ایک حوالے پر اکتفاء کیا تھا،ہمیں نہیں پتہ تھا کہ مؤلف کو اپنے پیش رو کی رائے سے بھی اختلاف ہوگا۔یا ہوسکتا ہے کہ مؤلف کو یہ عبارت نظر نہ آسکی ہو۔

رہ گئی بات ’’فوراً‘‘ کی حد بندی کے مطالبہ کی۔تو عرض یہ ہے کہ ’’تادیر قائم

رہنا'' جو کہ اوپر فہم الفلکیات کے حوالے میں گزر گیا، کیا'' فوراً'' کے منافی نہیں ہے؟ جب ۱۸ درجے کی روشنی بقول قائلین ۱۸ کے'' تادیر قائم رہتی ہیں'' سے متصف ہوکر '' فوراً'' کا مصداق بنتی نہیں تو آگے'' فوراً'' کی حد بندی کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ جس کی اشد ضرورت مؤلف کو پڑ رہی ہے۔ مؤلف کو'' فوراً'' کی حد بندی کے مطالبے کی بجائے فہم الفلکیات کی عبارت سے'' تادیر'' کے حروف مٹانا چاہیئے تھے جس سے مؤلف کا مدعا'' فوراً'' کی حد بندی کے مطالبے کے بغیر پورا ہو جاتا۔

باقی رہا'' فوراً'' کا ثبوت تو ہم کوشش کریں گے کہ یہاں بھی مؤلف صاحب کے ایک اور'' پیش رو'' کی کتاب کا حوالہ عرض کریں امید ہے جناب کو اپنے ہی مقتداء کی بات تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہوگا:

جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب تفسیر خازن کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

(۱) اعلم ان الفجر الذی یحرم بہ علی الصائم الطعام والشراب والجماع <u>ھو الفجر الصادق المستطیر المنتشر فی الافق سریعاً</u> لاالفجر الکاذب المستطیل..................

...... (تفسیر خازن ج۱،ص ۱۳۸، مطبوعہ مصر، بحوالہ صبح صادق وصبح کاذب ص ۸۷)

ترجمہ: جان لو کہ وہ فجر جس کی وجہ سے روزہ دار پر کھانا پینا اور مباشرت حرام ہو جاتے ہیں، <u>وہ فجر صادق جو افق میں بسرعت اڑتی پھیلتی ہوتی ہے</u>۔ نہ صبح کاذب لمبی۔

حاشیہ:

(۲) واعلم ان الفجر فجران، کاذب وصادق، فالکاذب

يطلع اولاً مستطيلاً كذنب السرحان يصعد الىٰ السماء فبطلوعه لا يخرج الليل ولايحرم الطعام والشراب على الصائم ثم يغيب فيطلع بعده الفجر الصادق مستطيراً ينتشر سريعاً فى الافق فبطلوعه يدخل النهار ويحرم الطعام والشراب على الصائم. . (حاشیہ معالم التنزیل، ج۱،ص۱۳۸ (تفسیر خازن،مطبوعہ مصر)،بحوالہ صبح صادق وصبح کاذب ص۸۸)

ترجمہ: جان لوکہ فجر دوقسمیں ہیں،کاذب وصادق،کاذب پہلے بھیڑئے کی دم کی طرح طلوع ہوتی ہے،جوآسمان کی طرف چڑھتی ہے،اس کے طلوع سے رات نہیں نکلتی اورکھانا پینا روزہ دار پرحرام نہیں ہوتا،پھر یہ غائب ہوتی ہے،اس کے بعد فجر صادق بسرعت پھیلی ہوئی افق پرطلوع ہوتی ہے۔اس کے طلوع سے دن داخل ہوتاہےاورکھانا پینا روزہ دار پرحرام ہوجاتے ہیں۔

ان حوالوں سے مؤلف کی عبارت کا جواب الحمدللہ ہوگیا آخرمیں یہاں بھی ایک سوال کا جواب مؤلف کے ذمے باقی ہے،جب تک سوال کا جواب نہیں ہوگا،ہتک آمیزیوں سے کام نہیں بنے گا۔

سوال : یہ کشف الغشاء کے ص:۲۹،۳۰ پرتفصیلی تحریر ہے جس کے بعد دوسرے پیراگراف کے شروع میں یہ جملہ ''پھرایسا کیوں کیا گیا؟'' موجود ہے۔ہمیں اس جملے کا جواب چاہیئے۔

جدید تحقیق سے ثابت ہے

کشف الغطاء کے مؤلف نے یہاں بھی بڑی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ ہو سکتا ہے محترم ہماری منشاء نہیں سمجھے۔ ہم نے ''کشف الغشاء'' میں کہا تھا کہ جب احادیث سے صبح کاذب اور صادق کا آپس میں اتصال یعنی کاذب کا اختتام اور صادق کی ابتداء ثابت ہے۔ تو پھر اس کے خلاف دلیل کے طور پر سورج کا اختلاف مدار کو دلیل بنا کر یہ فرمانا کہ فنی قواعد اور جدید تحقیق کے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح صادق سے پہلے صبح کاذب لازمی قرار نہ دی جائے اسی طرح شام کو بالعکس۔

اس پر ہم نے بطور سوال یہ نکتہ اٹھایا کہ وہ کون سے فنی قواعد ہیں جن کے نتیجے میں ایسا ہو رہا ہے محض ''بعض موسم'' اور ''بعض مکان'' سے تو کوئی قاعدہ نہیں بنتا جب تک علاقوں کی تعیین نہ ہو۔ کیونکہ احادیث سے عمومیت کے ساتھ اتصال کا اثبات ہوتا ہے۔ اسے محض گمنام ''بعض زمان ومکان'' کے الفاظ سے کبھی نہیں ترک کیا جا سکتا۔

اس پر محترم نے فرمایا کہ معترض کو اگر ان باتوں کا نہیں پتہ جو کہ فن فلکیات میں بدیہات کا درجہ رکھتی ہے تو پھر انہیں اس فن سے کیا مناسبت؟ (کشف الغطاء: ص:۵۰)

ہم عرض کریں گے کہ ہم اگر محترم کی طرح اس فن میں علامہ نہیں ہیں تو نہ سہی مگر الحمد للہ اس فن کی مبادیات کا ضرور پتہ ہے۔ ہم علامہ فن سے درخواست کریں گے کہ آپ ''بعض مکان'' کی بات چھوڑ دیں اپنے علاقے ''راولپنڈی، اسلام آباد'' کی بات کر دیں کہ اگر محض ''بعض مکان وزمان'' کے ہی کے نتیجے میں مثلاً اسلام آباد، راولپنڈی میں صبح کاذب کبھی رات کو بہت پہلے اور کبھی صبح صادق کے نہایت قریب

طلوع ہوتی ہے،علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ صبح صادق سے پہلے صبح کاذب کبھی طلوع ہواور کبھی نہ ہو۔تو سوال یہ ہے کہ صرف صبح کاذب نے کیا قصور کیا ہے باقی اوقات کیوں ایک ہی علاقے میں مختلف تفاوت کے ساتھ آگے پیچھے نہیں ہوتے؟ کیا باقی اوقات میں سورج کا مدار مؤثر نہیں ہوگا؟ باقی سب اوقات کی ترتیب مقرر ہے صرف صبح کاذب ہی ہے جس کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ہمارا اشکال یہ ہے کہ بغیر کسی تعین کے محض ''بعض زمان ومکان'' کے الفاظ سے احادیث کی عمومیت پر حرف نہیں آنا چاہیئے۔

علاوہ ازیں مؤلف کے جواب میں اگر کوئی وزن ہوتا تو یہ ان کے بڑے بزرگ اور استاذ جناب محترم پروفیسر عبداللطیف صاحب فرمادیتے۔وہ ان حقائق کو سمجھتے تھے کہ سورج اگر پورے کرہ زمین پر باختلاف مدار طلوع وغروب ہوکر کچھ اثرات چھوڑتا ہے تو جیسا کہ باقی اوقات کو ایک خاص مراتب کے ساتھ متفاوت کرکے ظاہر کرتا ہے وہاں بروجی روشنی (بقول ان کے صبح کاذب) بھی مخصوص خطوں میں ایک خاص فرق کے ساتھ ظاہر ہوتی رہتی ہے۔چنانچہ جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب ''مکتوب جناب جاوید قمر صاحب'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

(۱)''جہاں تک صبح کاذب کا تعلق ہے یہ بالکل دوسری شئے ہے،بعض دفعہ سازگار حالات میں (یعنی بالکل ہی صاف مطلع کی صورت میں اور کراچی جیسی جگہوں کیلئے اگست سے ستمبر تک) فلکی فلق کے طلوع (یعنی صبح صادق کے شروع) ہونے سے بھی کافی قبل ایک مدھم سی لیکن بااین ہمہ خاصی واضح قسم کی روشنی مشرقی افق پر دیکھی جاسکتی ہے'' ....

....(صبح صادق وصبح کاذب،ص:۱۹۲)

(۲) ''نارٹنز اسٹار اٹلس'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

'' فروری ، مارچ کے زمانہ میں شام کے وقت (بعد غروب آفتاب) اور اگست ، ستمبر کے دوران صبح کے وقت شمالی نصف کرہ میں یہ زیادہ روشن تر دکھائی دیتی ہے''..(ایضاً صفحہ نمبر ۵۶)

(۳) علاوہ ازیں حضرت مفتی رشید احمدؒ احسن الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ایک انعکاسی روشنی ہے جو سال بھر میں صرف دو ماہ وسط اگست تا وسط اکتوبر میں بعض مقامات پر نمودار ہوتی ہے'' (احسن الفتاویٰ ج:۲،ص۱۸۰)

ان مختصر حوالوں سے معلوم ہوا کہ بروجی روشنی سال بھر عمومی طور پر تمام علاقوں میں نہیں پائی جاتی۔ اس کا زیادہ تر ظہور سال کے دو مہینوں (وسط اگست تا وسط اکتوبر) میں ہوتا ہے۔ ایک طرف بروجی روشنی کی یہ حالت اور دوسری طرف احادیث میں صبح کاذب کا وارد شدہ بیان جس سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ صبح صادق سے پہلے صبح کاذب طلوع ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ تقریباً ہر حدیث میں صبح کاذب سے دھوکہ کھانے سے متنبہ فرمایا گیا ہے۔

سبب اشکال:

درحقیقت بروجی روشنی کی یہی خصوصیت ہی سبب اشکال ہے۔ چنانچہ محترم پروفیسر صاحب نے غیر معتدل خطوں پر قیاس فرما کر مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

''عین اسی طرح سے صبح کاذب بھی سال بھر تک ہر جگہ ہر مقام پر ساری دنیا میں نظر نہیں آتی ، اس لئے زوڈیکل لائٹ (بروجی روشنی) کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ چونکہ یہ روشنی کسی مقام پر تو سال بھر تک نظر

آتی ہے ،اور کسی مقام پر چند ماہ کیلئے نظر آتی ہے ،اس لئے اس کا اصطلاح شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، سراسر مغالطہ ہے‘‘ ....
....(صادق وصبح کاذب صفحہ نمبر ۱۲۴)

حالانکہ اس میں مغالطے کی کوئی بات نہیں ہے اوپر مستند حوالوں سے یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ صبح صادق سے پہلے صبح کاذب ضرور نمودار ہوگی ۔ یہ جو پروفیسر صاحب نے اعتراض سے بچنے کیلئے غیر معتدل خطوں کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ:

’’اسی طرح صبح کاذب کا بھی پورا سال کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے‘‘

'یہ قیاس مع الفارق کے قبیل سے ہے، کیونکہ پھر تو ان علاقوں میں صبح صادق اور کاذب کے علاوہ دیگر اوقات بھی مہینوں کے حساب سے تبدیل ہوتے ہیں تو کیا کوئی شخص انہی غیر معتدل ایام کا حوالہ دیکر صبح کاذب وصادق کے علاوہ باقی اوقات کے بارے میں یہ کہہ سکتا ہے کہ معتدل خطوں میں باقی اوقات میں بھی ان ہی (غیر معتدل) خطوں کی طرح بے ترتیبی اگر ہوگئی تو کوئی بات نہیں؟

اگر یہ بات درست نہیں جیسا کہ واقعی درست نہیں تو بعینہ اسی طرح غیر معتدل خطوں پر قیاس کر کے بروجی روشنی (بقول ان کے صبح کاذب) کے بارے میں یہ خیال بھی غلط ہے کہ................’’عین اسی طرح سے صبح کاذب بھی سال بھر تک ہر جگہ ہر مقام پر ساری دنیا میں نظر نہیں آتی‘‘ ....علاوہ ازیں قیاس صحیح بھی احادیث کے مقابلے میں حجت نہیں بن سکتا۔

ایک طرف مذکورہ بالا کلام میں احادیث اور بروجی روشنی کے آپس میں تصادم کو دیکھیں اور اب دوسری طرف اس کے حل کے طور پر کشف الغطاء کے علامہ صاحب کا

بیان ملاحظہ فرمائیں:

''فلکیات کے فنی قواعد کی رو سے بھی یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ فجر معترض سے پہلے اور اور شفق معترض ابیض کے بعد متصلا ہمیشہ فجر مستطیل وشفق مستطیل کو لازم قرار نہ دیا جائے''...

.....................(صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق ،ص۴۰)

غالبًا مؤلف صاحب نے مندرجہ ذیل عبارت ''فنی قواعد'' کے طور پر تحریر کی ہے:

''کیونکہ صبح صادق یعنی فجر معترض کے طلوع سے پہلے اور شفق ابیض کے غروب کے بعد سورج مختلف ایام میں مختلف مقامات پر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات اس کی مستطیل روشنی اوپر افق پر سیدھی ہونے کی بجائے افق کے دائیں بائیں یا نیچے مائل ہونے کے باعث نظر نہیں آسکتی''.................................(ایضاً صفحہ نمبر:۴۰ حاشیہ ۱)

حالانکہ لفظ ''بعض'' مکان وزمان کے ساتھ لگا کر اس سے کوئی فنی قاعدہ نہیں بن سکتا۔ علاوہ ازیں اگر ایسی کوئی بات ہے تو عرض بلد کی نشاندہی کرنا ضروری تھا کہ یہ فنی قانون کہاں تک نافذ ہوسکتا ہے اور کون سے علاقوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا، تاکہ بحث ان علاقوں کے حوالے سے کر کے وہاں تک ہی محدود کی جاتی۔مختصر یہ کہ چونکہ بروجی روشنی پر صبح کاذب کی تعریف صادق نہیں آتی لہٰذا اس کو صبح کاذب اور پھر اس کے بعد ظاہر ہونے والی روشنی صبح صادق قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

خلاصہ :

(۱) ''کشف الغطاء'' کے مؤلف نے کوشش کی کہ جواب فنی دیا جائے مگر وہ محض

ایک مبہم ''بعض مکان وزمان'' کے الفاظ دہرارہے ہیں۔حالانکہ فنی طور پر تو اس جواب کا کوئی تک ہی نہیں بنتا۔

(۲) یہی وجہ ہے کہ پروفیسر صاحب نے جواب فن کے بجائے قیاس سے دیا، وہ الگ بات ہے کہ وہ قیاس مع الفارق کے زمرے میں داخل ہوکر قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

(۳) مگراس کا ایک ہی حل ہے کہ احادیث کے عموم کو مدنظر رکھ کر ہر اس روشنی کے صبح کاذب ہونے سے انکار کیا جائے جس میں صادق کے ساتھ اتصال نہ پایا جاتا ہو۔ چنانچہ بروجی روشنی، صبح کاذب کی تعریف سے خارج ہوجائے گی۔

☆☆☆☆☆

حصّہ دوم

"کشف الغطاء" میں جوعنوانات زیر بحث لائے گئے ہیں، یہاں انہی عنوانات کو بعینہ قائم کرکے اس پر تبصرہ کیا گیا ہے، علاوہ ازیں "کشف الغطاء" میں جو بحث جن صفحات پر مشتمل ہے عنوان کے نیچے ان صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے۔

صبح صادق اور فجر حقیقی اور اس کی اہمیت

جیسا کہ ابتدائی صفحات میں گزر چکا ہے کہ تنقیدی تبصرے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس درجے کی بات ہوتی ہے اس کا وہی درجہ متعین کرنے کی کوشش کی جائے۔ لہٰذا یہاں ہم نے مؤلف صاحب کی طرف سے وقتِ فجر کی اہمیت کو سراہا کہ محترم نے وقت فجر کی اہمیت بیان کی ہے اور واقعی یہ نہایت اہمیت کا حامل وقت ہے اور بنا بر اختصار صرف فرضیت نماز کا اشارہ دے کر بات کو ختم کردی مگر انہوں نے اسے بھی رد کیا، اور ہمارے اس سراہنے کے بارے میں کہا'' اور ہماری کچھ باتوں کو دبے ہوئے انداز میں معترض صاحب نے درست بھی قرار دیا ہے'' (کشف الغطاء،۵۶) آگے ہمارے اس اختصار کے بارے میں لکھتے ہیں'' مگر اس میں بھی انصاف پسندی سے کام نہیں لیا'' (ایضاً) اور وجہ یہ بیان کی کہ صبح صادق کے ساتھ نماز فجر کے علاوہ نماز عشاء، وتر، روزے، فطرانے وغیرہ سب کے احکام متعلق ہیں، مگر معترض صاحب نے صرف نماز فجر پر اکتفاء کرکے باقی سب کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔

حالانکہ وہ شخص کیسے مسلمان ہوسکتا ہے کہ وہ شرعی احکام کے حوالے سے دن رات میں فرق نہیں کر پاتا، چہ جائے کہ وہ کسی دینی کام میں مصروف ہو۔ پھر مؤلف نے ہمارے اختصار کے بارے میں کیوں ایسا قلم چلایا:

''معترض صاحب نے اہمیت کو بیان کرتے ہوئے عشاء اور وتر اور تہجد کی

نماز کے اوقات کے اختتام اور روزے کے آغاز کا قطعاً ذکر نہیں کیا ،اور صرف نماز فجر تک اس کی اہمیت کو محدود رکھا'' آگے لکھتے ہیں:

''پس جن احکام کے ذکر کی معترض صاحب نے ضرورت نہیں سمجھی، ان کا معاملہ اتنا نازک ہے کہ ان کو صبح صادق سے ایک لمحہ مؤخر کرنے کی بھی اجازت نہیں ،اور طلوع صبحِ صادق کے ایک لمحہ بعد سے بھی وجوب اہلیت ومحلیت صدقہ فطر کا تعلق نہیں'' (ایضاً) آگے لکھتے ہیں:

''پس معترض صاحب کا اتنے اہم امور کونظرانداز کرنا ہرگز اعتدال و انصاف کے اصول پر مبنی نہیں''..................(کشف الغطاء:ص ۵۷)

آپ مؤلف کی بے چینی دیکھیں ، بات یہ ہے کہ ہم نے اپنا موضوع ''اہمیت صادق'' کا رکھا ہی نہیں جس میں ساری چیزیں جمع کرنا لازم ہو جائے ،جس کے لئے مؤلف اتنے بے چین ہیں، بلکہ مؤلف کو ہوش ہونا چاہئے کہ ہم نے ان کی ذکر کردہ اہمیت کا اعتراف کیا ہے ۔اب یہاں محض اعتراف بھی کافی تھا مگر ہم نے اشارۃً نماز فجر کا تذکرہ کر دیا،کیا ایسی صورت میں ایک عمل کی طرف اشارہ کرنے سے باقی کی نفی لازم آتی ہے؟ جسے محدود کا نام دے دیا۔مؤلف کو ''محدود'' کا مفہوم سمجھنا چاہئے کہ اس پر کسی چیز کی انتہاء ہو اب اگر ہم نے اہمیت صبح صادق کے حوالے سے دیگر امور کی نفی کی ہے پھر تو ہماری طرف سے یہ اس کی حد ہے، ورنہ اس طرز تحریر کو اکتفاء کہا جاتا ہے۔چنانچہ ہم نے اہمیت صادق کے لئے نماز فجر کے تذکرے پر اکتفاء کر دیا۔

مگر مؤلف کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ انہیں ہمارے قلم سے اچھی بات دیکھنا بھی برداشت نہیں ہوتا۔سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں جس میں کسی شخص کے اچھے فعل

کا اعتراف کیا جاتا ہو کیا اس کا سارا کلام من وعن نقل کرنا فرض ہوتا ہے، جسے نہ کرنے کے جرم میں، کوئی شخص کافر ہوجاتا ہے؟ ہم بے انصاف بن گئے؟ مؤلف تو ایسی باتیں کرتے ہیں کہ کسی کی بھلائی کے تذکرے میں آدمی پر سب کچھ فرض ہوجاتا ہے، اور ایسا فرض جس میں کمی سے آدمی کی جان چھڑانا مشکل ہوجائے۔ حالانکہ انسانیت واخلاقیات کا تقاضاء تو یہ تھا کہ اس مقام پر مؤلف مذکور شکریہ ادا کرتے۔ اس سے تو یہ بہتر تھا کہ ہم مؤلف کے اس خوبی کا تذکرہ ہی نہ کرتے۔

اس کے بعد ہم نے ایک فنی (فن تصنیف کی) کمزوری کی وضاحت کردی۔ حالانکہ یہ کوئی نظریاتی تنقید نہیں تھی۔ مگر اس پر بھی مؤلف صاحب ناراض ہی رہے وہ نکتہ یہ تھا کہ عنوان ''اہمیت'' کا ہے تو اس کے مندرجات بھی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے آنے چاہیئے نہ یہ کہ حقیقت وقت فجر اور اس کی تعریف ومراد کو پیش کئے جائے۔

اگر ہمارا یہ تبصرہ ٹھیک تھا تو مؤلف کو تسلیم کرنا چاہیئے تھا اور اگر بالفرض ٹھیک نہ بھی تھا پھر بھی اتنا غصہ مناسب نہ تھا کیونکہ یہاں نظریاتی پہلو کوئی نہیں پایا جاتا۔

مگر مؤلف آ کر اب ''کشف الغطاء'' میں فرماتے ہیں کہ ہم نے تو مندرجات اہمیت کے طور پر ہی ذکر کئے ہیں اور اس کے بعد نمبر وار تمام آیات واحادیث کا تذکرہ فرما کر اہمیت کی تھوڑی وضاحت پیش فرمائی، کیا ہی اچھا ہوتا کہ ''کشف الغطاء'' والی تشریحات پہلے ہی ''صبح صادق وکاذب کی تحقیق'' میں لکھتے ہوئے مضمون کو بمطابق عنوان بناتے، نہ ہمیں مزید تبصرہ کرنا پڑتا اور نہ اب یہ جواب پر جواب کا سلسلہ چلتا۔

اہمیت پردال عبارات :

مؤلف کوصبح صادق کی اہمیت کی باتیں ابھی ''کشف الغطاء'' میں یاد آگئیں چنانچہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) آیت کریمہ '' **والفجر ولیال عشر** '' کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فجر کی قسم اٹھانے سے صبح صادق وفجر حقیقی کی اہمیت معلوم ہوئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی قسم اٹھانا، اس چیز کی اہمیت وعظمت کی دلیل ہے.............................(کشف الغطاء ص:۱۸)

(۲) آیت کریمہ '' **ھی حتیٰ مطلع الفجر** '' کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دینے کے بعد بیان فرمایا ہے اور شب قدر کی فضیلت کا اختتام طلوع فجر پر بتلایا ہے، جس سے صبح صادق کی اہمیت معلوم ہوئی۔.............(کشف الغطاء ص:۵۸)

(۳) آیت '' **فالق الاصباح الخ** '' کے تحت لکھتے ہیں:

''اور یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور بالغہ کو ظاہر کرنے کے لئے بیان فرمایا ہے''.................................(کشف الغطاء، ص :۸۹)

(۴) آیت کریمہ: **قل اعوذ برب الفلق** کے تحت لکھتے ہیں؛

''یہ آیت بھی صبح صادق وغیر حقیقی کے عنوان سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی وعظمت بیان کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ حاصل کرنے کی تعلیم دے رہی ہے۔''

اوران سب کے آخر میں لکھا ہے کہ لہٰذا یہ آیات صبح صادق وفجر حقیقی کی اہمیت کے عنوان کے عین مطابق ہے۔

مؤلف نے واقعی آیات واحادیث نقل فرمائی ہیں،اور ظاہر ہے کہ اپنے موقع ومحل کے اعتبار سے آیات سے احکام،فضائل اوراہمیت سب معانی ہی لئے جاسکتے ہیں۔ مگرسوال یہ ہے کہ مؤلف نے ان آیات کوپہلی کتاب ''صبح صادق وکاذب اور وقت وعشاء کی تحقیق''میں نقل کرکے قارئین کوکیا نتیجہ دیا ہے...؟

لہٰذا کسی مصنف کی طرف سے آیات کونہیں بلکہ آیات کے بعداس کے اخذ کردہ نتیجہ وبیان کودیکھا جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہواکہ آیات بینات میں تو مفاہیم ومطالب کے سمندر موجزن ہوتے ہیں مگردیکھنا یہ ہوتا ہے کہ ان آیات وروایات کونقل کرکے لکھنے والا کیا بتانا چاہتا ہے؟ معاف فرمایئے منکرین حدیث اور دیگراہل باطل بھی تو آیات وروایات نقل کرکے اپنے نظریات کواچھال رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ آیات واحادیث کونقل کرکے اس پہلوکودیکھنا پڑتا ہے۔

ہماراسوال یہ ہے کہ اس قسم کے جملے پہلی کتاب (صبح صادق ۔۔۔کی تحقیق) میں کہاں درج ہیں،جس پر تبصرہ کرنے سے مؤلف ناراض ہوگئے ہیں؟ لہٰذا اب ''کشف الغطاء'' میں اس کی اہمیت پرکلام کا کوئی فائدہ نہیں۔

توضیح ومراد پردال عبارات :

بات یہ ہے کہ مؤلف نے''صبح صادق وصبح کاذب کی تحقیق''میں ان آیات وروایات کی آڑ میں کیا لکھا ہے؟ وہاں جوتحریر فرمایا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے: قارئین خود فیصلہ کریں کہ اس سے کیا مطلب نکلتا ہے،لکھتے ہیں:

(۱)وکلوا واشربوا حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض الخ کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں سفید دھاگے سے بیاض النہار مراد ہے الخ.....................

....(صبح صادق وکاذب کی تحقیق، ص:۱۰)

(۲)احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید میں دھاگہ سے اس کے حقیقی معنی مراد نہیں الخ .... (ایضاً ص:۱۱)

مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر میں خیط ابیض سے کی روشنی یعنی صبح صادق اور خیط اسود سے رات کا اندھیرا مراد لیا ہے۔.......(ایضاً ص: ۱۱)

(۳)حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

''اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خط اور صبح کی روشنی کو سفید خط کی مثال سے بتلا کر روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہو جانے کا صحیح وقت متعین فرما دیا...(ایضاً ص:۱۴)

(۵)حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اور لفظ خیط کے لانے میں اس طرف اشارہ کہ فجر کا ادنیٰ حصہ مثل دھاگے کے بھی ظاہر ہو جائے تو کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے۔...(ایضاً ص: ۱۵)

(۶)ان حوالوں کے بعد لکھتے ہیں:

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صبح صادق پر نہار شرعی کا آغاز ہو جاتا ہے ،اور اس سے پہلے وقت کو لیل کا حکم حاصل ہے، اور صبح صادق ہی اصل صبح اور حقیقی فجر ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح صادق طلوع ہوتے ہی

اس کا حکم شروع ہوجاتا ہے...............................(ایضاً ،ص:۱۵)

(۷) آگے لکھتے ہیں:

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے صبح صادق کے لئے مطلق فجر کے لفظ کا اطلاق فرمایا ہے، کیونکہ حقیقی فجر یہی ہے۔اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر فجر، صبح اور فلق سے اسی حقیقی فجر وصبح کو مراد لیا ہے، اور اس کا طلوع درحقیقت نہار شرعی کا مبداء ہے۔..............(ایضاً ،ص:۱۵)

(۸) آیت کریمہ " **والفجر ولیال عشر** " کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت میں فجر سے فجر حقیقی ہی مراد ہے، وہ الگ بات ہے کہ کسی خاص دن کی فجر مراد ہو...(ایضاً،ص: ۱۵)

(۹) آیت کریمہ'' **حتیٰ مطلع الفجر** '' کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت میں بھی مطلع فجر سے طلوع فجر یعنی صبح صادق کا مبدء مراد ہے''

....(ایضاً،ص:۱۵)

(۱۰) آیت'' **اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الخ** '' کے تحت لکھتے ہیں:

مفسرین کے نزدیک اس آیت میں قرآن الفجر سے فجر کی نماز مراد ہے.....

....(ایضاً،ص:۱۶)

(۱۱) آیت " **فالق الاصباح الخ** '' کے تحت لکھتے ہیں:

''جمہور کے نزدیک فالق الصباح سے نہار شرعی کا مبدء مراد ہے''............

.... (ایضاً،ص :۱۶)

(۱۲) نقل کردہ تمام آیات کے بعد لکھتے ہیں:

’’اس قسم کی آیات اور مفسرین وفقہائے کرام کی تصریحات کے پیش نظر اس بات میں شبہ نہیں کہ شریعت نے سورج کی مشرقی افق (آسمان کے زمین کے ساتھ ملے ہوئے کناروں) پر روشنی پڑنے کے ابتدائی لمحات کو نہار شرعی کا مبداء قرار دیا ہے، جو کہ افق پر ایک خط کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط افق یعنی آسمان کے زمین کے ساتھ متصل نظر آنے والے کناروں میں شمالاً وجنوباً ظاہر ہوتا ہے، احادیث میں اس کو معترض فرمایا گیا ہے، اور احادیث میں صبح صادق کی روشنی کی صفت مستطیر بتلائی گئی ہے، جس سے مراد منتشر ہونا ہے، اس لئے صبح صادق کی یہ روشنی بڑھتے بڑھتے اور پھیلتے پھیلتے دن کے اجالے اور پھر سورج کے ظہور کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اور صبح صادق کی یہ روشنی درحقیقت براہ راست افق پر سورج کی روشنی ہوتی ہے، کیونکہ نہار کا مدار سورج پر ہے، اور سورج نہار شرعی عرفی کی دلیل ہے، نہار شرعی میں افق پر اس کی روشنی کے طلوع وظہور کے اعتبار سے اور نہار عرفی میں بذات خود طلوع وظہور کے اعتبار سے۔‘‘......(صبح صادق وصبح کاذب اور وقت عشاء کی تحقیق: ص ۱۶، ۱۷)

خلاصہ : بالکل آخر میں ’’خلاصہ‘‘ کا عنوان قائم کر کے رقم طراز ہیں۔ اور یہ بات ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ خلاصہ میں پچھلے سارے کلام کا نچوڑ ہوتا ہے:

’’خلاصہ یہ کہ صادق کے معنی سچے اور کاذب کے معنی جھوٹے کے آتے ہیں، اور شریعت کی نظر اور امر واقع میں سچی، اصل اور حقیقی صبح وفجر جو نہار کا حصہ ومبدء ہے وہ ایک ہی ہے دو نہیں ہیں، اور اسی لئے وہ صادق و سچی ہے، اور

کاذب شریعت کی نظراورامرواقع میں کسی بھی جہت سے صبح نہیں ہے، بلکہ وہ حقیقی وصادق اور کامل طریقہ پرلیل میں داخل ہے، البتہ کسی کواس کے صبح ہونے کی غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے،اوراس کے متعلق صبح ہونے کا غلط ہونے کا تصور قائم ہوسکتا ہے، اس لئے شریعت نے اس غلط فہمی اور غلط تصور کی اصلاح ودرستگی کے لئے اصل وحقیقی صبح وفجر کو صادق کی صفت کے ساتھ موصوف کرکے اس کے صبح وفجر ہونے کی تکذیب کردی ہے،اوراس سے زیادہ اس کی اورکوئی حیثیت نہیں''...................... (ایضاً : ص:۱۹)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کتنے مقامات ہیں،جن میں صبح صادق کی اہمیت بات ہورہی ہے؟ کیاان سب میں اس کی تعریف وتوضیح کا تذکرہ نہیں کیا جارہاہے؟ علاوہ ازیں آیات وروایات کے بعدتفریعی کلام اورپھر پانچ چھ صفحات پر پھیلے ہوئے (بقول محترم صبح صادق کی اہمیت پرمبنی)مضمون کے خلاصے کومطالعہ فرمائیں،اس میں کہیں ''اہمیت'' نامی کوئی چیزنظرآرہی ہے؟ کیاسارابیان صبح صادق وکاذب کی تعریف وتوضیح پر مشتمل نہیں ہے؟

یہی وہ عبارات تھی مؤلف کی پہلی کتاب کی اورہم نے ان مقامات پرتبصرہ کرکے یہ بتایا تھا کہ عنوان''اہمیت'' کا ہے مگراس کے تحت مندرجات اس کے موافق نہیں ہیں،اس پرمؤلف نے ناراض ہوکر''کشف الغطاء''میں نہ صرف یہ کہ بے جادفاع کی کوشش کی بلکہ الٹااس ناچیز کے لئے ہتک آمیز جملے استعمال کرکے اپنے قلم کے ساتھ بھی ظلم کیا۔

انصاف کہاں ہے؟

اور پھر دفاع کا ایسا منصفانہ طریقہ منتخب فرمایا کہ ''کشف الغطاء'' میں آیات کو تو نقل کی، جن سے اہمیت پر ابھی استدلال کر کے اپنی دفاع کے لئے کافی سمجھا اور جو عبارات ہم نے اوپر نقل کئے اس طرف ان کے قلم کو دیہان ہی نہیں رہا۔ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ دوسروں کو طعنے دینے والے کیسے ان عبارات سے پھلا نگتے ہوئے آگے گزر جاتے ہیں جہاں پر خود ان کے موقف پر زد پڑتی ہے۔ مؤلف مذکور کی ایمانداری کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ ہم نے پچھلے صفحات میں ''توضیح ومراد پر دال عبارات'' کے تحت جو عبارات نقل کی ہیں ان میں سے اکثر ہم نے اپنے تبصرے ''کشف الغشاء'' میں بھی نقل کی ہیں مگر مؤلف صاحب نے اس طرف توجہ ہی نہیں فرمائی۔

گزارش :

کشف الغطاء کے قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس مقام کا مطالعہ ''کشف الغشاء'' میں ضرور فرمائیں۔ (ملاحظہ: ص ۴۰ تا ۴۵)

(۲)

صبح صادق وکاذب کی حدتام ورسوم ناقصہ وتعبیرات مختلفہ

(صفحہ نمبر ۶۳...تا.....صفحہ نمبر ۸۵)

یہاں ’’کشف الغطاء‘‘ کے مؤلف نے جس دیانت داری، خدا خوفی اور حق گوئی کا مظاہرہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے ۔ یہاں بھی مؤلف نے حسب معمول ہماری عبارات میں نہایت دلیری کیساتھ قطع وبرید کا ارتکاب کیا ہے علاوہ ازیں یہاں ہر پیراگراف کا جواب دینا ضیاع وقت اور مسلمان بھائی کی پردہ دری کے سوااور کچھ نہیں ۔لہذا ہم یہاں ’’کشف الغشاء‘‘ کے تبصرے کو الحمد للہ سو فیصد کافی سمجھتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو’’کشف الغشاء‘‘ص: 45 تا ص: 69، علاوہ ازیں اپنی اس مجبوری پر’’ کشف الغطاء‘‘ سے ایک دو مثالیں پیش کریں گے۔

مثال نمبر ۱ : ’’کشف الغطاء‘‘ کے حق گو اور دیانتدار مؤلف تحریر فرماتے ہیں:

’’اور شاید اسی پریشانی کے باعث معترض صاحب نے احادیث میں اذانِ بلالؓ کے الفاظ سے مسامحت اختیار کر کے صرف بیاض مستطیل کے الفاظ پر اکتفاء کرنے میں عافیت سمجھی، اور لفظ ’’حتیٰ‘‘ کی غایۃ ومغیا کی بحث کو بلاوجہ طول دیا‘‘ ....(کشف الغطاء ص:۶۹)

حالانکہ ہم نے ’’کشف الغشاء‘‘ کے صفحہ نمبر ۵۵ تا ۵۷ میں مندرجہ ذیل احادیث نقل کی ہیں:

(۱)عَـن عَبـدِ الـلّٰـه بنِ مسعودٍؓ قَال قَال رَسُولُ اللّٰه ﷺ لَا یَـمنَعَنَّ احَدَکُم اذَانُ بلالٍ مـنُ سُـحُـورَةٍ فاِنّه یُؤَذِّنُ اوُ قَال ینُادِی لیَرُجِعَ قائِمُکم وَیَنتبَه نَائمُکم ولَیسَ الفجرُ ان یَقولَ هـکـذا وجَـمـعَ یـحـیٰ کـفَّـه حتّٰی یقول هکذا ومدَّ یحیٰ باصُبعَیُهِ السّبابَتَینِ ....(رواہ ابودؤد فی کتاب الصوم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلال کی اذان سننے سے سحری کھانا مت چھوڑیں، کیونکہ بلال اذان اس لئے دیتے ہیں تاکہ تہجد پڑھنے والے گھر چلے جائیں اورسوئے ہوئے جاگ اٹھے۔اور یحیٰ نے مٹھی بند کرکے فرمایااسی طرح فجر نہیں ہوتی ، بلکہ انگلیاں دائیں بائیں کھول کرفرمایا(فجر صادق)اسی طرح ہوتی ہے۔

(۲) عـن عبـد الـلـه بن سوادة القشیری عن ابیه قال سمعتُ سـمُـرـةَ بـنَ جـنـدُبٍ یَـخـطُـبُ و هو یقُولُ قَال رسُو لُ اللّٰهِ لایَـمـنَـعَـنّ من سحُورِکم اذَانُ بلالٍ ولَا بیـاضُ الُافـقِ الذّی هٰکذا حتّٰی یَستَطیرَ.......................(ایضاً)

ترجمہ: عبداللہ بن سوادۃ اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے سمرہ بن جندبؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلال کی اذان یاافق پرسیدھی روشنی آپ کوسحری کھا

نے سے نہ روکے، یہاں تک کہ وہ روشنی افق پر عرضاً پھیل جائے۔

(٣) عـن سـمرةؓ قال قال رسو لُ اللّٰه ﷺلا یغُرّنّکُم اذانُ بلالٍ ولَا ھٰـذاَ البَیَـاضُ لِعـمُـودِ الـصُّبحِ حتــیّٰ یَسُتَطِیـرَ ھٰکذا(رواہ مسلم)

ترجمہ: آ پکو بلالؓ کی اذان اور یہ آسمان کی طرف اونچائی میں جاتی ہوئی روشنی دھوکہ میں نہ ڈالے یہاں تک کہ یہ پھیل جائے۔

(٤) وعـن سـمـرـةؓ قـال قـال رَسوُ لُ اللّٰه ﷺلا یغرّنکم اذانُ بلالٍ ولا ھٰـذا البیـاضُ حتـیٰ یَـنُـفَـجـرَ الـفَـجرُ ھٰکذا وھٰکذا مـعتَـرِضاًقال ابودؤد وبسط یدَیہِ یَمینِاً وشمَالاًماداً یَدیُہِ (رواہ النسائی)

ترجمہ: آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے بلالؓ کی اذان اور نہ یہ سفید روشنی یہاں تک کہ یہ چھوڑائی میں فجر ہو کر پھیل جائے۔

(٥) .عن عائشةؓ اَن ّ بـلالاً کاَن یُؤذِّنُ بـلَیلٍ فقَال رَسُولُ ﷺ کُـلُـوا واشُـرَبُـوا حتَـیّٰ یُؤذِّنَ ابنُ امِّ مَکتوُمٍ فاِنَّه لَا یُؤذِّنُ حتیّٰ یَطلُعَ الُفَجرُ قال القَاسمُ و لَمُ یَکُن بَّینَ اَذَانِہما اِلّا اَنُ یَرُقیٰ ذاَ وَ یَنُزِلُ ذَا (رواہ البخاری)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ بلالؓ رات میں اذان دیتے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھاؤ پیو جب تک ابن ام مکتومؓ اذان

نہ دے کیونکہ وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے جب تک فجر طلوع نہ
ہو جائے۔ اور قاسم نے کہا ان دونوں اذانوں کے درمیان بس اتنا ہی
فرق ہوتا تھا کہ ایک چڑھے اور دوسرا اترے۔
(کشف الغشاء'' صفحہ نمبر۵۵ تا ۵۷)

تبصرہ :

کیا مذکورہ بالا احادیث میں بیاض مستطیل کے ساتھ اذانِ بلال کا تذکرہ نہیں ہے؟ کیا ہم نے صرف بیاض مستطیل کی روایات نقل کر کے اس میں عافیت سمجھی ہے؟
اگر مذکورہ بالا روایات ''کشف الغشاء'' میں موجود ہیں اور ان میں بیاض مستطیل کے ساتھ اذان بلالؓ کا بھی تذکرہ پایا جاتا ہے تو پھر بڑے نیک اور پارسا کی طرف سے کیا مندرجہ ذیل کلام کا جواز بن سکتا ہے؟

''اور شاید اسی پریشانی کے باعث معترض صاحب نے احادیث میں اذانِ بلالؓ کے الفاظ سے مسامحت اختیار کر کے صرف بیاض مستطیل کے الفاظ پر اکتفاء کرنے میں عافیت سمجھی،..................(کشف الغطاء ص:۶۹)

مثال نمبر (۲) کشف الغطاء کے مؤلف لکھتے ہیں:

''آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ: صبح کاذب وصادق ایک ہی منظر کے دو حصے ہیں'' معترض صاحب کی یہ بات احادیث کی رو سے بدیہی البطلان ہے، کیونکہ احادیث میں ایک کو مستطیل، اور دوسری کو معترض ومستطیر بتلا کر ان کے مناظر میں بھی فرق کر دیا گیا ہے....(کشف الغطاء، ص:۷۳)

ہم نے جس ''ایک منظر'' کی بات لکھی ہے اس سے مرادرات کے اندھیرے کے بعد روشنی کے ظہور وتبدیلی کا منظر ہے یعنی اوّل روشنی نمودار ہوتی ہے مستطیل صورت میں، پھر یہ معمولی وقفے کے لئے غائب ہوکر دوسری صورت میں نمودار ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ پوری رات کے اندھیرے کی بنسبت آخر میں ایک ہی منظر دکھائی دیتا ہے ، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دونوں (فجرین) ایک جیسے ہوتی ہیں۔اس منظر کو ہم نے الحمدللہ بیسوں مرتبہ دیکھا ہے۔

مؤلف محترم نے چونکہ ایک قدم بھی باہر جا کر مشاہدے کے لئے نہیں رکھا ہے تو مناظر کو نہ سمجھنے میں اس کا کیا قصور ہے؟ جب ایک حالت کسی شخص پر گزری ہی نہ ہوتو اس نے اس کی حقیقت خاک سمجھنا ہے۔مثلاً غیر شادی شدہ شخص ہزار کتابیں پڑھے اسے شادی شدہ شخص کے ایک لمحے کی کیفیت بھی اپنے علم وفلسفے کے بل بوتے نصیب نہیں ہوسکتی۔یہی کچھ حالت ہمارے محترم مؤلف کی ہے کہ وہ بے چارہ گھر بیٹھ کر ہی آسمان کی باتیں لکھ رہے ہیں اور نہ صرف لکھ رہے ہیں بلکہ شادی شدہ لوگوں کو عقل بھی سکھا رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مؤلف نے ہماری کتاب ''کشف الغشاء'' سے ایک مختصر جملہ نکال کر بے جا طعنوں کے لئے جواز بنایا ہے، جملہ یہ ہے:

'' صبح کاذب وصادق ایک ہی منظر کے دو حصے ہیں'' ہم یہ جملہ سیاق وسباق کے ساتھ نقل کر کے انصاف ودیانت کا فیصلہ قارئین کے حوالہ کررہے ہیں۔

' ''تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج میں علامہ ابن حجر ہیتمیؒ صحیح مسلم کی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہوئے '' حتیٰ یستطیر'' کا معنیٰ واضح کرتے

ہیں:”وفی خبر مسلم(لا یغرنکم اذان بلال و لا ھذاالعارض لعمود الصبح حتی یستطیر)ای ینتشر ذالك العمود ای فی نواحی الافق“ .... (تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج، کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: اور مسلم کی حدیث (آپ کو بلالؓ کی اذان اور یہ عارض اونچی صباح دھوکے میں نہ ڈالے یہاں تک کہ یہ پھیل جائے) یعنی وہی عمودی بیاض ہی افق میں پھیل جائے۔

علامہ صاحب نے بھی حدیث رسول ﷺ کے الفاظ مبارک ”حتی یستطیر“ کا مصداق ”ای ینتشر ذالك العمود“ کہہ کر یہ بات واضح فرمادی کہ صبح کاذب کی روشنی صبح صادق تک باقی رہے گی۔اسی حدیث کے حوالے سے آگے تحریر فرماتے ہیں:

”ثانیھما انه ﷺ اشار بالعارض (ای فی الحدیث المذکور، قاسمی) الیٰ ان المقصود بالذات ھو الصادق و ان الکاذب انما قصد بطریق العرض لیتنبه الناس به لقرب ذالك فیتھیئو الیدرکو افضیلة اول الوقت لاشتعالھم بالنوم الذی لولا ھذه العلامة لمنعھم ادراك اولالوقت۔فالحاصل انه نور یبرزه الله من ذالك الشعاع ،او یخلقه حینئذ علامة علی قرب الصبح و مخالفاله فی الشکل لیحصل التمیزو تتضح العلامة العارضة من المعلم علیه المقصود

(تحفة المحتاج فی شرح المنھاج ،کتاب الصلوٰة)

ترجمہ : دوسری بات یہ کہ (حدیث میں لفظ) عارض سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ دراصل مقصود صبح صادق ہے کیونکہ کاذب کا تذکرہ اس

لئے مقصودی سمجھا گیا کہ (صادق کے ساتھ) اس کی قربت کی وجہ سے لوگ متنبہ ہوکر صبح صادق کے اول وقت کی فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے تیاری شروع کرلیں گے، کیونکہ اگر یہ (صبح کاذب والی) علامت نہ ہوتی تو لوگ نیند میں مشغول ہوکر صبح صادق کے اول وقت کی فضیلت سے محروم ہوجاتے۔پس حاصل یہ کہ یہ (کاذب) ایک روشنی ہے جواللہ تعالیٰ اسی (سورج کی) شعاع سے پیدا کردیتا ہے یا اسے اللہ تعالیٰ اس وقت پیدا فرمادیتا ہے جب کہ یہ علامت کے طور پر صبح صادق کی قریب ہواور شکل میں اس کی مخالف ہوکر دونوں میں فرق اور مقصود کے حصول کے لئے علامت بن سکے''۔

سبحان اللہ !اب تو حقیقت بالکل بے نقاب ہوگئی کہ صبح کاذب اور صبح صادق کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ الحمدللہ بندہ نے پچھلے کسی صفحہ پر یہ تقریر لکھی ہے کہ بنیادی طور پر الفجر فجران کے رو سے صبح کاذب وصادق ایک ہی منظر کے دو حصے ہیں یہی وجہ ہے کہ فقہاء کے علاوہ ماہرین فن متقدمین بزرگوں نے بھی تحریر فرمایا ہے''الفجر فجران''، مگر حکمت بالغہ کے تحت شرعی احکام اس کے دوسرے حصے (یعنی بیاض مستطیر) کے ساتھ متعلق فرمائے گئے۔اللہ اکبر! اسی حکمت کی طرف علامہ ہیتمیؒ نے حدیث ہی سے استشہاد کرکے راہنمائی فرمائی جس سے یہ بات تو کم ازکم واضح ہوگئی کہ صبح کاذب رات کے کہیں درمیان میں طلوع ہوکر غائب نہیں ہونا چاہیئے بلکہ احادیث کی رو سے فجرین کا یہ مجموعہ رات کے اخیر میں ظاہر ہونا چاہیئے جس میں پہلے کی صورت وکیفیت دوسرے سے جدا ہوگی''.........(کشف الغشاء ص ۴۳)

اور یہ بات علامہ ہیثمیؒ نے حدیث کو بنیاد بنا کر پیش فرمائی ہے کہ فجرین کا مجموعہ رات کی اخیر میں طلوع ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس مجموعہ فجرین کو ہم نے ایک منظر کے نام سے تعبیر کیا۔ اب اس میں کونسے دن رات کر دئے گئے جو احادیث کی رو سے بدیہی البطلان قرار پائے؟

مثال نمبر (۳):

ہم نے ''کشف الغشاء'' میں مؤلف صاحب سے سوال کے طور پر مندرجہ ذیل عبارت تحریر کی تھی :

> یہاں سوال یہ ہے کہ جب اس بات میں نزاع ہی نہیں کہ صبح کاذب کے ساتھ کوئی حکم دن کا متعلق نہیں ہے اور اس کا حکم بالکل رات کا ہی ہے تو پھر اس متفق علیہ حقیقت کے باوجود کتاب مذکور میں حقیقی لیل ، حقیقی لیل ، صبح ایک ہی ہے ، کاذب صبح یا فجر ہے ہی نہیں جیسے دعووں پر اتنا زور کیوں دیا جا رہا ہے؟ ۱۸ یا ۱۵ درجے کے اختلاف میں ایسی بعید تر استنباطات کا سہارا کیوں لیا جا رہا ہے؟ وہ کون سی مجبوری تھی جس کی خاطر اتنا غور و فکر بروئے کار لایا گیا؟ (کشف الغشاء، ص :۶۰)

مؤلف نے ادھر اُدھر کی باتیں بہت تحریر کی ہیں مگر مطلب کی بات گول مول فرما گئے۔ مؤلف پر لازم تھا کہ مذکورہ بالا عبارت کا علمی جواب قلم بند فرما دیتے ، انہوں نے الٹا ہم سے سوال کر کے بات کو الجھانے کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''مگر یہ سوال کسی دوسرے پر عائد ہونے کے بجائے خود معترض صاحب پر

عائد ہوتا ہے کہ بقول ان کے جس بات میں نزاع ہی نہیں ،اور جو متفق علیہ
حقیقت ہے،تو پھر اس سے معترض صاحب کو اس قدر پریشانی کیوں لاحق
ہے؟" .... (کشف الغطاء:ص:۴۷)

چلو ہم اپنا جواب دے دیتے ہیں باقی مؤلف جانے اوران کا حلقہ معتقدین۔ ہم متفق علیہ حقیقت پر نہیں پریشان ،ہم نے جس چیز کا نوٹس لیا ہے وہ مذکورہ بالا ایجاد کردہ اصطلاحات ہیں۔ہم سمجھتے ہیں کہ شارع علیہ السلام نے صبح کی دو قسمیں فرماتے ہوئے انہیں کاذب وصادق کی صفات کے ساتھ موسوم فرمایا اور آج تک اس موضوع پر استنباط واستدلال کے لئے یہی کافی سمجھا گیا۔مگر مؤلف صاحب کو اس پر قناعت نہیں رہی بلکہ مزید سات آٹھ نام نکال لائے ۔ چنانچہ اس کاروائی پر ہمارا تبصرہ یہ تھا کہ ان اصطلاحات جدیدہ کے پیچھے کچھ فاسد عزائم کارفرما ہیں،اوراگر کوئی اس بات کے ساتھ متفق نہیں ہے تو پھر بتائے کہ چودہ صدیاں گزرنے کے بعد اتنے اہتمام کیساتھ ان اصطلاحات کو گھڑنے کی کیا ضرورت درپیش آئی ؟ گویا مؤلف نے جب ان اصطلاحات کا اضافہ کیا تو اس کی ضرورت وفائدہ بھی اس کو بتانا پڑے گا۔لہٰذا جب تک اس سوال کا معقول جواب سامنے نہیں آتا اس موضوع پر دائیں بائیں کی باتیں تحریر کرنا لوگوں کو اندھیرے میں رکھنے کے مترادف ہوگا۔

نوٹ :

اس عنوان کے تحت مؤلف نے ''کشف الغطاء'' میں جو لکھا ہے،طوالت کے خوف سے ہمارے لئے بہت مشکل ہے کہ ہر پیراگراف کا اتنی تفصیل کے ساتھ جواب

دیں۔لہذا ہم انہی موضوعات پر اپنا پہلا تبصرہ ''کشف الغشاء'' بلاکم وکاست کافی سمجھتے ہیں۔قارئین وہاں رجوع فرمائیں۔درحقیقت اوپر جو دو،تین مثالیں ذکر کی ہیں ان کی بھی ضرورت نہیں تھی یہ بھی ''کشف الغشاء'' میں موجود تھیں۔مگر ثبوت کے طور انہیں نقل کرنا ضروری سمجھا۔اور یہی وجہ ہے کہ یہ جوابات اکثر ''کشف الغشاء'' ہی سے ماخوذ ہیں ۔

☆☆☆☆☆

صبح صادق کی بیاض،معترض اوراس کی صفت مستطیر یعنی منتشر ہے

(صفحہ نمبر۸۶...تا...۸۸)

اس عنوان کے تحت ہم نے ''کشف العشاء'' میں یہ تبصرہ کیا تھا کہ ''اس میں کوئی نزاع نہیں'' اور یہ اس لئے لکھا تھا کہ شرعی طور پر صبح صادق کی یہی تعبیر ہے کہ اس کی روشنی افق میں بصورت مستطیر ومعترض ہوا کرتی ہے۔تو اس کا جواب لکھتے ہوئے مؤلف صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اگر واقعتاً اس میں معترض صاحب کو کوئی نزاع نہیں تو اگر ۱۸ ڈگری پر ظاہر ہونے والی روشنی کا فنی اعتبار سے معترض ،اور اس کا مستطیر یعنی منتشر ہونا

ثابت ہو،تو اس کے صبح صادق ہونے میں بھی کوئی نزاع نہیں ہونا چاہئے۔‘‘

(کشف الغطاء،ص:۸۶)

جواباً عرض ہے:

کہ اگر واقعی ۱۸ درجے پر روشنی کا مستطیر اور معترض ہونا ثابت ہو جائے تو ہم کبھی بھی ۱۸ درجے پر صبح صادق ہونے میں نزاع نہیں کریں گے۔مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

مؤلف صاحب کو اگر اتنا یقین ہے تو ممکن ہے، کیونکہ ان کے نزدیک فن ہی سب کچھ ہے انہوں نے تو فن سیکھ کر ہی مسلمانوں پر احسان فرمایا ہے۔جب فن نہیں تھا تو پتہ نہیں اس وقت امت مسلمہ پر کیا گزرتا ہوگا یہ شکر ہے کہ اب سائینسدانوں بالخصوص انگریزوں ، یہودیوں ،عیسایوں نے اس کی مزید تشریح کر کے ہمیں انسائکلو پیڈیا زعطا فرمائی ہیں۔پھر اس پر لاکھ شکر واحسان ان کا کہ ہمارے مفتیان حضرات نے ان سے کسب فیض کر کے شرف تلمذ حاصل کیا۔لہٰذا مؤلف اگر اس پر عقیدہ رکھے تو وہ اس میں حق بجانب ہیں کیونکہ حق تلمذ بھی تو ادا کرنا چاہئے۔اس لئے مؤلف فرماتے ہیں ’’تو اگر ۱۸ ڈگری پر ظاہر ہونے والی روشنی کا فنی اعتبار سے معترض،اوراس کا منتشر ہونا ثابت ہو‘‘

مگر الحمد للہ ہمارا نظریہ یہ نہیں ہے کہ فن سب کچھ ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ فن ایک معاون ضرور ہے جب یہ شریعت کے موافق ہو، ہاں جب ان دونوں کے درمیان تضاد آجائے تو وہاں فن کو خیر آباد کہنا پڑے گا وہاں بے شک شرعی بات ذہن نہ تسلیم کرے لیکن اس کے باوجود فن کو نہیں شرعی بات کو گلے لگانا پڑے گا۔

چنانچہ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کا معترض ہونا (جب **فنی اعتبار سے نہیں بلکہ**) **مشاہدہ** سے ثابت ہوجائے تو تب ۱۸ درجے پر صبح صادق ہونے میں نزاع نہیں کیا جائے گا۔لہٰذا مؤلف ۱۸ درجے پر تفصیلی مشاہدہ کرکے، واضح ثبوت پیش فرمائیں۔

مشاہدات ؟

ہمیں نہیں پتہ کہ محترم مؤلف نے کتنے مشاہدات کئے ہیں، کہ واقعی انہوں نے ۱۸ درجے پر موجود روشنی معترض اور مستطیر دیکھی ہے یا نہیں؟ مگر ان کی تحریریں بولتی ہیں، کہ انہیں آج تک مشاہدات کی توفیق نہیں ہوئی۔

نوٹ : اوقات نماز کے حوالے سے فن کی شرعی حیثیت کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا ایک رسالہ بعنوان ''نقشہ اوقات میں اختلاف اور سائنس کا کردار'' (زیر اشاعت)

☆☆☆☆☆

صبح صادق وکاذب کے بارے میں

رسومِ ناقصہ اوران میں تطبیق

........صفحہ نمبر۸۹ تا صفحہ نمبر۱۰۵ ....

اس عنوان کے تحت کشف الغطاء کے علامہ صاحب نے جس دیانت داری کا مظاہرہ فرمایا ہے اس کا اندازہ نہ یہاں لگانا ممکن ہے اور نہ وہ کشف الغطاء کے مطالعہ سے سمجھ میں آسکتا ہے بلکہ اس کی قلعی تب کھلے گی جب اس بحث کو کشف الغشاء میں ملاحظہ کی جائے۔لہٰذا قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس بحث کے لئے ملاحظہ فرمائیں ''کشف الغشاء'' (صفحہ: ۷۱تا۱۰۴) یہاں ایک مثال پر اکتفاء کیا جارہا ہے۔

مثال (۱): صبح کاذب اور صادق کے درمیان مقدار بتاتے ہوئے علامہ شامیؒ نے مرحوم شیخ خلیل کاملی کا حوالہ نقل کیا ہے: **" ان التفاوت بین الشفقین بثلاث درجه کما بین فجرین... (رد المختار جلد ۱ صفحه ۳۶۱)**

ترجمہ: یعنی دونوں شفق (بیاض وحمرۃ) اور فجرین (فجر کاذب وفجر صادق) کے درمیان صرف ۳ تین درجے کا فرق ہوتا ہے۔اس کی توجیہ کرتے ہوئے کشف الغطاء کے مؤلف صاحب لکھتے ہیں:

''معترض صاحب پر لازم ہے کہ اس عبارت میں معتبر دلیل سے فجرین سے کاذب وصادق مراد ہونا اور اس صورت میں بھی اس تفاوت کا کاذب کے ظہور یا غیوب سے صادق کے طلوع تک کے مابین ہونا متعین کریں۔ کیونکہ جس طرح شفقین سے اس عبارت میں احمر وابیض مراد ہے، اسی طرح فنی اعتبار سے اس کے مدِ مقابل فجرین میں بھی احمر وابیض مراد ہونے کا احتمال ہے۔ اور کاذب وصادق مراد لینے کی صورت میں یہ بھی کہ وہ وقفہ کاذب کے ظہور سے صادق کے طلوع تک کے مابین ہو، یا کاذب کے غیوب سے صادق کے طلوع کے مابین ہو۔.............................. .... (کشف الغطاء ص:۱۰۰)

علامہ صاحب کا شمار چونکہ ماہرین فن میں سے ہیں اس لئے فنی توجیہات و اعتبارات کی طرف توجہ پہلے فرماتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی مؤلف صاحب نے شامیؒ کی تشبیہ کو فنی قرار دے کر فجرین کی واضح مراد کاذب وصادق کی بجائے فجر صادق وفجر حمرۃ کا احتمال ذکر کیا ہے۔ حالانکہ محترم مؤلف اگر اس عبارت کے ماقبل پورے مضمون کو شامی میں مطالعہ فرماتے تو آج انہیں فنی توجیہات کا سہارا لے کر فجر احمر کو صادق کے ساتھ نہ ملانا پڑتا۔ شامی میں بحث یوں شروع ہوئی ہے:

(قَوۡلُهُ :وَهُوَ الۡبَيَاضُ إلَخۡ) لِحَدِيثِ مُسۡلِمٍ وَالتِّرۡمِذِيِّ وَاللَّفۡظُ لَهُ " (لَا يَمۡنَعَنَّكُمۡ مِنۡ سُحُورِكُمۡ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الۡفَجۡرُ الۡمُسۡتَطِيلُ وَلَكِنۡ الۡفَجۡرُ الۡمُسۡتَطِيرُ) " فَالۡمُعۡتَبَرُ الۡفَجۡرُ الصَّادِقُ وَهُوَ الۡفَجۡرُ الۡمُسۡتَطِيرُ فِي الۡأُفُقِ :أَيۡ الَّذِي يَنۡتَشِرُ ضَوۡءُهُ فِي أَطۡرَافِ السَّمَاءِ

لَا الْكَاذِبُ وَهُوَ الْمُسْتَطِيلُ الَّذِى يَبْدُو طَوِيلًا فِى السَّمَاءِ كَذَنَبِ السِّرْحَانِ أَىُ الذِّئْبِ ثُمَّ يَعْقُبُهُ ظُلْمَةٌ .(فَائِدَةٌ) ذَكَرَ الْعَلَّامَةُ الْمَرْحُومُ الشَّيْخُ خَلِيلُ الْكَامِلِىُّ فِى حَاشِيَتِهِ عَلَى رِسَالَةِ الأسطرلاب لِشَيْخِ مَشَايِخِنَا الْعَلَّامَةِ الْمُحَقِّقِ عَلِىٍّ أَفَنْدِى الدَّاغِسْتَانِىِّ أَنَّ التَّفَاوُتَ بَيْنَ الْفَجْرَيْنِ وَكَذَا بَيْنَ الشَّفَقَيْنِ الْأَحْمَرِ وَالْأَبْيَضِ إِنَّمَا هُوَ بِثَلَاثِ دُرَجٍ . ...

.... (رد المختار جلد ۱ صفحه ۳٦۱)

ترجمہ: (قولہ،اوروہ بیاض الخ) مسلم اور ترمذی کی حدیث ہے کہ ''بلال کی اذان اور فجر مستطیل تمہیں سحری کھانے سے منع نہ کرے، ہاں لیکن فجر مستطیر'' پس معتبر صبح صادق ہےاوروہ افق میں فجر مستطیر ہے: یعنی وہ فجر جس کی روشنی آسمان کے اطراف میں پھیل جائے،(اورمعتبر صبح) کاذب نہیں،اوروہ(فجر) مستطیل ہے جوکہ آسمان میں بھیڑئے کی دم کی طرح طولانی شکل میں ظاہرہوتی ہے، پھراس کے بعداندھیرا آجاتا ہے۔ فائدہ: علامہ مرحوم شیخ خلیل کاملی نے شیخ محقق علی آفندی داغستانی کی کتاب اسطرلاب کے حاشئے میں ذکرکیا ہے کہ فجرین کے درمیان تفاوت مثل اس تفاوت کے ہے جوکہ شفقین یعنی احمراور شفق ابیض کے درمیان ہےاوروہ مقدارتین درجات کی ہے۔

عبارت بالاسے بالکل واضح ہے کہ شامی میں بحث صبح کاذب اورصادق کی ہورہی ہے۔اوراسی کے آخرمیں فائدہ کےتحت ''فجرین'' کے درمیان وقفے کی بات

چھیڑ دی۔ پور عبارت پڑھیں فجر احمر کا اشارہ تک اس میں نہیں ہے، اور ایسا کیوں ہو کہ کسی نے آج تک فجر احمر کی شرعی طور پر کہیں بحث ہی نہیں کی، چنانچہ یہ فجرین کی مراد کاذب وصادق پر صریح دلیل ہوگئی۔ اب یہ عبارت قرآن کی تو ہے نہیں نہ حدیث کی ہے کہ اس کی تشریح میں قرآن یا حدیث سے صریح دلیل پیش کی جائے۔ علامہ شامی کی بات ہو رہی تھی اور علامہ شامی کی عبارت ہی میں کاذب وصادق کی صراحت موجود ہے۔ مگر محترم اس طرف التفات فرمانے کی بجائے فنی احتمالات نکالنے کے درپے ہیں۔

تفاوت سے مراد؟

علاوہ ازیں یہ بات بھی تشبیہ میں بالکل واضح ہے کہ ۳ درجے کی تفاوت سے مراد صبح کاذب کے ظہور اور صادق کے طلوع کے درمیان وقفہ ہے نہ یہ کہ کاذب کے غیوب اور صادق کے طلوع کے درمیان تفاوت۔ کیونکہ حمرۃ اور بیاض شفق جس صورت میں اور جس مقدار میں غائب وظاہر ہوتے ہیں اسی طرح فجرین یعنی کاذب اور صادق طلوع ہونے چاہئے۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ شفقین میں سے حمرۃ اور بیاض کے درمیان کوئی اندھیرا نہیں ہوتا چہ جائیکہ اسے ۳ درجے طویل قرار دیا جائے بلکہ دونوں کے اختتام ہی میں ۳ درجے کا فرق ہے۔ لہٰذا بعینہ اسی طرح بالعکس فجرین کے طلوعین کے درمیان ۳ درجے کا فرق ہونا ضروری ہے۔ یعنی صبح کاذب کا ظہور ہو تو ۳ درجے بعد صبح صادق کا طلوع ہو۔

ہم نے شامی کی عبارت میں ہی کاذب وصادق کی تصریحات نقل کیئے، جب کہ مؤلف صاحب صرف فنی احتمالات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں تشبیہ اور

وجہ تشبیہ ہی اس حقیقت پر صریح دال ہیں کہ وقفے سے مراد کاذب کے ظہور اور صادق کے طلوع کے درمیان تفاوت ہے۔ان صریح دلائل کے باوجود اگر کوئی شخص دوسروں پر زبان درازی سے باز نہیں آتا تو وہ جانے اور اس کی دیانت۔مگر قارئین کو فیصلہ محض کسی کی طرف داری کرنے کی بجائے حقائق کو پڑھنے کے بعد کرنا چاہئے۔

انصاف ودیانت؟

مگر مؤلف ایسی صاف اور واضح عبارت کے باوجود بات سے بتنگڑ بنانے اور تاویلات وتحریفات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ایک صحیح العقیدہ مسلمان شامی کی مذکورہ بالاعبارت پڑھ کر فجرین کا سیدھا سادا اور واضح مفہوم نوٹ کرلے،اور پھر مذکورہ بالا عبارت میں دوسروں کو بے انصافی اور بدیانتی کے طعنے دینے والے محترم علامہ صاحب کی علمی دیانت ملاحظہ ہو،پھر اس پر اکتفاء نہیں فرمایا الٹا ہمارے مدعا کو احتمال کا نام دے کر بلادلیل قرار دے دیا،لکھتے ہیں:

> ''مگر معترض صاحب نے اس احتمال کے اصل مدعا ہونے کی دلیل پیش نہیں کی،تاکہ دیگر احتمالات ساقط ہوتے''.......(کشف الغطاء،ص:۱۰۷)

فرضی احتمالات اگر ایک شخص نکالنا شروع کردے بھلا پھر کس امر میں احتمالات کا خاتمہ ممکن ہے؟ ہے کوئی مسلمان کہ مؤلف کو بتائے کہ انصاف ودیانت کس چیز کا نام ہے؟

کشف الغطاء کے قارئین سے پرزور التماس ہے کہ زیر بحث موضوع میں کشف الغطاء کے مؤلف نے کتنی دیانتداری سے کام لیا ہے،اور ہم کتنے مجرم ہیں،اس حقیقت تک رسائی کے لئے کشف الغشاء کے صفحات (۷۱تا۱۰۴) ضرور مطالعہ فرمائیں

﴿علامہ ابن حجر الہیتمیؒ کا حوالہ﴾

........صفحہ نمبر۱۰۹ تا صفحہ نمبر۱۱۵ ....

ہم نے زیر نظر کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ہم لکیر کے جواب میں لکیر کے قطعاً قائل نہیں کیونکہ یہ ہمیشہ اہل باطل کا طرہ رہا ہے، چنانچہ ہم نے جیسا کہ کشف الغشاء میں اس طریقہ سے اجتناب کیا ہے، تو اسی طرح یہاں بھی ہم نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ جواب اس پورے مضمون کا دیا جائے جس کے ساتھ اتفاق کی کوئی صورت نہ بنتی ہو۔ ہم بصد افسوس کہتے ہیں کہ مؤلف دانستہ یا غیر دانستہ طور پر جوابی کلام میں غیروں کے طریقہ کار کو اپنا کر قارئین کو الجھنوں کا شکار بنا رہے ہیں۔

کشف الغطاء کے مضامین پر جوابی کلام اگر ''لکیر کے جواب میں لکیر'' کی بنیاد پر کیا جائے، تو ایک تو یہ ایک بہت فضول باتوں کا مجموعہ بن جائے گا دوسرا یہ کہ ناچیز سمیت قارئین کا قیمتی وقت کا ضیاع ہوگا۔ لہٰذا علامہ ہیتمیؒ کے تفصیلی کلام اور عبارت کی تشریح کے حوالے سے ہم ''کشف الغشاء'' کی توضیح الحمد للہ کافی سمجھتے ہیں، قارئین سے گزارش ہے کہ اسے وہاں ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

کشف الغشاء (ص:۱۰۵ تا ۱۱۸)

﴿کیا بروجی روشنی صبح کاذب ہے؟﴾

........صفحہ نمبر۱۱۶ تا صفحہ نمبر۱۵۲ ....

بروجی روشنی صبح کاذب ہے یا نہیں، اس پر تفصیلی گفتگو ہم نے کشف الغشاء میں کی ہے قارئین سے التماس ہے کہ اس عنوان کو بھی کشف الغشاء میں مطالعہ فرمائیں۔ البتہ یہاں ایک، دو باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱)........مؤلف نے عنوان قائم کیا ہے **''بروجی روشنی کے بارے میں ماہرین فن اور مشاہدہ کاروں کی آراء''** اس حوالے سے مختصر عرض یہ ہے کہ جہاں تک صبح کاذب کی بات ہے تو یہ ایک شرعی معاملہ ہے اور شرعی معاملات میں کسی جدید سائنسدان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

اور جہاں تک مشاہدات کی بات ہے تو اس میں ہر عاقل، بالغ اور سمجھدار شخص کی بات قبول کی جا سکتی ہے بشرط یہ کہ اس نے واقعی مشاہدہ کیا ہو۔ اور اس حقیقت کا اندازہ کہ اس نے مشاہدہ کیا ہے صرف اس کے بیان و تحریر سے نہیں لگایا جا سکتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مشاہدے کی تفصیلی تصریح کرے۔ جیسا کہ کشف الغطاء میں انگریزی عبارت ص نمبر۱۴۳ حاشیہ ۲ میں واضح صراحت موجود ہے۔ مگر اس میں کمی یہ ہے کہ اس کے بیان میں یہ تشریح نہیں پائی جاتی کہ اس نے پورے سال اسے دیکھا ہے یا نہیں؟ بلکہ اس میں گرمی کے موسموں کی صراحت موجود ہے۔ علاوہ ازیں اس میں کوئی

واضح صراحت نہیں کہ صبح تک تھی یا کس نوعیت کی روشنی تھی؟ صرف دیکھنے کا گول مول ثبوت ہے، اور اس کے ثبوت میں کلام نہیں، اس کے علاوہ جتنی عبارات ہیں سب نے فنی کتب سے نقل در نقل تحریر کی ہیں۔ یہ بات مندرجہ ذیل مثال سے سمجھ میں آ سکتی ہے:

مثلاً حضرت مؤلف نے کشف الغطاء سمیت دیگر تحریرات میں لکھا ہے کہ صبح صادق ایسی ہوتی ہے اور کاذب ایسی۔ جبکہ محترم کا ایک دفعہ مشاہدہ کرنا تو درکنار اس کا انہوں نے آج تک صدق دل سے ارادہ بھی نہیں کیا ہے۔ حالانکہ مؤلف ایسے وثوق اور واضح الفاظ میں فجرین کی کیفیات وحالات بیان کرتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی آنکھوں دیکھا حال تحریر کر رہے ہیں۔ چنانچہ کوئی شخص اگر ہمارے محترم پر اعتماد کرکے یہ عبارات مشاہدہ کے طور پر نقل کرے تو کیا یہ حقیقت کہلائے گی؟ حالانکہ آج کے ماہرینِ فن کی فہرست میں (بزعم خویش) جناب مؤلف مذکور بھی شامل ہیں۔

یہی تو ہم رونا رو رہے ہیں کہ جب تک کوئی بات اپنی حیثیت کے مطابق درجہ ثبوت تک نہیں پہنچتی، تو اسے یقین واذعان کی کیفیت کے ساتھ نقل کرنا کوئی عقل مندی نہیں۔ یہی وہ غیر اصولی طریقہ کار ہے جو کہ غیر محققانہ نظریات اور نت نئے فتنوں کا پیش خیمہ بنتا ہے مؤلف مدظلہ کی تحریرات پر جب چند سال گزریں گے تو یہ بھی اکابر و ماہرین امت میں شمار ہو جائیں گے، پھر مستقبل میں نئی نسلیں ان کی عبارات کو بنیاد بنا کر آپس میں جھگڑتے رہیں گے حالانکہ ابھی محترم مؤلف کو بھی اقرار ہے کہ ان بیانات کو کوئی مشاہداتی قوت حاصل نہیں۔

(۲)......کشف الغطاء میں بروجی روشنی کے حوالے سے جتنی بھی عبارات نقل کی گئی ہیں

،سب میں یہ بات مشترک ہے کہ بروجی روشنی، سال کے دومہینوں میں عام طور پر نظر آسکتی ہے،اوروہ بھی بعض خطوں میں۔ہم اس سے انکار نہیں کرتے،ہم بھی تو یہی کہتے ہیں،کہ بروجی روشنی کا ظہور بعض زمان ومکان کے ساتھ متعلق ہے۔،البتہ اس کا وجود ممکن ہے کہ عام ہو۔چنانچہ جن عبارات میں پورے سال کا تذکرہ ہے وہ اس کے وجود کا ہے نہ ظہور کا،عام طور پر جونظر آنے کا امکان ہوتا ہے وہ مخصوص مہینے ہی تو ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جو بار بار احادیث میں صبح کاذب سے بچنے کی تنبیہ فرمارہے ہیں،شائد کوئی حدیث ایسی ہوجس میں صبح صادق کا تذکرہ تو ہومگر کاذب کے بیان سے وہ خاموش ہو۔تو کیا اتنی ساری روایات میں صرف دورجدید کے سائنسدانوں کودھوکہ سے بچانا مقصود تھا؟ جوروشنی اتنی محنت ومشقت کے باوجود کسی کونظر نہ آئے اس سے بچنے کے لئے اتنے اہتمام کے ساتھ کیا کوئی ضرورت باقی رہتی ہے؟محترم معاف فرمائیں آج تک مؤلف مع ان کے اساتذہ نے بروجی روشنی کتنی دفعہ دیکھی ہے؟ یابتائیں کہ کتنے لوگوں سے ان کی ملاقات ہوئی جنہوں نے بروجی روشنی واضح طور پر دیکھی ہو؟ پھر ذرہ یہ بھی فرمائیں کہ کتنی دفعہ کس طرح دیکھی ہے؟ بھلا اگر یہی عنقاء ہی شریعت کی نظروں میں کاذب ہوتا تو پھراس سے دھوکہ آج تک کسی کوکس طرح ہو؟ جب کہ اس کے نظر آنے کی کہانی اوپر گزرگئی۔یہ تو پھروہی بات آگئی کہ پھرتو صادق ہی صادق نظر آتی رہے گی۔

فن کیا بلا ہے؟

مؤلف بار بارفن اور پھر جدیدفن کی باتیں کررہے ہیں پتہ نہیں یہ فن کیا بلا ہے

جسے یہاں گھسا دیا گیا۔ بات دراصل یہ ہے کہ صبح کاذب ہو یا صادق یا بقول مؤلف کوئی بروجی روشنی ہو سب مختلف قسم کی روشنیاں ہیں جو کہ رات کے اندھیرے میں اسی آسمان کے نیچے طلوع وغروب ہوتی رہتی ہیں۔ اب ان روشنیوں کے دیکھنے والوں کو کتابوں میں ڈھونڈتے ہوئے فن اور اہل فن کی باتیں کی جاتی ہیں۔ اب روشنی کس نے دیکھی جس نے بھی دیکھی اس میں فن کی کون سی بات آگئی؟

آج اگر کوئی زمیندار صحراء میں رہتا ہو اور رات کے اندھیرے میں نظر آنے والی روشنیوں کی کیفیات سنا دے، اب اسے کیا کہا جائے گا اس کو اہل فن کا بیان کہا جاسکتا ہے یا اسے ایک ان پڑھ دیہاتی کی داستان قرار دے کر رد کر دیا جائے گا؟ کیا اوقات نماز پر تحقیق کرنے والے آج اس ان پڑھ سے بھی نیچے آگئے؟ یا کیا یہ اوقات آج فن کے محتاج ہو گئے جس کا اس کے معلوم کرنے میں **0.001 فیصد** بھی کردار نہیں؟ یا پہلے یعنی دور نبوی اور دور صحابہ میں بھی فن کے بغیر نمازیں نہیں پڑھی جاتی تھیں؟ یا کیا اب پوری امت کی نظریں خراب ہوگئی جنہیں بروجی روشنی جیسے واضح روشنی کے لئے بھی انگریزوں کے ویب سائٹ سرچ کرنے پڑتے ہیں؟ یا کیا شریعت کے احکام ایسے تھے کہ یہاں آکر انگریزوں اور ان کے جدید فن کے محتاج ہو گئے؟

لہٰذا انگریزی عبارت ایک ہو یا ہزار سب اگر ایک ہی بات کو مختلف پہلو سے ذکر کر رہی ہیں تو انہیں نقل کر کے خواہ مخواہ کتاب کا حجم بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے بروجی روشنی اور صبح کاذب کو تفصیل کے ساتھ ''کشف الغشاء'' میں بیان کیا ہے قارئین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ صفحات نمبر ۱۱۹۔ تا۔ ۱۲۷۔ واللہ تعالیٰ اعلم

《دن کی ابتدائی روشنی》

The first light of day

........صفحہ نمبر۱۵۳ تا صفحہ نمبر۱۵۸...........

الحمدللہ ہم نے کشف الغشاء میں اس عنوان کے تحت مؤلف کی پہلی کتاب ’’صبح صادق وصبح کاذب اور وقت عشاء کی تحقیق‘‘ پر جو تبصرہ نقل کیا ہے، ابھی تک کشف الغطاء میں مؤلف اس کا ابطال نہیں کر سکے صرف قارئین کے سامنے کچھ تحریر کرنا چونکہ ان کے نزدیک ضروری تھا لہٰذا کچھ لکھ ہی دیا۔ ہم یہاں بھی مؤلف کے ہر جملے کے جواب کی بجائے کشف الغشاء کا حوالہ کافی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا قارئین یہ بحث بھی وہاں مطالعہ فرمائیں : کشف الغشاء (ص : ۱۲۸ تا ص ۱۳۷)

البتہ یہاں ایک دو شبہات کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں:

(۱)........مؤلف کشف الغطاء لکھتے ہیں:

’’معترض صاحب ہماری طرف نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:.............

’’.یہاں کچھ باتیں ایسی تحریر فرمائی گئی ہیں جو کہ تحصیل حاصل کے سوا اور کچھ نہیں ۔مثلاً نمبر۱،اور۲ میں لکھنا کہ یہ روشنیاں حکم وصورت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہونا یعنی کاذب کی روشنی کو شریعت نے رات کا حکم دیدیا ہے اور صادق کو دن، اسی طرح کاذب کی روشنی خالص سفید، آسمان

کی طرف بلندی میں ظاہر ہونے کے بعد اپنی جگہ پر بلا انتشار قائم رہتی ہے جبکہ صادق کی روشنی مائل بہ معمولی سرخی اور افق میں معترض ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سرعت کے ساتھ پھیلتی چلی جاتی ہے‘‘ ....

.... (کشف الغطاء ص:۱۵۴)

اس کے ساتھ کشف الغشاء ص ۱۵۴ پر متصل یہ عبارت..... ’’علاوہ ازیں صبح صادق کو نہار شرعی کا مبداء (بالفاظ دیگر خیط ابیض کا صرف ظہور) ہی صبح صادق کہلاتا ہے‘ ......بھی موجود تھی مگر مؤلف نے اسے نظر انداز کی۔ آگے لکھتے ہیں:

’’معترض صاحب کی طرف سے بار بار غفلتوں اور بے اعتدالیوں و ناانصافیوں کو ملاحظہ کر کے اب ہمارا دل تنگ پڑ چکا ہے، اور ہر ہر جزء پر تبصرہ کرنے سے دل اکتا چکا ہے، ہم نے اس موقع پر نمبر ا، اور ۲ میں ہر گز وہ نکات نہیں لکھے، جن کی نسبت معترض صاحب ہماری طرف کر رہے ہیں، مثلاً ’’صبح صادق کی روشنی کا مائل بسرخی‘‘ اور ’’نہایت سرعت کے ساتھ پھیلنا‘‘ وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ ہم نے انتشار کے مسئلہ کو حقیقت کے اختلاف میں ذکر کیا ہے، جو تیسرا نمبر ہے، اور ان دو نمبروں میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ان خلاف حقیقت امور کا معاملہ ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں، اور ہم اپنے مضمون کے نمبر ا ، اور نمبر ۲ کو من وعن نقل کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہم نے کیا کہا، اور معترض صاحب نے ہماری طرف نسبت کیا کی ہے؟.......................................(کشف الغطاء ص:۱۵۴)

اس کے بعد آگے مؤلف نے نمبر وار ا، ۲ کے تحت اپنا کلام نقل کیا ہے۔ قارئین

مؤلف کا نقل کردہ نمبر ۱، اور ۲ پیراگراف پڑھیں، کیا اس میں مؤلف نے صبح کاذب وصادق کا حکم اور صفات یعنی مستطیل اور مستطیر کا تذکرہ نہیں کیا ہے؟ اب اس کے بارے میں ہمارا بیان ملاحظہ فرمائیں، ہم نے اپنے کلام میں بھی تو یہی لکھا ہے۔

ہاں ہم نے اگر کچھ زیادہ لکھا ہے تو وہ یہ ہے (مثلاً ''صبح صادق کی روشنی کا مائل بسرخی'' اور ''نہایت سرعت کے ساتھ پھیلنا'' وغیرہ وغیرہ) ہمارا کلام واقعی مؤلف کے بیان پر زیادت ہے مؤلف کا یہ شکوہ بجا ہے، مگران جملوں کا تعلق پھر بھی تو صبح صادق کی علامات کے ساتھ ہی تو ہے، علاوہ ازیں صبح صادق کی روشنی مائل بسرخی ہونا رسم ناقص کے درجے میں خود مؤلف کو بھی تسلیم ہے۔ لکھتے ہیں:

> البتہ بعض اوقات صبح صادق کی ابتدائی سفید روشنی میں سرخی کی کچھ جھلک محسوس ہوسکتی ہے۔ (صبح صادق وصبح کاذب اور وقت عشاء کی تحقیق، ص:۹۷)

اسی طرح نہایت سرعت کے ساتھ پھیلنا بھی صفت ''معترض ہونا'' کی توضیح ہے جس کا مؤلف نے تذکرہ بھی کیا۔ بہرحال تو اس کے تذکرے سے کتنا بڑا ظلم عظیم، جھوٹ وفریب یا دھوکہ جیسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب واقع ہوا، جس کا مؤلف کے پاس اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ علاوہ ازیں اسے مؤلف بے دھڑک الفاظ میں بے اعتدالی، بے انصافی اور غفلت قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ مؤلف صاحب کا اپنا حال یہ ہے، کہ:

(۲).....جناب تحریر فرماتے ہیں:

> '' ہم نے اپنے مضمون کو کوئی خاص الہامی چیز قرار نہیں دیا، یہ معترض صاحب کے اپنے تجزیاتی مطالعہ کا نتیجہ ہے۔'' اور اگر پھر بھی معترض

صاحب اس کو ہماری خاص الہامی چیز قرار دے کر الزام قائم کرنے پر مصر ہوں، تو...'' .... (کشف الغطاء، ص: ۱۵۵)

ہماری عادت ہی نہیں ہے کہ کسی کے اوپر بے جا الزام تراشی کریں۔ ہم نے کشف الغشاء میں جس مضمون کو الہام قرار دے کر اشارہ کیا ہے وہ مؤلف کے الفاظ میں یہ ہے:

'' یہاں پہنچنے کے بعد غور کرنے سے اللہ تعالیٰ نے بندہ کے ذہن میں صبح کاذب وصادق میں فرق اور قرآن وسنت اور مختلف عبارات بلکہ فلکی قوانین سب کے درمیان تحقیق وتطبیق کی بھی ایک تقریر ڈالی جس پر بندہ کے تمام اشکالات مرتفع ہوگئے اور بندہ کا ذہن صاف ہوگیا، اور ساتھ ہی حقانیت شریعت وصناعت الٰہی کا استحضار بھی ہوا'' ....

.... (صبح صادق وصبح کاذب اور وقت عشاء کی تحقیق، ص:۱۷)

کیا یہ الہام کا ذکر نہیں ہو رہا ہے اور اگر بغیر کسی مادی اسباب کے خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے کوئی بات دل ودماغ میں آجائے، اور پھر اس کو آدمی واقعتاً محسوس کر کے اس کا اقرار بھی کرے تو کیا یہ الہام نہیں کہلاتا؟ دوسری بات یہ کہ الہام تو ایک محمود چیز ہے لہٰذا اپنی طرف اس کی نسبت خود کرنے کے باوجود ہمارے تذکرے پر مؤلف کیوں ناراض ہو رہے ہیں، اور پھر صرف ناراض ہونے پر اکتفاء نہیں فرماتے، الٹا ہمیں الزام کا مرتکب قرار دے رہے ہیں۔ کیا یہ ہمارے تجزیاتی مطالعے کا نتیجہ ہے اور ہم نے الزام لگایا ہے یا حضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے؟

قارئین آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ معمولی بات پر وہ کتنا واویلا کر رہے ہیں۔ جبکہ بعض باتیں ایسی ہیں کہ ایک مقام پر وہ تو زیادت میں داخل ہوگی مگر دوسری طرف

مؤلف اس کا بالکلیہ منکر نہیں ہے، پھر اس پر اتنی چیخ وپکار کہ وہ دنیوی بہتانوں اور الزاموں پر اکتفاء نہیں فرماتے بلکہ اسے آخرت میں لے جا کر وہاں ایک مسلمان کے مؤاخذے کے بھی منتظر ہیں۔ یہ محترم مؤلف کی دیانت کی دو مثالیں تھیں آگے مزید تفصیل کشف الغشاء میں ملاحظہ فرمائیں:

(کشف الغشاء ص:۱۲۸ تا ص؛۱۳۵)

☆☆☆☆☆☆☆

﴿صبح صادق میں اوّل طلوع کا اعتبار ہے﴾

........صفحہ نمبر ۱۵۹ ....

اس کے تحت ہم نے لکھا تھا: " ولا نزاع فیه ، اس میں کوئی اختلاف نہیں"

علامہ صاحب اس پر بھی کچھ لکھے بغیر نہیں رہ سکے، اور خواہ مخواہ اس بحث کو طوالت کی طرف دھکیل دی۔ چنانچہ مؤلف کا کلام مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہے:

(۱)......اس میں جمہور سے بعض علماء کا اختلاف ہے۔

(۲).....یہ قائلین ۱۸ درجے اور قائلین ۱۵ درجے کے درمیان مختلف فیہ ہے، لہٰذا یہ مؤلف کے نزدیک نزاعی مسئلہ ہے۔

(۳).....اس پر معترض صاحب نے کشف الغشاء میں لمبی چوڑی نزاعی بحث کی ہے، لہٰذ معترض صاحب کی'' ولانزاع فیہ'' کافی نہیں........ہم ان شاء اللہ ان تینوں نکات کی وضاحت کریں گے۔ قارئین توجہ فرمائیں۔

(۱) اس میں جمہور کا اختلاف ہے:

اس سے مراد اگر بیاض وحمرۃ کے معتبر ہونے کا اختلاف مراد ہے تو اس پر تفصیلی کلام یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں تاہم کشف الغشاء سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔ تاکہ اس سے ہمارے موقف کی وضاحت ہو جائے؛

''یہاں دونوں مسالک کے تفصیلی دلائل نقل کرنا مقصود نہیں ہے، محض یہ بتانا ہے کہ اختتام سحری (صبح صادق) کے حوالے سے دو مسلک پائے جاتے ہیں۔ایک گروہ وہ ہے جو اختتام سحری کو صبح صادق کے بالکل ابتدائی روشنی کے ظہور کے قائل ہے یہی مسلک اہل سنت والجماعت کا ہے۔دوسرا مسلک یہ ہے کہ جب صبح صادق کی سفیدی ظاہر ہونے کے بعد افق پر خوب روشن ہو کر پھیل جائے (یہاں تک کہ خالص سرخی کے ظہور کا وقت قریب آجاتا ہے) تو مذکورہ بالا حدیث "حتیٰ یعترض لکم الاحمر الخ" کی بنیاد پر اس مسلک کے قائلین کہتے ہیں کہ یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جو " حتیٰ یتبین "کا صحیح مصداق بن کر اختتامِ سحری کا صحیح وقت ہوتا ہے،اور یہ مسلک مرجوح ہے۔'' .... (کشف الغشاء ص:۱۴۸)

لہٰذا ہم بھی جمہور کے ساتھ اس بات کے قائل ہیں، کہ صبح کے بالکل ابتدائی لمحہ ظہور مراد ہے نہ یہ اس کی واضح حمرۃ کا انتظار کیا جائے۔اور اگر اس سے مراد صبح صادق کے اول طلوع کا اعتبار ہے یا تھوڑی دیر بعد جب اس میں اسفار آجائے تو مذکورہ بالا عبارت میں اس کی بھی وضاحت ہوگئی کہ اول طلوع ہی معتبر ہے،تاہم نمبر۲ میں اس کی وضاحت آجائے گی۔

(۲) مؤلف کے نزدیک نزاعی صورت:

مؤلف کشف الغطاء کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ۱۸ درجے پر صبح صادق کا اوّل طلوع ہوتا ہے اور شرعاً یہ معتبر ہے، جبکہ ۱۵ درجے پر اس روشنی میں تبین واقع ہوجاتا ہے،لہٰذا مؤلف کے نزدیک یہ نزاعی مسئلہ ہے۔

گویا کہ مؤلف قائلین ۱۵ درجے والوں کو اس مسلک پر سمجھ رہے ہیں جو صبح صادق میں اول طلوع کو نہیں بلکہ مزید اس کے اسفار کو معتبر قرار دیتے ہیں۔ اس سے تو ایک نئی بات کا انکشاف ہو گیا۔ وہ یہ کہ ابھی تک مؤلف نے قائلین ۱۵ کا موقف ہی نہیں سمجھا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ اس لئے ۱۵ درجے کے قائل ہیں کہ اس وقت صبح صادق کی روشنی میں اسفار واقع ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ ایک مرجوح مسلک ہے لہٰذا مؤلف قائلین ۱۵ کا کوئی بھی قول، حوالہ، عبارت وغیرہ قابل غور سمجھتے ہی نہیں، حتیٰ کہ ان کے مشاہدات بھی مؤلف کے نزدیک خیالی تصورات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ گویا اس جملے سے حضرت مؤلف کے مرض کی تشخیص سامنے آ گئی کہ وہ بنیادی وجوہات کیا ہیں جو قائلین ۱۵ کی تحقیقات وتشریحات قبول کرنے میں جناب مؤلف کے غور وفکر کے راستے میں ایک پہاڑ کی طرح کھڑے ہیں؟ اس کا مؤلف نے خود اقرار کیا کہ وہ ۱۸، اور ۱۵ کے اختلاف میں اس لئے پڑے ہوئے ہیں کہ وہ ۱۵ درجے پر اسفار کو نزاعی پوائنٹ سمجھ رہے ہیں۔

واضح رہے کہ قائلین ۱۵ درجے کے نزدیک شرعی طور پر صبح صادق کا وہ لمحہ معتبر ہے جو بعینہ ۱۸ درجے والوں کے ہاں پایا جاتا ہے۔ قائلین ۱۵ درجے کے نزدیک جب صبح صادق کی اولین روشنی خط ابیض کی صورت میں نمودار ہو جائے تو یہ حضرات اس کے بعد ایک لمحے کا انتظار بھی روا نہیں سمجھتے کہ ابھی صبح صادق کا حکم نہیں نافذ۔ ان کے نزدیک خط ابیض ہی دن رات کے احکام کے درمیان حد فاصل ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ ان حضرات کے نزدیک خط ابیض اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ سورج افق سے ۱۵ درجے نیچے ہو۔ لہٰذا ان کے نزدیک ۱۵ درجے سے پہلے ۱۸

درجے سمیت پوری رات، رات ہی کے احکام چل رہے ہوتے ہیں۔ یہ حضرات اس بات کے سختی سے تردید کرتے ہیں کہ ۱۵ درجے سے پہلے کوئی درجہ صبح صادق کا پایا جاتا ہے، چہ جائے کہ وہ اس بات کے قائل ہوں کہ ۱۵ درجے پر اسفار وانتشار اور اس سے پہلے صبح صادق کا ظہور ہوتا ہے۔ ہاں یہ حضرات اس بات کے ضرور قائل ہیں کہ ۱۸ درجے پر افق شرقی (یعنی آسمان شرقی جانب نچلا حصے) پر ایک جگہ سے سفید روشنی نمودار ہوتی ہے، جو کہ شریعت کی اصطلاح میں فجر کاذب کہلاتی ہے۔ اب مؤلف کو اپنے موقف پر نظر ثانی کرنا چاہئے کہ ۱۸، اور ۱۵ درجے کا اختلاف کس نوعیت کا ہے۔

مؤلف نے کیا کیا؟

ابھی جا کر مؤلف کی پہلی تصنیف ''صبح صادق وکاذب اور وقت عشاء کی تحقیق'' جس پر ہم نے بنام ''کشف الغشاء'' تبصرہ کیا تھا، کھول کر قارئین تسلی کرلیں کہ اس عنوان کے تحت مؤلف نے کس نوعیت کی بحث کی ہے، یعنی فنی اختلاف کا تذکرہ کیا ہے یا شرعی کا؟ ص: ۷٦ سے شروع ہوکر ص: ۸۵ تک کے ۱۰ صفحات میں مؤلف نے ایک جملہ بھی فنی اختلاف کا نہیں لکھا۔ ساری بحث شرعی اختلاف پر مشتمل ہے وہ یہ کہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ شرعی طور پر صبح صادق کا اوّل ظہور معتبر ہے، چنانچہ جب افق شرقی پر خطِ ابیض ظاہر ہوجائے تو بلا کسی تاخیر اب صبح صادق کا حکم نافذ ہوجائے گا۔

یہاں فنی بات یہ ہوگی کہ یہ کس وقت ہوگا؟ تو اس میں ۱۸، ۱۵ کا اختلاف سامنے آجائے گا۔ اب مؤلف نے پورے دس صفحات میں فنی اختلاف کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ بلکہ سارا تذکرہ شرعی اختلاف پر مشتمل تھا۔ چونکہ ہمارے نزدیک بھی شرعی

طور پر مسئلہ ایسا ہی تھا جیسا کہ مؤلف نے شرعی دلائل کے ساتھ لکھا تھا۔تو ہم نے ان دس صفحات کا تبصرہ صرف ایک جملے'' ولانزاع فیہ'' کے ساتھ کرکے ختم کردیا،یعنی اس میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔

بات اس پر روکنا چاہئے تھا مگر مؤلف ''کشف الغطاء'' کو جوابی طور پر یہاں بھی کچھ لکھنا ضروری تھا چنانچہ مؤلف نے یہاں فنی اختلاف کو بھی ساتھ خلط ملط کرکے ایک کمال کا مظاہرہ کردیا۔ذیل میں مؤلف کی عبارت کو تجزیہ کرکے پیش کی جاتی ہے جس سے یہ بھی واضح ہوجائے گا کہ شرعی اختلاف میں ہمارا موقف کیاہے؟ چنانچہ مؤلف کی مذکورہ بالاعبارت مندرجہ ذیل تین باتوں پر مشتمل ہے،خلاصہ کے طور پر مع ہمارے موقف کے ملاحظہ ہوں:

(الف) پہلی یہ کہ صبح صادق کے اول ظہور کا شرعی اعتبار.....ہم بھی اس کے قائل ہیں۔

(ب) دوسری یہ کہ ۱۸ درجے پر صادق کا ظہور جسے اوّل ظہور قرار دیا ہے۔
یہ ہمارے (یعنی قائلین ۱۵ کے) نزدیک صبح کاذب کا وقت ہے۔

(ج) تیسری بات یہ کہ مؤلف نے ۱۵ درجے کو اسفار نقطہ قرار دیا ہے۔یہ قائلین ۱۵ کے نزدیک صبح صادق کا اوّل ظہور کا وقت ہے،اسفار اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔

پہلی بات کا تعلق شرعی اختلاف کے ساتھ ہے،جبکہ دوسری اور تیسری بات کا تعلق فنی اختلاف کے ساتھ ہے۔

(۳) کشف الغطاء کے مؤلف تیسری بات لکھتے ہیں:

'' معترض صاحب حصہ اول میں صفحہ ۲۹ تا ۳۳ پر نمبر ۴ کے ذیل میں اس پر لمبے چوڑے نزاع کی بحث کرچکے ہیں...لہٰذا معترض صاحب کا

’’ولانـــزاع فیـــــه‘‘ کافی نہیں۔ (کشف الغطاء : ۱۵۹)

اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ جیسا کہ اوپر گزرا کہ مؤلف کو قائلین ۱۵ درجے کے موقف کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔’’کشف الغطاء‘‘میں تو اسے بالکل صراحت کے ساتھ بیان کیا،البتہ مؤلف کی پہلی کتاب ’’صبح صادق وکاذب اور وقت عشاء کی تحقیق‘‘میں کلام سے یہی سوچ کی عکاسی ہورہی تھی۔

مؤلف نے یہاں جن صفحات کا حوالہ دے کر ہمارے کلام کو لمبی چوڑی بحث قرار دیا ہے،اوراسی کو بنیاد بنا کر’’صبح صادق کے اول طلوع کا اعتبار‘‘ کے جواب میں ہمارا’’لانزاع فیہ‘‘ کوخوامخواہ ’’کافی نہیں‘‘ قرار دیا۔ہم یہاں اپنے مضمون کو بعینہ نقل کرتے ہیں اس سے اگرایک طرف ہمارے ذکر کردہ موقف کی وضاحت ہوجائے گی تو دوسری طرف مؤلف کی دیانت اور علامہ پن بھی تشت از بام ہوجائے گا۔ملاحظہ فرمائیں:

’’صبح صادق کے اول طلوع کا اعتبار: کتاب مذکور(یعنی صبح صادق وکاذب اوروقت عشاء کی تحقیق)میں ایک اور مسلم حقیقت کوخواہ مخواہ چھیڑی گئی ہے۔جس میں بنیادی طور پرکسی کا اختلاف نہیں ہے۔تفصیل اس کی یہ ہے کہ صبح صادق کی روشنی اول ظاہرہوتی ہے پھرنہایت جلدی سے افق کے اوپر پھیلنا شروع ہوجاتی ہے۔یہاں جمہورفقہاء کرام اس بات پر متفق نظرآرہے ہیں کہ جب صبح صادق کی روشنی یقین کے ساتھ ظاہرہوجاتی ہے توآیت کریمہ "حَتّٰی یَتَبَیَّنَ " صادق آگئی۔لہٰذااب کوئی شرعی وجہ باقی نہیں جومزید انتظار کا باعث بن کرصبح صادق کاحکم (خصوصاً انتہاء سحراور

وجوبِ نماز فجر) مؤخر کردے۔

مگراس حقیقت کے باوجود کتاب مذکور میں اس بات پر کافی طویل بحث تحریر کی گئی ہے۔اور نہایت تفصیل کے ساتھ اس بات کی تردید فرمائی ہے کہ ان لوگوں کا قول درست نہیں ہے جو صبح صادق کا حکم اس کی روشنی ظاہر ہونے کے ساتھ نہیں بلکہ مزید استطار (یعنی جب روشنی کچھ دیر بعد پھیل جائے) کے بعد لگاتے ہیں۔اوراس پر دلائل کا انبار لگا دیا۔۔۔حالانکہ اس بات میں موجودہ صورت حال کو مدنظر رکھ کر کسی کا نزاع نہیں۔جب نزاع نہیں تو پھر ۱۸ درجے کے قائلین کے حق میں دلائل کے انبار لگانے کا کوئی معتد بہ فائدہ بھی نہیں ، کیونکہ یہی تفصیل انہی دلائل کے ساتھ قائلین ۱۵ درجے والے بھی اتنی ہی تسلیم کرتے ہیں جتنی کہ قائلین ۱۸ درجے والے۔

پھرایسا کیوں کیا گیا؟ چنانچہ یہاں بھی وہی فلسفہ مضمر ہے کہ قاری کوغیرمحسوس طریقے سے ذہنی طور پر بالواسطہ (یعنی اسی تشریح کے آڑ میں) ایک دوسرے موقف کو تسلیم کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔وہ یہ کہ چونکہ ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی خود ان کے نزدیک [1] بھی ظاہر ہونے کے بعد کافی دیر بعد پھیلنا شروع ہوجاتی ہے۔لہٰذا مذکورہ بالا (کتاب میں) تفصیلی بحث کو مع دلائل قاری پڑھ کر یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ گویا قائلین ۱۵

---

[1]: جناب سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب فہم الفلکیات میں تحریر فرماتے ہیں:
اس قوس کے اندر روشنی بہت کم ہوتی ہے اور وقت کیساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہوتا ہے حتیٰ کہ یہ روشنی اتنی زیادہ ہوجاتی ہے کہ اس کے **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

والوں نے ۱۵درجے کا قول اس مسلک کی بنا پر اختیار کیا ہے، جس میں صبح صادق کے لئے ظہور کے بعد مزید استطار وانتشار کو شرط قرار دیا گیا ہے، چونکہ دلائل کے روسے یہ (قول ثانی) ایک مرجوح مسلک ہے لہٰذا یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہی حکم ۱۵ درجے والے صبح صادق کے قول کا بھی ہے۔اوراس کے برعکس ۱۸درجے والوں کا قول دلائل پر مبنی سمجھ کر صبح صادق تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔حالانکہ ۱۵کا قول اس اختلافی مسلک پر مبنی نہیں ہے [۱] تفصیل اس کی مندرجہ ذیل ہے:

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ بیاض مستطیر'' کی روشنی ظاہر ہوتے ہی اس کے ساتھ احکام شرعیہ متعلق ہوجاتے

(پچھلے صفحے کا بقیہ) کناروں سے روشنی پھیلنے لگتی ہے یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب سورج افق سے پندرہ درجہ نیچے پہنچ چکا ہوتا ہے.(فہم الفلکیات ص۱۲۳)۔۔۔۔ اورظاہر ہے کہ صرف روشنی کی زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں جب تک وہ پھیل کر صفت استطار (یعنی بیاض مستطیر) کی صورت اختیار نہ کرے۔یہی وجہ ہے ایک مقام پر لکھتے ہیں:''صبح صادق کے وقت روشنی کی جو حدود قائم ہوجاتی ہیں وہ تادیر قائم رہتی ہیں'' (ص۱۲۱) اب ۱۸درجے کے وقت روشنی کا تادیر اپنے مقام میں ظہور (جوکہ درحقیقت وہ کاذب کی صورت ہوتی ہے) پھر دوسرا حصہ اس کا استطار یعنی اپنی حدود سے تجاوز کرنا (یہی وقت حتی یستطیر ہٰکذا کا مصداق ہوتا ہے) خود ان حضرات کے نزدیک مسلم ہے ۱۲

[۱] حاشیہ اگلے صفحے پر ═══

ہیں، یعنی اس کے ظہور کا پہلا لمحہ ہی صبح صادق کہلاتا ہے۔ان بزرگوں کی دلیل ''حتی یتبین لکم الخیط الابیض '' ہے۔یعنی آیت کریمہ میں روشنی کی تشبیہ خط کے ساتھ دے کر یہ بتایا جارہا ہے کہ سب سے اولین روشنی کا ظہور رہی سے صبح صادق کے احکامات شروع ہوجاتے ہیں بشرط یہ کہ ''مستطیر''ہو۔مگر اس کے برعکس بعض فقہاء کرام کا مسلک یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک صبح صادق (خصوصاً انتہاء سحری) کے احکامات اس وقت متعلق ہوجاتے ہیں جب بیاض مستطیر کے ظہور کے بعد آسمان پر اچھی خاصی روشنی پھیل جائے، یہاں تک کہ افق میں سرخی نمودار ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

ان دونوں مسلکوں کو سامنے رکھ کر آپ کتاب مذکور کے دلائل ملاحظہ فرمائیں تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ وہاں جتنے بھی دلائل اکٹھے کئے گئے

پچھلے صفحے کا حاشیہ لے ۱۵درجے والوں کا کہنا یہ ہے کہ بوقت ۱۸ جو روشنی کی صورت ہوتی ہے وہ مشاہدے سے ثابت ہوا ہے کہ اپنی جگہ قائم ہوکر بصورت بیاض مستطیل ہوتی ہے اور یہ ۱۵ سے معمولی دیر پہلے غائب ہوجاتی ہے، چونکہ وہ غیوبت نہایت قلیل وقت کے لئے ہوتی ہے اسی وجہ سے عدم احتیاط کی وجہ سے ۱۸درجے والے اس کو نوٹ ہی نہیں کرسکیں (اسی خطرے کو مدنظر رکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لایغرنکم بیاض مستطیل) اور جب ۱۵درجے پر روشنی اپنی حدود سے متجاوز ہوتی ہے تو یہی وہ بیاض مستطیر (یعنی حتی یستطیر) کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔(باقی اگلے صفحہ پر)

سب اس مسلک ثانی کی تردید میں ہیں۔بات اگر یہاں تک اس حیثیت سے ہے پھرتو اس عنوان میں کوئی نزاع نہیں،مگر ابھی یہ سوال باقی رہے گا کہ اس بحث کے چھیڑنے کا کیا مطلب؟ ورنہ تحصیل حاصل لازم آئے گا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ قائلین ۱۸ درجے والوں کے نزدیک بھی آسٹرونومیکل ٹویلائٹ ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے کے فوراً بعد نہیں پھیلتی بلکہ اچھا خاصا وقت گزرنے کے بعد بقول ان کے اس میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے،اس رائے کے برعکس قائلین ۱۵ درجے والے کہتے ہیں کہ ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی ہی صبح کاذب ہے،اور دیگر دلائل کے علاوہ خود اس کا عدم انتشار بھی اس کی تائید کرتا ہے لہٰذا جب یہ روشنی ۱۵ درجے پر پہنچ کر پھیلنا شروع ہوجاتی ہے تو حقیقت میں یہی صبح صادق کے ابتدائی ظہور کا لمحہ ہوتا ہے۔

اب کتاب مذکور میں آسٹرونومیکل ٹویلائٹ اوراس کے کافی دیر بعد انتشار کو تسلیم کروانے کے لئے کتاب مذکور میں یہ طریقہ کار اختیار کیا گیا کہ

(پچھلے صفحے کا بقیہ) اوراسی ۱۸اور۱۵دونوں کوملا کرہی حدیث: **عن سمرةؓ قال قال رسو لُ اللّٰہ ﷺ لا یَغُرّنکُمْ اذَانُ بلالٍ ولَا ھٰذاَ البَیَاضُ لِعمُودِ الصُّبحِ حتیّٰ یَستَطِیرَ ھٰکذا** .(رواہ مسلم) کا مصداق بن سکتا ہے۔اور یہ ۱۵درجے کے قریب ہوتے ہی پہلی روشنی کا معمولی وقفے کے لئے غائب ہوجانا راقم بذاتِ خود اپنی آنکھوں سے مع کئی احباب کے متعدد دفعہ مشاہدہ کرچکا ہے۔جن کا تفصیلی ریکارڈ موجود ہے۔(قاسمی)

اہل سنت والجماعت کے اکابرین وفقہاء کرام کے وہ اقوال وتصریحات جن سے مذکورہ بالا مسلک ثانی کی تردید مقصود تھی ان سب کو اٹھا کر قائلین ۱۵ کے خلاف محض اس وجہ سے نقل کردئے تاکہ اس سے آسٹرونومیکل ٹویلائٹ کے رات کے اندھیرے سے ظہور اور پھر اس کا کافی دیر بعد انتشار کا دفاع ہوجائے۔ حالانکہ قائلین ۱۵ کے اگر آسٹرونومیکل ٹویلائٹ کو صبح صادق تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں تو اس کے کئی اور وجوہات ہیں نہ یہ کہ وہ مرجوح مسلک ثانی کو صحیح تسلیم کرتے ہیں، جس کے لئے کتاب مذکور میں اتنی بحث کو نقل کرنا پڑ گیا۔..................(کشف الغشاء، صفحہ۲۹ تا ۳۳)

ایک اور مقام پر یہ خطرہ محسوس کر کے ہم نے لکھا ہے۔ مگر مؤلف نے یا تو اسے پڑھا نہیں یا جان کر ایسے دعوے ہمارے سر توپ رہے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں:

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ محترم مؤلف صاحب نے عبارات مذکورہ جن لوگوں (یعنی قائلین ۱۵ درجے) کے خلاف پیش کی ہیں آیا ان لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ صبح صادق اول طلوع میں غیر معتبر ہے؟ آیا ان حضرات نے یہ دعوی کہیں نقل کیا ہے کہ وہ صبح صادق کے اول ظہور کے نہیں بلکہ افق پر خوب روشن ہونے اور گلیوں میں اس کی روشنی پھیلنے کو شرط قرار دیتے ہیں؟

بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے لکھنے والے اصل مسئلے کو ابھی تک سمجھے ہی نہیں کہ فریقین کا اصل اختلاف کہاں ہے۔ پہلے اس نکتے کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے ورنہ بے محل دلائل کا انبار لگانا ذرہ برابر نفع نہیں پہنچا سکتا یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ قائلین ۱۵ درجے والے شرعی طور پر صبح صادق کے

ایسے ہی قائل ہیں جیسا کہ ۱۸ والے ہیں یعنی اس بات سے وہ بھی انکار نہیں کرتے کہ صبح صادق کا ابتدائی لمحے کا ظہور ہی معتبر ہے نہ یہ کہ ظہور کے بعد مزید روشنی پھیلنے کا گھنٹہ انتظار کیا جائے۔ ہاں ابتدائی لمحے کی روشنی میں اتنا پھیلاؤ ضرور ہونا چاہئے جس سے صفت استطار ظاہر ہو جائے۔.............

....(کشف الغشاء ص:۱۵۴)

قارئین کرام آپ اندازہ لگائیں کتنی معتدل اور واضح انداز میں ہم نے صبح صادق کے اول طلوع کے اعتبار پر ''کشف الغشاء'' میں جگہ جگہ کلام کیا ہے اور مؤلف کے کلام میں ہر ممکن پہلو کو ذکر کر کے اول صورت مراد لینے کو تسلیم بھی کیا ہے، مگر اس کے باوجود مؤلف صاحب اس کے سمجھنے سے قاصر رہے جناب مؤلف صاحب درس ترمذی کے حوالے بھی دیتے رہیں مگر ان کو وہاں اس سمجھ کی توفیق نہ ہوسکی کہ قائلین ۱۸، اور ۱۵ کا اصل اختلاف کس چیز میں ہے لہٰذا یہاں درس ترمذی کا حوالہ پیش خدمت ہے۔ درس ترمذی کے محشی نے اکابر کے اس اختلاف کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''اہل علم حضرات کے نزدیک مذکورہ بالا اختلاف ابتداء صبح صادق کی تعیین میں ہے ورنہ اس بات پر یہ تمام حضرات متفق ہیں کہ صبح صادق ہوتے ہی صائم کے حق میں اکل وشرب میں ممانعت ہو جائے گی، اور وضوح فجر تک سحری کھانے کی اجازت نہ ہوگی''........ (درس ترمذی ج ۲، ص:۵۴۷)

آخر میں قارئین سے ہماری درخواست یہ ہے کہ یہاں ہماری اس جوابی تحریر میں حقائق کے بارے میں ہم نے کچھ نہیں لکھا صرف قارئین کو صحیح سمت بتانے ہی کی کوشش کی گئی ہے لہٰذا ہر بحث کو ''کشف الغشاء'' ضرور مطالعہ فرمائیں۔ واللہ اعلم.

اگر طلوع صبح صادق کا مشاہدہ نہ ہو سکے تو تحقیق وحساب پر عمل کرنے کا حکم؟

........صفحہ نمبر ۱۶۰ تا صفحہ نمبر ۱۶۳........

اس بحث میں بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دین اسلام ایک عالمگیر اور تا قیامت نافذ العمل اور سچا مذہب ہے۔ یہ شکوہ اسلام کبھی بھی برداشت نہیں کرسکتا، کہ کسی وقت انسان حالات و وقعات کی بنا پر مجبور ہو کر بے بس ہو جائے اور دین اسلام اس کی راہنمائی کے معاملے میں خاموش ہو۔ چنانچہ اوقات نماز کے حوالے سے اگر حساب و کتاب کی ضرورت پڑ جائے تو کون اس بات کی مخالفت کر کے یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ اسلام میں اب مزید کوئی راستہ نہیں؟ اس بات کی توقع صرف اس شخص سے کی جاسکتی ہے، جو شریعت اسلامی کے عالمگیر مزاج سے ناواقف ہو۔ یہاں ہم قارئین کی راہنمائی کے لئے کشف الغشاء سے ایک اقتباس نقل کرنا چاہتے ہیں باقی تفصیل کے لئے کشف الغشاء کی پوری بحث ملاحظہ ہو:

''اس حوالے سے ہماری گزارش یہ ہے کہ اس رائے کے ساتھ اتفاق اور اختلاف دونوں ممکن ہیں۔ اگر اس سے مراد یہ لیا جائے کہ جس وقت آسمان پر بادل وغیرہ آئے ہوں اور مطلع صاف نہ ہو تو اندازہ لگا کر احتیاط کو ملحوظ

رکھتے ہوئے وقت کا تعین کیا جائے۔تو یہاں تک یہ بات بالکل درست ہے اور اس میں کوئی بھی شخص اختلاف نہیں کرسکتا اور یہ مسئلہ فقہاء کرام نے صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہےاور یہ بات بھی یادرکھنے کی ہے کہ اس میں صبح صادق کی بھی کوئی تخصیص نہیں پائی جاتی۔۔۔۔۔۔اور اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ فنی حسابات کے ہوتے ہوئے مشاہدے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ آج کل مشاہدات مشکل ہیں ، غالبا مؤلف کی مراد آخر الذکر ہے ۔مگر اس نظرئے کے ساتھ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر اتفاق قطعاً نہیں ہوسکتا۔

معلوم ہوا کہ ہم نے کشف الغشاء ہی میں اوقات نماز کے لئے حساب وکتاب کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی ہے،اور حالات وواقعات کی بنا پر اسے ضروری بھی قرار دیا ہے،مگر شرط یہ ہے کہ حساب کو (شریعت نہیں بلکہ) حساب کے درجے میں رکھا جائے۔

رہا علامہ شامی کا حوالہ جسے مؤلف مذکور نے ذکر کیا ہے،اس کا مطلب یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ اب مشاہدات کی ضرورت ہی نہیں۔اس کا مطلب ضرورت کے علاوہ دوسرا بالکل واضح یہ ہے، کہ ایک دفعہ جب کسی وقت کا درجہ اور مقام شمس مشاہدے کے ذریعے متعین ہوگیا تو اب بار بار مشاہدے سے بچنے کے لئے اگر فن کی مدد سے اسی مشاہدے کو بنیاد بنا کر دیگر ایام یا پورے سال کے اوقات کی تخریج ہوجائے تو اس پر عمل کرنا بالکل جائز ہے۔

مؤلف اور اکابر کا احترام:

اللہ کریم ہمیں ضد وعناد کے اس مقام سے بچائے جسے مؤلف کا قلم یہاں

چھونے لگا ہے۔اب مؤلف کو یہ بھی نظر نہیں آرہا کہ اس کے لکھنے سے کس کی تذلیل اور کس کی بڑھائی ظاہر ہو رہی ہے۔قائلین ۱۵ درجے والوں کے بارے میں مؤلف کا ایسا نازیبا الفاظ استعمال کرنا ان کی اخلاقیات کی بدترین عکاسی ہے۔ہم تو کسی کھاتے میں نہیں،مگر ان کو پتہ ہونا چاہئے کہ ۱۵ درجے قائلین کے سرخیل پاکستان میں مفتی رشید احمد لودھیانویؒ ہیں، جو کہ دنیائے اسلام میں شرعی اور فنی علوم کا لوہا منوا چکے ہیں، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ علاوہ ازیں دارالعلوم حقانیہ میں نصف صدی سے زیادہ عرصے پر محیط افتاء وارشاد کے منصب پر فائز شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم ہیں، جن کا علم وفضل اور فنی وشرعی اصول کو سمجھنے کے مقام کا اندازہ ان کی تحریرات وتصنیفات سے لگایا جاسکتا ہے۔

ان کے علاوہ عرب شیوخ کا تذکرہ ہم نے کشف الغشاء میں کیا ہے ان کو پڑھ لیجئے گا ان سب بزرگوں کا شمار دنیائے اسلام کے عبقری شخصیات میں ہوتا ہے۔ ان اہل علم کے علاوہ متقدمین ماہرین علم وفن کی فہرست بھی کشف الغشاء میں مطالعہ کی جاسکتی ہے کہ ان ہستیوں نے شریعت اور فن کے اصولوں پر کیسا کلام کیا ہے۔ محترم مؤلف زیادہ نہیں صرف احسن الفتاویٰ کے فنی باتیں بھی سمجھے۔ تو شائد یہ ان کے فخر کے لئے کافی ہو، دیگر کتب یا مطلق قدیم وجدید فن کو سمجھنا تو دور کی بات ہے۔ چنانچہ انہیں بزرگوں کے بارے میں دیانت وانصاف کے پیکر مؤلف کشف الغطاء کا قلم لکھتا ہے:

’’اب جب کہ بعد کے مشاہدات بھی ان اوقات کے مؤید ہوں، تو دیگر کسی فرد یا چند افراد کے (بالخصوص جب کہ وہ شریعت وفن کے اصولوں سے بھی واقف نہ ہوں، یا کسی غلط فہمی کا شکار ہوں) مشاہدات ان کے خلاف ہونے

سے مذکورہ غلبہ ظن اوراس پر اعتماد متأثر نہ ہوگا (کشف الغطاء،ص: ۱۶۲)

یہاں علامہ صاحب کا مذکورہ بالا بزرگوں پر جرح بھی ملاحظہ ہواور ساتھ شرعی اصولوں کی معرفت کا بھی اندازہ لگائیں کہ ایک طرف غلبہ ظن اور اہل فن کی طرف سے جاری کردہ ٹائم ٹیبل اور نقشے اور دوسری طرف ان بزرگوں کے عینی مشاہدات ۔ پھر اس پر مجتہدانہ کلام کرکے قیامت تک آنے والے اہل علم کو مذکورہ بالا غلبہ ظن کے اندھے مقلد بنانے کا فتویٰ بھی صادر فرمارہے ہیں؛

''اور بعد کے مشاہدات میں تعارض کے وقت یا تو ''اذا تعارضا تساقطا'' کے اصول پر عمل کیا جائے گا،اور سابق اوقات پر اعتماد کیا جائے گا،اور یا پھر سابق تعامل وتوارث اور فقہاء وفلکیات کے مؤیدات وغیرہ کے پیش نظر انہی کو ترجیح حاصل ہوگی،اور ان کے خلاف تحری جائز نہ ہوگی،تاکہ سلف صالحین اور جماہیر مسلمین کا تخطئہ لازم نہ آئے'' ....(ایضاً)

مؤلف صرف ان مشاہدات کو قبول کریں گے جو مؤلف کے نظرئے کی تائید کرتے ہوں اس سے معلوم ہوا کہ مؤلف کے فنی نظرئے کو قیامت تک کسی کو پرکھنے کی اجازت نہیں۔مؤلف کو اگر علم وتحقیق سے کچھ مناسبت ہوتی تو وہ ہرگز ہرگز ایسے جملے لکھنے کی جرأت نہ کرتے انہیں پتہ ہوتا اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ تحقیق وتنقید کا میدان ہی مسائل جدیدہ ہوا کرتے ہیں۔مؤلف نے اگر فتویٰ دینا بھی ہے تو انہیں پتہ ہونا چاہئے کہ علامہ شامی نے اصول فتویٰ پر مشتمل الگ کتاب تحریر فرمائی ہے جس کا نام ''شرح عقود رسم المفتی'' ہے، جوکہ متن اور شرح پر مشتمل ہے۔اس میں علامہ صاحب نے تحقیق کے اصول کے بارے میں ایک اصول یہ بھی بیان کیا ہے:

قلت : وقد يتفق نقل قول فى نحو عشرين كتاب من كتب المتأخرين ، ويكون القول خطأً اخطأ به اول واضع له ، فيأتى من بعده وينقله عنه وهكذا ينقل بعضهم عن بعض...

.....................(شرح عقود رسم المفتى ص ۲۸،۲۹)

ترجمہ: میں (علامہ شامیؒ) کہتا ہوں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ متأخرین کی کتابوں میں بیس کتابوں تک ایک بات نقل ہوتی چلی جاتی ہے حالانکہ اس مسئلہ کو پہلے بیان کرنے والے شخص سے غلطی ہوئی ہوتی ہے مگر بعد کے لوگ اس پر اعتماد کر کے نقل کرتے رہتے ہے۔

اس کے بعد علامہ شامیؒ نے متعدد مثالیں دی ہیں ہم طوالت کے خوف سے انہیں یہاں قلم کے سپرد نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ کہ مسئلے کا ازسر نو ع جائزہ لینا شرعاً کوئی قبیح عمل نہیں بلکہ علامہ شامی ہی کی تصریح سے یہ حقیقت سامنے آگئی کہ جس فقہ کی کتب میں جن پر ہمارا سو فیصد اعتماد ہے اور ہم اس فقہ اور اس کے حاملین کے مقلد ہیں، شامی فرماتے ہیں کہ ان میں بھی بعض اوقات بیسوں کتب میں ایک غلط مسئلہ چلا آرہا ہوتا ہے۔ بہر حال مؤلف نے عبارت بالا میں اصول تحقیق کا جتنا خون کیا ہے، اس کا احاطہ کرنا یہاں ناممکن ہے، لہٰذا اس پر یہاں کلام کی قطعاً گنجائش نہیں۔ قارئین اس مسئلے کو تفصیل سے سمجھنے کے لئے ''کشف الغشاء'' کے (ص:۱۹۵... تا.... ص :۲۷۳) کا مطالعہ فرمائیں۔

مشاہدات کا مختصر تذکرہ :

مشاہدات کے تفصیلی تذکرے کے لئے ''کشف الغشاء'' کے حصہ سوم اور

چہارم کا مطالعہ فرمائیں تاہم یہاں پر مشہور زمانہ مفتی اعظم فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتھم (سابق مفتی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) کے فتاویٰ فریدیہ ج ۲/ سے چند فتوے نقل کررہے ہیں:

(۱) ص ۱۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

''محکمہ موسمیات اور درجات کو بالائے طاق رکھیں ان کا اندازہ یہاں بھی مشاہدہ کے خلاف ہے''......................(فتاویٰ فریدیہ ج ۲،ص ۱۵۱)

(۲) ص ۱۵۳ پر لکھتے ہیں:

''ریاضی کے اصول پر یہ وقت پندرہ درجہ یعنی ۱۵*۴=۶۰ منٹ ہے مگر غروب شمس کے بعد مکرر مشاہدہ سے سوا گھنٹہ ثابت ہے اور صبح صادق کا وقت بھی اسی مقدار سے زائد نہیں ہے ہمارے علاقہ میں صبح صادق ذوالقعدہ (۱۴۰۲ھ) کے اوائل میں میں چار بج کر پچیس منٹ بعد نکلتی ہے''..........

....(ایضاً ج ۲،ص ۱۵۳)

ہم نے ہجری کیلینڈر کو شمسی میں تبدیل کرتے ہوئے جب مذکورہ بالا تاریخ کا موازنہ کیا تو 20 اگست 1982ء کو یکم ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ کی تاریخ بنتی ہے، ہم نے دیکھا تو الحمد للہ پچیس سال پہلے دیا ہوا فتویٰ آج ہمارے نقشے کی تائید کررہا ہے قارئین (ضلع صوابی کیلئے) ہمارے مرتب کردہ نقشے میں دیکھ سکتے ہیں کہ 23 اگست کو صبح صادق کا وہی وقت درج ہے جو حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے بار بار مشاہدہ کے بعد تحریر فرمایا ہے

''ہمارے علاقہ میں صبح صادق ذوالقعدہ (۱۴۰۲ھ) کے اوائل میں (بمطابق 23 اگست کو) چار بج کر پچیس منٹ بعد نکلتی ہے۔'' (ایضاً)

(۳) اور ص ۱۵۴ پر لکھتے ہیں:

''اصولی طور پر مفتی رشید احمد صاحب کا اندازہ درست ہے البتہ ہمارے بلاد میں میں مشاہدہ کی بنا پر سوا گھنٹہ وقت بنتا ہے'' (۵/جولائی ۱۹۸۶ء)

.... (ایضاً ص ۱۵۴)

احسن الفتاویٰ کے مشاہدات:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ خود مشاہدات کی صورت حال تحریر فرماتے ہیں:

☆ ''۱۱ جون، پھر ایک روشنی عرضاً پھیلنے والی افق کے اوپر شروع ہوئی، روشنی کا پورا تبیّن جس پر سب دیکھنے والوں نے کا اتفاق کیا وہ تو 4:19 پر تھا اس روشنی کے اس سے کچھ پہلے ہونے کا بھی بعض کو شبہ رہا۔

☆ ''۱۲ جون، صبح کو تقریباً 3:30 بجے میدان میں سب حضرات پہنچ گئے اس وقت افق پر مشرق پر کسی قسم کی روشنی نہیں تھی ٹھیک 4 بجے افق پر مخروطی طولانی روشنی نمودار ہوئی جسکو سب نے دیکھ کر صبح کاذب قرار دیا اور اس کے 17 منٹ بعد یعنی 4:17 پر صبح صادق واضح طور پر مشاہدہ کی گئی اسی پر سب کا اتفاق رہا۔ طلوع آفتاب 5:35 منٹ پر ہوا

☆ ۱۳ جون، آج کراچی میں کورنگی سوکواٹر کے قریب مشرقی ساحل سمندر پر جا کر مشاہدہ کی کوشش کی گئی جس میں مفتی رشید احمد صاحب، مولانا محی الدین صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب، مولوی محمد علی صاحب، مولانا محمد رفیع صاحب اور احقر محمد شفیع شامل تھے۔ اتنا سب نے محسوس کیا کہ 4:11 جو وقت صبح صادق قدیم، نقشوں میں آج کی تاریخ کا لکھا ہوا ہے اس

وقت کسی قسم کی روشنی افق پر نہیں تھی۔اس کے بعد وہ روشنی جس کو صبح کاذب کہا جاسکتا ہے شروع ہوئی، پھر اس کے بعد صبح صادق کی معترضاً پھیلنے والی روشنی سامنے آئی۔''

ٹنڈو آدم میں کراچی سے بمطابق مشاہدہ طلوع آفتاب،9منٹ اور بموافق حساب 10یا 11منٹ پہلے اوقات کا دخول ہونا چاہئے۔لہٰذا ان دنوں پرانے نقشوں کے مطابق ٹنڈو آدم کے اوقات یوں ہونا چاہئے:

پرانے نقشوں کے مطابق اوقات:

تاریخ	صبح کاذب	صبح صادق	طلوع آفتاب
۱۱جون	....	4:01بجے	5:32 بجے
۱۲جون	....	4:00بجے	5:32 بجے

اب مشاہدات کی تفصیل ملاحظہ ہو:

۱۱جون	....	4:19بجے	5:32 بجے
۱۲جون	4:00بجے	4:17بجے	5:32 بجے

(احسن الفتاویٰ ج۲،ص۱۷۶)

آج کا فن کار:

آج کے فن میں تو خط استواء،عرض بلد،طول بلد،خط سرطان اور جدی کے علاوہ قطبین اور معتدل غیر معتدل خطے،اور سورج وزمین کے گردشی مداریں سیکھ کر اوقات نماز کی تخریج کے لئے جب کمپیوٹر کے سافٹ وئیر میں عرض بلد اور طول بلد کی مقداریں ڈال دی اور انٹر کا بٹن دبایا تو پوری دنیا کے نقشے مرتب ہوکر بس ماہر فن بن

جاتا ہے۔جب کہ یہ کام آج مڈل کا طالب علم بھی کر لیتا ہے۔ہاں جو تھوڑا سا ذوق رکھتا ہوتو وہ Google میں Search کر کے انگریزی عبارات سے روشنیوں کے کچھ معلومات بھی حاصل کر لیتا ہے جو کہ آج کل میٹرک کا باذوق طالب علم آسانی کے ساتھ کرسکتا ہے۔

جب کہ ان بزرگوں نے جس وقت دنیا کے نقشے کو سامنے رکھا تمام بلاد وامصار کے اوقات باضابطہ قواعد کے ذریعے معلوم کئے اسی طرح ان سب کا کعبہ شریف سے زاوئے معلوم کر کے جہات قبلہ متعین کر دئے،علاوہ ازیں ھجری عیسوی کا آپس میں تاریخوں کے تقابل کے کے لئے فارمولے وضع کئے۔اسی طرح چاند کی گردش ومدار کو سامنے رکھ کر اس کا سورج کے ساتھ اندازے لگا کر اس کے طلوع وغروب کے ممکنہ اوقات کی تخریج کر دی۔ان کے علاوہ متعدد فنی حقائق کی نشاندہی فرما گئے۔اور یہ یا تو اس وقت کی باتیں ہیں کہ جب کمپیوٹر ابھی دنیا میں مبعوث ہی نہیں ہوا تھا،اور یا تھا تو سہی لیکن پورے پاکستان میں اس کے چند مقامات تھے جہاں پر یہ استعمال کیا جاتا تھا۔اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بزرگ حضرات اسلامی علوم قرآن،حدیث اور فقہ کے علاوہ متعدد علوم وفنون کی جامع شخصیات بھی تھے۔

اب ایسے ہستیوں کے بارے میں مؤلف کا مندرجہ ذیل فرمان کیا اکابر کے احترام کا جنازہ نکالنے کے مترادف نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

.......بالخصوص جب کہ وہ شریعت وفن کے اصولوں سے بھی واقف نہ ہوں،

یا کسی غلط فہمی کا شکار ہوں...................... (کشف الغطاء،ص: ۱۶۲)

الحمد للہ اس فقیر نے صرف کتابی تحقیق پر ہرگز اعتماد نہیں کیا ہے بلکہ اکیلے بھی اور

ساتھیوں سمیت بیسوں مشاہدات کئے ہیں ،جن میں صبح صادق اور شفق ابیض دونوں مشاہدات شامل ہیں۔اگر موقع وموسم اجازت دے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فقیر اہل علم کی معیت میں مشاہدات میں شرکت سعادت سمجھ کر حاضر ہونے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆☆☆

کیا صبح صادق کی روشنی خالص سفید ہوتی ہے؟

........صفحہ نمبر۱۶۴ تا صفحہ نمبر۱۷۴........

سب سے پہلے تو اس مقام کو سمجھنے کے لئے ہم ’’کشف الغشاء‘‘ کے بیان کے مطالعے کا مشورہ دیں گے۔یہاں چند شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد کشف الغشاء سے چند ایک ضروری اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱).....کشف الغطاء کے مؤلف صاحب لکھتے ہیں:

’’مزید یہ کہ معترض صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے، علامہ عینی کی وہ عبارت مع ترجمہ کے مندرجہ ذیل ہے: ومعنی الاحمر ھھنا ان یستبطن البیاض المعترض اوائل الحمرة، اور یہاں (حدیث

میں)احمر کے معنی یہ ہیں کہ بیاض معترض حمرۃ کے ابتدائی لمحات کو اپنے پیٹ
میں لئے ہوئے ہوتی ہے“ .... (کشف الغطاء ص:۱۶۵)

لیکن مؤلف نے ہمارا ترجمہ نقل کرنے کی تکلیف نہیں فرمائی۔ جس سے فرق تو واضح ہوجاتا۔ ہمارا ترجمہ یہ ہے ..... ”یہاں سرخی سے مراد یہ ہے کہ بیاض معترض سرخی کے بالکل ابتدائی لمحات میں ظاہر ہوجائے“ ...... ہم نے ترجمہ لفظی نہیں بلکہ مفہوماً کیا ہے، چنانچہ ”ظاہر ہوجائے“ کا جملہ ”یستبطن“ کا معنی نہیں، جیسا کہ مؤلف نے سمجھا بلکہ یہ بیاض معترض کا حال ہے، جس سے مؤلف بھی انکار نہیں کرسکتے۔ مؤلف جس بیاض کے پیٹ میں حمرۃ کی بات کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ وہ بیاض غائب ہوگی یا ظاہر؟ اب اگر مؤلف اسے غائب ہونے کے قائل ہیں تو ہمارا ترجمہ سو بار غلط، ہمیں تسلیم ہے اور اگر مؤلف بھی اسے ظاہر ہی تسلیم کرتے ہیں، تو ہم نے بھی ”ظاہر“ کے علاوہ اور کچھ نہیں لکھا۔ حمرۃ کو پیٹ میں لے کر کیا بیاض خود ظاہر نہیں ہوگی؟ دونوں ترجمے ملاحظہ ہو:

مؤلف کا ترجمہ: ”احمر کے معنی یہ ہیں کہ بیاض معترض حمرۃ کے ابتدائی لمحات کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہوتی ہے“

ہمارا ترجمہ: ”یہاں سرخی سے مراد یہ ہے کہ بیاض معترض سرخی کے بالکل ابتدائی لمحات میں ظاہر ہوجائے“

فرق یہ ہے کہ ہم نے لفظی معنی کی رو سے ”پیٹ“ نہیں لکھا، اور مؤلف نے اسے لکھ دیا۔ اگر مؤلف کو ”حمرۃ“ اور ”ظاہر“ کا آپس میں اکھٹا آنا نہیں پسند، اور شائد اسی وجہ سے ”ظاہر“ کو ”پیٹ“ میں چھپانا چاہا، تو سوال یہ ہے کہ حمرۃ نے جب چھپنا ہی تھا اور اس نے کچھ دیر بعد ظاہر ہونا تھا تو علامہ عینی کو صبح صادق کے تذکرے میں اسے بیان

کرنے کی کیا ضرورت تھی، جبکہ اس صورت میں اس پر کسی شرعی حکم کا مدار بھی نہیں ہے؟

مؤلف کا ترجمہ پڑھ کر قارئین ''اپنے پیٹ'' کی پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں، جب کہ ہمارا ترجمہ پڑھ کر ان کے ذہن میں ایک واضح اور صاف مضمون آ جاتا ہے، یہی وجہ ہے، کہ بعض مفسرین قرآن کے ترجمے میں لفظاً معانی کے بجائے مفہومی انداز کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ لفظی ترجمے میں وہ شیرینی اور لطافت نہیں آ سکتی جسے قرآن بیان کرنا چاہتا ہے۔

مزید: مؤلف نے مزید لکھا ہے:

> اس عبارت میں بیاض معترض کے اوائل حمرۃ کو بطن میں لینے کی دلیل بھی مذکور ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب بیاض کا طلوع تام ہو جائے، تو حمرۃ کے ابتدائی لمحات (اس کے بطن سے) ظاہر ہو جاتے ہیں (کشف الغطاء:۱۶۶)

حضرت مؤلف صاحب کو یہ الفاظ بذل المجھود میں نظر آ گئے مگر اس طرف توجہ نہ فرمائی کہ اس عبارت سے قبل متصل حدیث کے یہ الفاظ موجود ہیں: فکلوا واشربوا حتی یعترض لکم الاحمر جس میں پھر اسی وقت تک فکلوا واشربوا کا حکم بھی موجود ہے، تو کیا مؤلف کی تشریح کے مطابق حدیث کا معنی درست بنے گا کہ اس بیاض کے معترض ہونے تک کھاؤ پیو جب اس کے بعد اوائل حمرۃ کا ظہور ہو جائے...؟؟؟

اور کیا کیا؟

عبارت نقل کرتے وقت مؤلف صاحب نے بزعم خویش ایک اور بہت اچھا

کام کیا ہے، وہ یہ کہ عبارت آدھی نقل کی ہے اوراس میں غالباً وجہ یہ ہے کہ عبارت مذکورہ میں اس نظرئے کا ابطال پایا جاتا ہے جس کا مؤلف دفاع کررہے ہیں، کہ صبح کاذب کے غیوب اور صادق کے ظہور کے درمیان قربت واتصال نہیں ہوتا (۱) حالانکہ عبارت سے یہ حقیقت بالکل صاف معلوم ہوتی ہے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو:

قال الخطابی سطوعه ارتفاعه مصعدا قبل ان یعترض قال ومعنی الاحمر ههنا ان یستبطن البیاض المعترض اوائل الحمرة والله اعلم .... (عمدة القاری شرح صحیح البخاری)

خطابیؒ فرماتے ہیں کہ سطوع سے مراد روشنی کا اونچائی کی طرف چڑھنا قبل اس کے کہ یہی مستطیل روشنی افق میں پھیل جائے۔اور فرمایا کہ یہاں سرخی سے مراد یہ ہے کہ بیاض معترض سرخی کے بالکل ابتدائی لمحات میں ظاہر ہو جائے۔ .... (کشف الغشاء ص: ۱۴۳)

(۲) امام زیلعیؒ کی عبارت:

و اما بیاض الشفق وهو رقیق الحمرة فلایتأ خر عنها الا قلیلاً ُقدرمایتأ خر طلوع الحمرة عن البیاض فی الفجر۔...........

..........(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق : جلد ۱ ص ۸۱)

اورشفق کی بیاض (جس سے عشاء کا وقت متعلق ہے) تو وہ نہایت ہلکی سی حمرۃ پر مشتمل ہوتی ہے۔اور وہ (مغرب کے وقت حقیقی) حمرۃ سے اتنی دیر

---

(۱) اس کی تفصیلی وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو کشف الغشاء، ص:۵۱ تا ۶۹)

بعد ہوتی جتنی دیر صبح کے وقت حمرۃ بیاضِ فجر کے بعد ہوتی ہے۔

امام، زیلعیؒ کی عبارت کے بارے میں یہ قیاس کہ شفق ابیض میں قلیل حمرۃ کا اس لئے وجود ہے کہ وہاں حمرۃ سے بیاض کی طرف انتقال ہوتا ہے بخلاف فجر کے کہ وہاں بیاض سے حمرۃ کی طرف انتقال ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

''اور فجر کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ وہاں حمرۃ بیاض سے ظاہر ہوتی ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح غروب کے بعد ظہور شفق احمر کے ابتدائی لمحات میں ابیض کا وجود نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اتمام کے بعد ابیض کی شمولیت ہوتی ہے اور وہی احمر لحہ بہ لحہ تبدیل ہوکر ابیض بنتی ہے۔ اور اسی لئے یہاں ابیض کی ابتداء میں رقیق الحمرۃ کی شمولیت ہوتی ہے جو بعد میں مطلق ابیض بن کر غروب ہوتی ہے۔'' (کشف الغطاء:۱۶۸)

کاش مؤلف مشاہدہ یا غور وفکر میں سے ایک کام بھی کرتے تو یہاں شفق ابیض کی یہ تشریح نہ کرتے اور نہ پھر اس پر قیاس کر کے صبح صادق کی وہ تصویر پیش کرتے جو آگے آرہی ہے۔ امام زیلعی کی عبارت (**و اما بیاض الشفق**) میں پوری بیاض کو **رقیق الحمرۃ** قرار دی گئی ہے۔ جبکہ مؤلف کو عقلی توجیہ کی بنیاد پر ابتداء کی قید لگانا پڑ رہا ہے، فرماتے ہیں ''یہاں ابیض کی ابتداء میں رقیق الحمرۃ کی شمولیت ہوتی ہے'' ابتداء کی قید جناب مؤلف نے اس لئے ضروری سمجھا، تاکہ شفق ابیض کی آخر خالص سفید ثابت ہوجائے اور یہ ان کی کامیابی کی بنیاد ہے۔ اور یہ بنیاد اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ اس پر مؤلف نے اگلی عبارت میں پھر قیاس کر کے صادق کے لئے بھی خالص سفیدی ثابت کرنا ہے۔ لہٰذا اپنی بیان کردہ شفق پر قیاس کر کے لکھتے ہیں:

''اسی طرح اس کے برعکس فجر کی بیاض معترض کے ابتدائی لمحات میں بھی احمر کا وجود نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اتمام طلوع کے بعد حمرۃ کی شمولیت ہوتی ہے۔یہی بات علامہ عینی رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمائی ہے''....... (حوالہ بالا)

یہ مؤلف کے مذکورہ بالا قیاس کا نتیجہ ہے، قیاسات کے بجائے عبارات پر غور وفکر کی طرف توجہ فرماتے تو ہم نے کشف الغشاء میں لغات کی مشہور کتاب لسان العرب وغیرہ میں ''صبح'' کے ذیل میں صبح صادق کا معنی اور اس کی رنگت کا ذکر کرتے ہوئے امام ازہری کا قول نقل کیا ہے:

قلت : ولون الصبح الصادق یضرب الی الحمرۃ قلیلاً کانھا لون الشفق الاول فی اول الیل۔ ....

.... (لسان العرب ص: ۲۳۹۰، دارالمعارف ،قاھرہ)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اور صبح صادق کا رنگ سرخی مائل سفید ہوتا ہے، گویا کہ یہ رات کے ابتدائی حصے میں اول شفق (بیاض مستطیر) ہے۔

یہاں صبح صادق کی رنگت میں با قاعدہ شفق مستطیر کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جیسا کہ وہاں حمرۃ کا ہلکا سا شائبہ ہوتا ہے اسی طرح صبح صادق میں بھی ہوتا ہے،..... جب کہ مؤلف نے زیلعی کی عبارت میں بیاض کے ساتھ ابتداء کی قید لگا کر باقی شفق ابیض کو خالص سفید قرار دے دیا اور پھر اس پر صبح کی صورت قیاس کر کے صبح صادق کی ابتداء کو خالص سفید قرار دے دی۔اوران تمام مقدمات کو آپس میں فنی عقل کے ذریعے جوڑ دئے۔

حالانکہ زیلعیؒ کی عبارت **واما البیاض ھو رقیق الحمرۃ** میں پوری

بیاض کی بات ہورہی تھی اور پھراس کے ساتھ تشبیہ دے کرابن منظورؒ نے بقول ازہری صبح صادق کوبھی رقیق الحمرۃ قرار دے دی۔

مغنی لابن قدامہؒ کا حوالہ:

حنابلہ کی کتاب مغنی میں شیخ ابن قدامہؒ نے صبح صادق کی وضاحت میں فرمایا تھا **یجمع بیاضا وحمرۃ** تواس کے جواب میں محترم مؤلف نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حمرۃ بیاض کے کافی دیر بعد منظر پر آتی ہے، لہٰذا صبح صادق کے وقت میں حمرۃ اور بیاض کو جمع کرنا غلط ہے۔اوراسی پر شوافع کی کتب سے عبارات نقل کی ہے۔

لان الفجر یجمع ذالک بعد زمن کثیر من وقتھا۔(کشف الغطاء ص:۱۶۹)

حالانکہ مؤلف کو چاہئے تھا کہ وہ علامہ ابن قدامہؒ کی تحریرات سے اس کی یہی توضیح پیش فرماتے ، کیونکہ مؤلف کی عادت وطریقہ کار بھی یہی گزرا ہے کہ عبارت ہی سے دلیل نکالتے ہیں۔علاوہ ازیں مؤلف جوتوجیہ فرمارہے ہیں وہ توصبح صادق کی بات نہیں وہ توصبح کے کل دورانئے کا نام ہے، لکھتے ہیں کہ:

> ’’پس عبارت سے تو اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ کاذب کی بیاض کے مقابلے میں صادق وہ ہے، کہ جو بیاض وحمرۃ کو جمع کرے،اوراس میں کوئی شبہ نہیں کہ صبح صادق بیاض سے شروع ہوکرحمرۃ تک ممتد ہوتی ہے،اوریہی کاذب کے مقابلہ میں صادق میں بیاض اورحمرۃ کا جمع ہوناہے۔‘‘..........
>
> ....(کشف الغطاء ص:۱۶۹)

حالانکہ مؤلف نے یہاں اپنا ہی اصول مستحضر نہیں رکھا کہ صبح کاذب کے مقابلے صادق کورسم تام کے ذریعے بیان کرنا چاہئے ،اورکاذب کے مقابلے میں

مؤلف کے نزدیک صادق کی رسم تام بیاض کا مستطیر ہونا ہے، لہٰذا مؤلف کا اسے کل دورانیہ قرار دینا مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل ہے:

(۱)....ابن قدامہ نے اسے صبح صادق کے دخول یعنی بالکل ابتداء کے طور پر تشریح میں بیان کیا ہے پوری عبارت ملاحظہ ہو:

وَجُمْلَتُهُ أَنَّ وَقْتَ الصُّبْحِ يَدْخُلُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي إجْمَاعًا ، وَقَدْ دَلَّتْ عَلَيْهِ أَخْبَارُ الْمَوَاقِيتِ ، وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُسْتَطِيرُ الْمُنْتَشِرُ فِي الْأُفُقِ ، وَيُسَمَّى الْفَجْرَ الصَّادِقَ ؛ لِأَنَّهُ صَدَقَك عَنْ الصُّبْحِ وَبَيَّنَهُ لَك ، وَالصُّبْحُ مَا جَمَعَ بَيَاضًا وَحُمْرَةً ، ....

.. (المغنی لابن قدامه ،ج۲ ،ص : ۲۹، ۳۰،دار عالم الکتب ،ریاض)

(۲).....دوسری بات یہ ہے کہ صبح کاذب کے مقابلے صادق کو بطور جدائی الگ بھی ذکر کیا ہوا ہے جیسا کہ عبارت بالا میں البیاض المستطیر فی الافق سے ظاہر ہے۔

(۳)......تیسری بات یہ کہ اس عبارت کا متصل اگلا حصہ اس مفہوم کی تردید کر رہا ہے :مغنی کی عبارت میں آگے تحریر ہے: وَمِنْهُ سُمِّيَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي لَوْنِهِ بَيَاضٌ وَحُمْرَةٌ أَصْبَحَ ، اب یہاں مؤلف کی توجیہ کیسے صادق آئے گی؟ ظاہر بات ہے کہ شخص واحد میں بیک وقت دونوں کے وجود کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

(۴).....چوتھی بات یہ ہے کہ مؤلف اسے کل دورانیہ قرار دے رہے ہیں حالانکہ اسے بھی ابن قدامہؒ نے الگ سے ذکر کیا ہے، آگے لکھتے ہیں:

ثُمَّ لَا يَزَالُ وَقْتُ الِاخْتِيَارِ إلَى أَنْ يُسْفِرَ النَّهَارُ ؛ لِمَا تَقَدَّمَ فِي حَدِيثِ جِبْرِيلَ وَبُرَيْدَةَ وَمَا بَعْدَ ذَلِكَ وَقْتُ عُذْرٍ وَضَرُورَةٍ ، حَتَّى

تَطْلُعَ الشَّمْس........................ (المغنی،حوالہ بالا)

یعنی پہلے صبح صادق وکاذب کی تعریف اورصفات بیان کی اوراب عبارت بالا میں صبح صادق کے پورے وقت کا بیان ہے کہ اختیار وضرورت کے حصے کون کون سے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ واضح روشنی تک اختیاری جب کہ اس کے بعد یعنی قبل طلوع الشّمس کا وقت ضرورت کے درجے کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ:

(۵)....المغنی کے مؤلف موفق الدین ابن قدامہ (م: ۶۲۰ھ) ہی کی دوسری کتاب ''المقنع'' کی شرح ''شرح الکبیر'' میں ان کے بھتیجے شمس الدین ابن قدامہؒ (م:۶۸۲ھ) نے مزید وضاحت فرمادی۔ چنانچہ ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں:

وجملة ذلك أن وقت الفجر يدخل بطلوع الفجر الثانی إجماعا وقد دلت عليه الاخبار التی ذكرناها وهو البياض المعترض فی المشرق المستطير فی الافق. ويسمى الفجر الصادق لانه صدقك عن الصبح. والصبح ما جمع بياضاو حمرة ولا ظلمة بعده، فأما الفجر الاول فهو البياض المستدق المستطيل صعدا من غير اعتراض فلا يتعلق به حكم، وآخر وقتها طلوع الشمس.......

..............................(شرح الکبیر،ج:۳،ص: ۱۶۵)

ابن قدامہؒ کی عبارت شرح الکبیر میں آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ ما جمع بیاضاو حمرۃ کے بعد ولا ظلمة بعده کے الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ اگر بیاض کے بعد حمرۃ مراد ہوتی جیسا کہ کشف الغطاء کے مؤلف نے توجیہ کی ہے تو پھر اس کے بعد ولاظلمة کی عبارت کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ بیاض کے اختتام پر جو حمرۃ آئے گی تو

ظاہر بات ہے کہ اس کے ساتھ سورج کی شعائیں لگتی ہوئی اپنے اثرات لمحہ بہ لمحہ تیز اور روشن تر کرتی رہتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حمرۃ کے بعد وقت فجر کے لحاظ سے کوئی نزاع باقی نہیں رہتا۔

ہاں ابتداء صبح صادق کے وقت چونکہ یہ مسئلہ زیر بحث ہوتا ہے کہ اسے صبح کاذب سے الگ کر دیا جائے تو وہاں یہ توضیح ضروری سمجھی گئی کہ چونکہ کاذب کے بعد اندھیرا آتا ہے لہٰذا صبح صادق (بیاض مع الحمرۃ) کیساتھ لا ظلمة بعده کا اضافہ کر دیا گیا۔ رہا مؤلف کے وہ حوالہ جات جن میں حمرۃ کی تردید کی گئی ،تو جاننا چاہیئے کہ اس سے اس حمرۃ کی نفی مقصود ہے جو خالص حمرۃ ہو جو کہ صادق کے خوب واضح وروشن ہونے کے بعد طلوع شمس سے پہلے آتی ہو اب ظاہر بات ہے کہ جب صبح صادق کی ابتداء کی بات ہوگی تو ہر شخص ابتداء صبح صادق سے اس حمرۃ کی نفی کرے گا۔

امام ازہری کا قول:

لسان العرب میں ازہری کے قول:قلت : ولون الصبح الصادق يضرب الى الحمرة قليلاً كانها لون الشفق الاول فی اول الیل۔ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اس عبارت میں بھی ابتدائے صبح صادق کی کوئی قید نہیں ،جس سے ہمارا معارضہ لازم آئے“
(کشف الغطاء:ص:۱۷۱)

مؤلف کی یہ توجیہ مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل ہے۔

(۱)......صبح صادق کا لفظ ہی ابتداء کے لئے بولا جاتا ہے۔کل یا بعد میں درمیانی وقت کو کوئی صبح صادق نہیں کہتا بلکہ اسے مطلق صبح کا وقت کہا جاتا ہے۔

(۲)......صبح کے ساتھ صادق کا اضافہ کاذب سے الگ کرنے کے لئے کیا گیا ہے،اور اس تصدیق وتکذیب کا تعلق ابتداء سے ہوتا ہے۔جب آسمان میں میں خوب روشنی پھیل کر سرخی واضح طور پر ظاہر ہوجائے اس وقت کوئی تکذیب وتصدیق کی صورتحال نہیں ہوتی۔

(۳).....صبح کا کل وقفہ اگر کم از کم ۷۵ منٹ قرار دیا جائے تو طلوع صبح صادق سے ۴۰ منٹ اچھی خاصی سرخی شروع ہوچکی ہوتی ہے،لسان العرب میں صبح کی تعریف میں اس حصے کی تخصیص کا باعث کیا تھا؟

(۴)......صبح صادق کی تشبیہ لون الشفق کے ساتھ دی گئی اور شفق سے مراد بیاض ہی لیا جائے گا کیونکہ ابتداء یعنی غروب آفتاب کے بعد افق غربی پر چمکتی ہوئی سرخی ہوتی ہے اسے قلیلاً کسی طرح نہیں کہا جاسکتا،علاوہ ازیں اس وقت افق پر سرخ اور سفید دو پٹیاں نظر آتی ہے۔اس پر مؤلف کی عبارت صادق نہیں آتی۔اور جب اس سے شفق احمر مراد نہیں تو بقایا شفق ابیض ہی رہ گیا۔اور مشاہدے سے ثابت ہے کہ شفق ابیض میں چمکتی ہوئی سفید روشنی کبھی نہیں ہوتی۔

(۵).....بقول مؤلف اگر اس سے ابتداء صادق نہیں مراد تو پھر کیا مراد ہے؟اور ابتداء کے علاوہ دیگر حصوں کی تخصیص پر کیا دلیل ہوگی؟

محترم مؤلف کی سمجھ:

مؤلف کے لئے عدم ابتداء قرار دینے سے بہتر تھا کہ اس قول کو ہی غیر معتبر قرار دیتے، کیونکہ اس سے پہلے مؤلف نے علامہ زیلعیؒ کی عبارت کے ترجمے میں

ابتداء کی قید خود لگائی ہے حالانکہ وہاں عبارت ابتداء کا نہیں بلکہ کل وقت کا تقاضاء کر رہی تھی۔ دونوں ترجموں کو ملاحظہ فرمائیں، کہ ابتداء کی قید کہاں لگنا چاہیئے اور مؤلف اسے کہاں لگا رہے ہیں:

(۱) و اما بیاض الشفق وھو رقیق الحمرۃ ...الخ (زیلعیؒ کی عبارتؒ)

''یہاں ابیض کی ابتداء میں رقیق الحمرۃ کی شمولیت ہوتی ہے''(کشف الغطاء :۱۶۸)

(۲) ولون الصبح الصادق یضرب الی الحمرۃ قلیلاً کانھا لون الشفق الاول فی اول اللیل۔ کے بارے میں فرماتے ہیں:''اس عبارت میں بھی ابتدائے صبح صادق کی کوئی قید نہیں، جس سے ہمارا معارضہ لازم آئے''(کشف الغطاء:ص:۱۷۱)

حالانکہ پہلی عبارت میں الفاظ ہیں رقیق الحمرۃ جبکہ دوسری عبارت کے الفاظ ہیں الحمرۃ قلیلاً ۔علاوہ ازیں انداز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے دونوں عبارات کے قیودات الٹے سمجھ لئے ہیں۔

فنی احتمالات :

اب اگر مؤلف صاحب کی طرح فنی احتمالات نکالنا چاہے تو ان میں مندرجہ ذیل چار احتمالات ممکن ہیں:

(۱)......دونوں سے مراد ابتداء لیا جائے ، یہ عبارت اول پر صادق نہیں آتا کہ اس کے ابتداء میں ظاہر بات ہے حمرۃ زیادہ ہوگی۔ کیونکہ سورج کے قریب تر ہے۔

(۲)......دونوں کا مطلب انتہاء لیا جائے، یہ عبارت دوم پر صادق نہیں آتا کہ سورج کے قریب تر ہونے کی وجہ سے حمرۃ زیادہ ہوگی۔

(۲)....... پہلے کی ابتداء اور دوسری کی انتہاء مراد لیا جائے، ظاہر بات ہے یہ مذکورہ بالا دونوں اقوال کا مجموعہ ہے جس کا ابطال واضح ہے، کہ یہ دونوں صورتیں سورج کے قریب ہیں۔

(۲)...... پہلے کی انتہاء اور دوسرے کی ابتداء

صرف یہ آخری صورت ہے کہ اس میں قلیل ترین حمرۃ کا وقوع ممکن ہے۔ لہٰذا عبارت زیلعی کا معنیٰ یہ ہو جائے گا: کہ آخر شفق قلیل سرخی مائل ہوتا ہے

اور ازہری کی عبارت کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ: ابتداء صبح صادق قلیل ترین مائل بسرخی ہوتی ہے۔ جب کہ مؤلف کی توجیہات سے احتمال ثالث معلوم ہوتا جس میں دوہرا (ڈبل) وجوہ ابطال پائے جاتے ہیں۔

حاشیہ تفسیر ابن جریر کی عبارت:

یہاں عبارت لیس شدید البیاض کے بارے میں مؤلف نے لکھا ہے:

''لہٰذا اس سے حمرۃ کی شمولیت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ بیاض کا ہی ثبوت ہوتا ہے، البتہ اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بیاض شدید نہیں ہوتی، اور ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ صبح صادق کے طلوع کے وقت اس کی روشنی مدہم ہوتی ہے، جس کا مطلب یہی ہے کہ شدید سفید نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ عبارت تو ہمارے مدعا کے مطابق ہوئی، نہ کہ معترض صاحب کے مدعا کے'' ....

....(کشف الغطاء ص:۱۷۱)

مذکورہ بالا عبارت ہم نے ''کشف الغشاء'' میں ص: ۱۴۵ پر اپنے موقف کی تائید میں پیش کی تھی کہ صبح صادق کی روشنی خالص سفید نہیں ہوتی بلکہ اس میں ہلکی سی

آمیزش سرخی کی پائی جاتی ہے۔اب ظاہر ہے کہ جس بیاض میں انتہائی معمولی سرخی کی جھلک ہوگی وہ شدید بیاض کیسے کہلائے گی لہٰذا ہم نے مذکورہ بالا عبارت اپنی تائید میں نقل کی۔مؤلف نے بجائے اسے قبول کرنے کے نہ صرف اس سے انکار کیا بلکہ الٹا اسے اپنی دلیل قرار دے کر ہمارے مدعا کی نفی کردی حالانکہ مؤلف کو یہ بات تب مفید ہوتی کہ ہم صرف سرخی کے قائل ہوتے تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ سرخی پر لیس شدید البیاض صادق نہ آتا،تب مؤلف کا استدلال درست ہوتا۔

رہ گئی یہ بات کہ مؤلف بھی اس کے قائل ہیں اس وقت روشنی مدہم ہوتی ہے ۔تو اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ مدہم پر لیس شدید البیاض صادق نہیں آتا کیونکہ یہ بیاض میں رنگت کے اختلاف کو مقتضی ہے،لہٰذا کوئی بھی دوسرا رنگ اس میں مل جائے تو اس کی بیاض کی شدت میں کمی آجائے گی۔جبکہ مدہم کا تقاضاء یہ ہے کہ وہ نظر کے سامنے کمزور ہو یعنی دیکھنے میں کم نظر آتا ہو،بے شک اس کی رنگت سفید ہی کیوں نہ ہو،لہٰذا مؤلف کو اسے مدہم قرار دینا اس کے موقف کو کمزور کررہا ہے،کیونکہ یہ مدہم نظر آنا آیت کریمہ حتیٰ یتبین کے مخالف ہو کر صبح صادق کا متضاد قرار دیا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسے فن جدید کے ماہرین نے بعض اوقات ناقابل رؤیت قرار دی ہے۔

(ا) مولانا یعقوب قاسمی صاحب اپنی ایک کتاب ”برطانیہ اور اعلیٰ عروض البلاد “ میں صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں:

> ”اس وقت یہ روشنی اتنی مدہم ہوتی ہے کہ وہ ستاروں کی روشنی اور دوسری کسی بھی عارضی روشنی سے مغلوب ہوجاتی ہے یہ روشنی بہت ہی ہلکی اور غیر نمایاں ہوتی ہے“۔

(2) For a considerable interval after the beginning of morning twilight and before the endevening twilight ,sky illumination is **so faint that is practically imperceptible**

(Http://blg.oce.orst.edu/misc/USNO_SunriseSetDef.html)

(3) sky illumination from the sun is so faint that it is **practicallty imperceptible**.

(Http://www.wwu.edu/drpts/skywise/twilight.html)

(4)For a considerable interval after begining of morn- ing twilight and bfore the end of evening twilight,sky illumina- - tion is **so faint that it is practically imperceptible**

(FAQs.Definition,Accuracy and Privacy statements).

(5) after the begining of morning twilight and before the end of evening twilight sky illumination i**s so faint that is practically impe- rceptible.**

(http:// www.nightwise.org/twilight htm)

انگریزی کے مذکورہ بلا سب حوالوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سورج کے 18 درجے زیر افق پر ظاہر ہونے والی روشنی (آسٹرونومی کل ٹویلائٹ) نہایت مدہم اور اتنی غیر واضح ہوتی ہے کہ اس کا دیکھنا بھی کبھی کبھی ناممکن ہوجاتا ہے۔لہٰذا یہ آیت کریمہ **حتىٰ يتبين** کا مصداق کیسے بن سکتی ہے جیسے صبح صادق قرار دی جائے؟

کیا خلط مبحث الزام ہے؟

اس بحث کو قارئین اطمینان کے ساتھ ''کشف الغشاء'' (ص:۱۴۶ تا ۱۵۵) میں ملاحظہ فرمائیں، یہاں اس تفصیلی کلام کی گنجائش نہیں۔خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہاں مؤلف کے دلائل کا انبار بجا مگر دانستہ یا غیر دانستہ طور پر قلب موضوع کا ارتکاب کیا گیا ہے۔حالانکہ یہاں محض دلائل کو نہیں، استدلال کو بھی دیکھا جاتا ہے۔

خلاف حقیقت کیا ہے؟

مؤلف کو یہ شکوہ ہے کہ ہم نے ان کے اوپر خلاف حقیقت الزامات لگائے ہیں مثلاً حدیث طلق بن علیؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''۔۔۔اس سے بعض حضرات کو صبح صادق کی ابتدائی روشنی کے سرخ ہونے کی غلط فہمی ہوگئی ہے ۔۔۔'' اس کے بعد روایت ذکر کی ہے۔
(صبح صادق و کاذب اور وقت عشاء کی تحقیق، ص:۹۳)

اب بقول مؤلف، ہمارا الزام ملاحظہ ہو:

محترم مؤلف کا بیان یہ ہے کہ مذکورہ حدیث سے بعض حضرات کو یہ دھوکہ ہوگیا کہ وہ صبح صادق کی خالص سفید روشنی کی بجائے اس میں سرخی کی آمیزش کے قائل ہوگئے۔...................(کشف الغشاء،ص:۱۴۶)

آپ ملاحظہ فرمائیں دونوں عبارات میں کیا خاص فرق ہے ماسوائے اس کے کہ مؤلف ایک عمل کو ''غلط فہمی'' بتلا رہے ہیں،اور ہماری عبارت میں ''دھوکہ ہوگیا'' کے الفاظ ہیں۔مگر مؤلف کی نظروں میں اس جرم کی ہیبت ملاحظہ ہو:

''معترض صاحب نے ہماری طرف جو مندرجہ بالا نسبت کی ہے وہ سراسر خلاف حقیقت ہے۔۔۔۔اس کو اگر ناانصافی سے تعبیر نہ کیا جائے، تو پھر غفلت سے تعبیر کرنے میں تو کوئی مانع نہ ہونا چاہیئے؟ ....

..........................(کشف الغطاء، ص:۱۷۲، ۱۷۳)

حالانکہ مؤلف کو پتہ ہونا چاہیئے کہ یہ ان کا براہ راست اقتباس نہیں نقل کیا گیا بلکہ اس کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ مثلاً صبح کاذب کے بارے میں: یہ کہنا کہ بعض اوقات لوگوں کو، اسے صادق سمجھ کر، دھوکہ ہوجاتا ہے،

یا یہ کہنا کہ بعض اوقات اس سے صبح صادق کی غلط فہمی ہوجاتی ہے،

اب ان دونوں میں وہی ''دھوکہ'' اور ''غلط فہمی'' کے متبادل الفاظ ہیں۔ جو کہ بظاہر بقول مؤلف ''خلاف حقیقت، ناانصافی اور غفلت'' کے الفاظ ہیں مگر مفہوماً دونوں تعبیرات درست ہیں، اسے کوئی شخص اتنا سنگین جرم نہیں قرار دیتا۔ جب کہ محترم مؤلف صاحب ایک کی جگہ دوسرے کا مفہوماً استعمال گناہ کبیرہ کے زمرے میں ڈال رہے ہیں۔

اپنے پیش رو کی مخالفت:

یہاں جس موضوع پر گفتگو ہورہی ہے اس میں فریقین (قائلین ۱۸، اور ۱۵ والوں) کے درمیان درحقیقت اختلاف ہی نہیں۔ ہمارا رونا یہ ہے کہ مؤلف نے اگر ۱۸ درجے والوں کی وکالت اور ترجمانی کرنا بھی ہے تو کم ازکم ان سے مشورہ تو کرلیتے تاکہ ان کی محبت اور دفاع میں ایسی بات نہ کرجاتے کہ اس بات سے اس کے بڑے ہی متفق نہ ہو۔اگر اسی طرح ہو تو پھر اسے ان کی ترجمانی نہیں کہی جاسکتی

بلکہ یہ اپنے ہی خودساختہ نظریات کی ایجاد ہوگی۔اور اپنے بڑوں کا نام ونسبت استعمال کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کہلائے گی۔

یہاں اس عنوان کے تحت اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ صبح صادق کی روشنی مائل بسرخی نہیں بلکہ خالص سفید ہوتی ہے۔حالانکہ موجودہ وقت میں ۱۸ درجے کے سب سے بڑے محقق محترم جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب بھی اس بات کے قائل ہیں کہ صبح صادق کی بالکل ابتدائی روشنی خالص سفید نہیں بلکہ اس میں سرخی کی آمیزش ہوتی ہے۔چنانچہ ''غلط فہمی کی وجہ'' کے عنوان کے تحت ''دوسرا مغالطہ'' کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

''(الف) یہ سمجھنا کہ سورج ۱۵ درجات زیر افق کی حد کو صبح کے وقت جب پہنچ جاتا ہے صرف اسی وقت پھیلی ہوئی روشنی میں مدہم سرخی کی آمیزش ہوتی ہے،اوراس سے پہلے لمحات میں نہیں ہوتی قطعی غلط فہمی ہے، یہ بات عین مشاہدہ کے خلاف ہے، اور علم ہیئت کے ابتدائی اصولوں کے بھی منافی ہے،(ب) مزید یہ سمجھنا کہ ۱۵اور ۱۸ درجات کے مابین وقفہ میں جو روشنی ہوتی ہے وہ قطعی سرخی کے جھلک سے پاک ہوتی ہے،(یا) عین سفیدی مائل ہوتی ہے،اور صرف سرخی کی جھلک یا آمیزش روشنی میں اس وقت آتی ہے جب سورج ۱۵ درجات زیر افق کی حد کو (صبح کے وقت) پہنچ جاتا ہے،سراسر مغالطہ ہے۔......(صبح صادق وصبح کاذب،صفحہ نمبر:۱۲۱،۱۲۲)

مزید آگے ''دعوت فکر'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ روشنی بالکل سفیدی مائل نہیں ہوتی بلکہ اس میں ہلکی سی، مدہم سی، ابتدائی لمحات میں انتہائی معمولی سرخی کی آمیزش بھی ہوتی ہے، جو بتدریج بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔''..................(بحوالہ بالا صفحہ نمبر:۱۲۸)

آگے تحریر فرماتے ہیں:

'' ۱۵ درجات زیرافق کی حد کو آفتاب کے پہنچ جانے کے بعد ہی سرخی کی جھلک کے آثار روشنی میں نمودار ہوتے ہیں، اوراس سے پہلے پہلے روشنی قطعی سرخی کی آمیزش سے پاک ہوتی ہے سراسر غلط فہمی ہے، اور مشاہدات وتحقیقات کے منافی ہے۔'' .... (بحوالہ بالا صفحہ نمبر:۱۲۹)

ایک مقام میں ڈائرکٹر آف سپارکو سے ایک مراسلے میں اسی علامت کے بارے میں استفسار فرماتے ہیں:

''اس خاص لمحہ میں جب کہ سورج زیرافق ۱۸ درجات عرض البلد پر پہنچتا ہے تو کیا پورے کے پورے افق پر روشنی بیک وقت سرخی کی آمیزش کے ساتھ نمودار ہوجاتی ہے؟ یا شروع ہوتے ہوئے (ابتدائی لمحات میں) روشنی ایک مخروطی شکل میں بغیر سرخی کی آمیزش کے نمودار ہوتی ہے؟''... ....(حوالہ بالا صفحہ:۱۸۵)

اس کے جواب میں جناب محمد حنیف صاحب ڈائرکٹر آف سپارکو نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا ہے:

''صبح کے وقت (جبکہ آفتاب ۱۸ درجے زیرافق ہوتا ہے) فلکی فلق

(Astronomical Twilight) کی ابتداء کے موقع پر پورا
افق ہلکی سرخی مائل روشنی سے منور ہو جاتا ہے..(حوالہ بالا صفحہ نمبر:۱۸۸)

جوابات کے ساتھ اختلاف یا اتفاق ایک الگ بحث ہے مگر یہ حقیقت اس سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہی ہے کہ صبح صادق ان حضرات کے نزدیک بھی خالص سفید نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اس سفیدی کے ساتھ نہایت ہلکی سی سرخی کی جھلک ضروری ہے۔ حالانکہ مندرجہ زیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سفید روشنی میں سرخی کا احتمال ۱۸ درجے پر نہیں بلکہ ۱۵ درجے پر ہوتا ہے:

''آفتاب جب ۱۸ درجے زیر افق سے ۱۵ درجے زیر افق پہنچ جائے
تو افق پر موجود روشنی نہ صرف خاص تیز ہوگی بلکہ اس میں سرخی کے
پائے جانے کا بھی بہت زیادہ احتمال ہوگا''..(بحوالہ بالا صفحہ نمبر ۱۹۳)

مگر سوال یہ ہے کہ محترم مؤلف نے صبح صادق کی روشنی میں سرخی کی قلیل آمیزش کی بجائے خالص سفیدی قرار دیتے ہوئے اپنے پیش رو کے برعکس ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب کشف الغشاء میں ملاحظہ فرمائیں۔

دراصل حقیقت یہ ہے کہ فریقین کا اس بات میں شرعی اختلاف ہی نہیں تھا۔ کہ صبح صادق کی روشنی شرعی نقطہ نظر سے دونوں کے درمیان مختلف ہو، جھگڑا تو اس حوالے سے چل رہا تھا کہ جو صبح صادق دونوں کے نزدیک مسلم ہے، مگر خارج میں یا فنی طور پر وہ کس روشنی کا نام کہلایا جا سکتا ہے؟ مگر حضرت مؤلف نے ان حقائق کے برعکس موجودہ اختلاف کو فن سے نکال کر شرعی نزاع قرار دے دیا۔

فجر اور مغرب کا وقت برابر ہونے
اور وقت عشاء کی تحقیق

........صفحہ نمبر ۱۷۵........

اس دور کی دیگر آفات میں سے ایک آفت یہ بھی ہے کہ جب کسی شخص کی مخالفت میں ایک دفعہ کمر باندھ لی جاتی ہے، تو پھر اس کی اچھی باتوں کو بھی بدگمانیوں کی زد میں لا کر رد کی جاتی ہیں۔ کشف الغطاء کے مؤلف ہمارے قابل احترام بزرگ ہیں، ہم ہر عالم فاضل شخصیت پھر خصوصاً دین کے کسی بھی شعبے میں صحیح طریقے سے کام کرنے والے حضرات کی قدر کرتے ہیں۔ مگر اس بات کو دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ اللہ کے ان بندوں میں یہ اخلاقی تنزل کیوں آجاتا ہے اور اس کا علاج کیا ہوگا؟

محترم مؤلف صاحب نے ''صبح صادق و کاذب اور وقت عشاء کی تحقیق'' میں صفحہ نمبر ۹۸ تا صفحہ نمبر ۱۲۹ میں نہایت تفصیل کے ساتھ ایک یہ بات ثابت کی ہے کہ احناف کے نزدیک اختتام عشاء شفق ابیض کے غیوب پر ہے دوسری بات یہ تھی کہ صبح صادق تا طلوع الشّمس اور غروب الشّمس تا غیوب شفق ابیض کا دورانیہ اور کیفیت برابر ہوتے ہیں۔ ہم نے محترم کے اس کارِ خیر پر مندرجہ ذیل تبصرہ کیا:

> ''ان صفحات میں دو بڑی باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشاء کا وقت شفق ابیض کے غروب کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ ماشاء اللہ محترم مؤلف نے دلائل نقلیہ وعقلیہ سے اپنے دعوے

کوخوب مبرہن فرمایاہے بہت اچھی محنت کی ہے۔جبکہ دوسری بات یہ لکھی ہے کہ کسی دن کے صبح صادق اور طلوع الشّمس کے درمیان جتنا وقفہ ہوتا ہے اتناہی وقفہ غروب آفتاب اور غروب شفق ابیض کے درمیان ہوتا ہے یا بالفاظ دیگر فجر اور عشاء کے اوقات دورانیہ اور کیفیت کے حوالے سے برابر ہوتے ہیں ان دونوں باتوں میں مؤلف کے ساتھ الحمدللہ کوئی اختلاف نہیں ہے'' .... (کشف الغشاء،ص: ۱۵۹)

مگراس کے باوجود مؤلف محترم نے صرف آخری (خط کشیدہ عبارت والا) جملہ لکھ کرمندرجہ ذیل جواب دیاہے:

''مگراولاً معترض صاحب نے اپنا موقف واضح نہیں کیا، کہ وہ امام صاحب کے قول کوکس درجہ کا قوی سمجھتے ہیں، دوسرے اس چیز سے بھی غفلت برتی کہ فجر اور شفق کے اوقات برابر ہونے کی بحث سے بیاض مستطیل کا کوئی تعلق نہیں، کیونکہ یہ نہ کسی نماز وروزے کے وقت کا مبداء ہے،اور نہ منتہاء، ....(کشف الغطاء ،ص:۱۷۵)

حالانکہ جب ہم نے نہ صرف یہ کہ یہ کہہ دیا کہ اس میں مؤلف کے ساتھ اختلاف کوئی نہیں، بلکہ ان کی محنت شاقہ کوسراہا بھی۔ تو پھراس کے باوجود مؤلف کا یہ مطالبہ کہ امام صاحب کے قول کوکتنا قوی مانتے ہیں؟ یا فلاں سے غفلت برتی ہے،فلاں سے فلاں کیا ہے،مؤلف کے ذہنی اور اخلاقی تناقض کی عکاسی کرتا ہے۔کس نے یہ باتیں کی ہیں؟ کہاں سے مؤلف یہ باتیں ہماری طرف منسوب کررہے ہیں؟ دوسری بات ہم نے یہ لکھی ہے:

''البتہ یہاں اس ناچیز کی ایک گزارش یہ ہے۔۔۔گزارش یہ ہے کہ صبح صادق وکاذب کے مشاہدات اگر کچھ مشکل ہیں تو فی الحال وہ نہ سہی ،مگر شفق ابیض کے مشاہدے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے ،لہٰذا ہر شخص عشاء کا مشاہدہ کر کے تفصیلات نوٹ فرما لیجئے گا،اور اگر اس فقیر کو بھی نتائج سے آگاہ فرمایا تو عین نوازش ہوگی'' ....(کشف الغشاء ،حوالہ بالا)

حالانکہ اس پر بھی مؤلف صاحب نے راضی ہونے کی بجائے اپنی نازک مزاجی کا مظاہرہ فرمایا ہے ،اور یہ شکوہ کیا ہے کہ معترض جب ہمارے ذکر کردہ ماہرین واہل علم کے مشاہدات پر مشتمل عبارات سے مطمئن نہیں ہے تو پھر ایک عام آدمی کے مشاہدات کو کیونکر تسلیم کریگا، چنانچہ اس غفلت کا کیا علاج ؟(کشف الغطاء حوالہ بالا)

جواباً عرض یہ ہے کہ محترم مؤلف نے کوئی مشاہدہ نہیں ذکر کیا البتہ اہل علم اور ماہرین کے بیانات کو ضرور ذکر کئے ہیں لیکن مؤلف کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ ایک ہوتا ہے مشاہدہ ،دوسرا ہوتا ہے واقعہ کا بیان ۔مگر یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے بظاہر دونوں میں فرق عام آدمی کو نظر نہیں آتا۔مثلاً مؤلف نے بھی لکھا ہے کہ بروجی روشنی فلاں جگہ سے ظاہر ہوتی اس طرح ہوتی ہے وغیرہ یا یوں کہتے ہیں مثلاً کہ صبح صادق ابتداء میں ایسی ہوتی ہے پھر یوں ہوتا ہے۔اب پڑھنے والا سمجھتا ہے کہ محترم نے اسے سینکڑوں بار مشاہدہ کیا ہوگا ،مگر مؤلف نے ایک دفعہ بھی شاید یہ منظر نہ دیکھا ہو۔دوسرا ایک شخص دیکھنے کے بعد کہتا ہے کہ صبح کاذب ایسی ہوتی ہے اور صادق فلاں وقت پر فلاں کیفیت کے ساتھ نظر آتی ہے۔اب ان دونوں میں بظاہر کوئی فرق نہیں محسوس ہوتا ماسوائے اس کے کہ مؤخر الذکر دیکھنے یا مشاہدہ کی صراحت بیان کرے۔

چنانچہ اکثر ماہرین کے اقوال اول الذکر نوعیت کے ہوتے ہیں، کہ کتابوں سے کتابوں میں نقل ہوتے چلے آرہے ہوتے ہیں، جنہیں مطلقاً قبول کرنا اصولی طور پر درست نہیں ہوتا۔شائد محترم مؤلف نے ان دونوں صورتوں میں فرق نہ کرسکنے کی وجہ سے شکوے کا اظہار فرمایا ہو۔ہم نے جتنے بھی مشاہدات یا مشاہدات پر مبنی عبارات کشف الغشاء میں تحریر کئے ہیں تقریباً سب میں مشاہدات کی صراحت مختلف انداز میں پائی جاتی ہے۔

نوٹ :

ہم نے اس بات کے التزام کا وعدہ کیا تھا کہ ہم جزئی مباحث میں پڑنے کی بجائے مضمونی طریقہ کار کو ترجیح دیں گے مگر یہ دوسرا موقع ہے کہ مؤلف ہمارا مثبت تبصرہ اوران کے مضمون سے اتفاق ہونے کے باوجود اسے رد کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور خواہ مخواہ ایسی متفق علیہا مباحث کو بھی متنازعہ جامہ پہنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے بھی بجبوری اپنے اصول سے ایسے مقامات مستثنیٰ کردئے جہاں اتفاق کی صورتوں کو سوچ سمجھ کر اختلافی بنائی جارہی ہوں۔تاکہ قارئین اصل حقائق سے محروم نہ ہوں۔

☆☆☆☆☆

صبح صادق کا طلوع اور شفق ابیض کا غروب

کتنے درجہ زیر افق ہے؟

........صفحہ نمبر ۱۷۶ تا صفحہ نمبر ۲۰۶........

علامہ آلوسی، علامہ شامی اور علامہ سایحانی رحمہم اللہ کے حوالوں پر جو کلام کشف الغشاء میں کیا گیا ہے وہ کافی ہے۔اس کے علاوہ مختصر وضاحت یوں ہے کہ ان حضرات نے اس وقت کے فلکیین کے اقوال پر اعتماد کر کے انہیں نقل کئے ہیں اور فلکیین کے اقوال کی وضاحت اور حقیقت اگلے صفحات میں آرہی ہے۔

(۴) ابوریحان البیرونیؒ کا حوالہ:

ہم مؤلف سے دیانت وامانت کے طعنوں کے گلے نہیں کرتے ،مگر ایسے حضرات کو پھر خود معیار پر اترنے کی پوری کوشش کرنا چاہئے۔چنانچہ مؤلف کی خدمت میں گزارش یہ ہے کہ ایسے مواقع میں پوری عبارت نقل کرنا چاہئے تاکہ مؤلف کے سمجھانے کے علاوہ قاری کو بھی غور وفکر کا آزاد موقع مل سکے۔البیرونی کے حوالے میں اگر مؤلف ۱۸ درجے پر صبح صادق کے قائل ہیں تو انہیں،مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات واضح الفاظ میں دینا چاہئے۔

(۱)......و اما وقت الصبح فالعادة فيه جارية باستكمال الراحه و التهيؤ للتصرف فهم فيه منتظرون طليعة النهار ليأخذوا فی الانتشار میں اگر

فيه کے ضمیر سے مراد صبح صادق ہے تو پھر اس میں طليعة النهار کے لئے انتظار کا کیا مطلب؟ جب صبح صادق ظاہر ہو کر خود نہار آ گیا تو پھر طليعة النهار کیا ابھی باقی ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے؟

(۲)........ فلذالك ظهر لهم هذا و خفى ذالك،اس عبارت میں خفاء کس چیز کا مراد ہے؟ پھر اس کے مقابل ظہور کس چیز کا ہونا چاہئے؟

(۳)......و لمّا لم يكن شياً معيناً میں کس فجر کی بات ہو رہی ہے؟

(۴)....... بالاول مختلطاً سے مراد اگر صبح کاذب ہے تو کیا اس میں بعض زمان ومکان کی بات ہو رہی ہے، یا کوئی مستقل فنی قانون کی بات کی جا رہی ہے؟ تو یہ مؤلف کے نظرئے (کاذب وصادق کے درمیان کافی اندھیرے) کے تضاد تو نہیں جا رہا ہے؟

(۵)......بالخصوص فالعادة فيه جارية ..... فهم فيه منتظرون طليعة النهار .. ... والی عبارت محترم مؤلف کے ''بعض زمان ومکان'' والے فارمولے کے خلاف تو نہیں ہے؟

اعترافِ حقیقت:

مؤلف نے صفحہ نمبر ۱۸۹ پر حاشیہ نمبر ۱ میں مذکرہ بالا سوالات میں سے پہلے دونوں کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ واقعی غور وفکر کے بعد ہمارا شرح صدر معترض صاحب کے موقف پر ہو گیا کہ اس عبارت میں صبح سے مراد صبح کاذب ہے:

''رہا معترض صاحب کا صفحہ نمبر ۱۶۸ کے حاشیہ میں البیرونی کی عبارت''

فذالک ظهر لهم هذا و خفى ذالک'' پر کلام، تو ہمیں اس رائے

کے قبول کرنے میں بھی کوئی عذر نہیں، جو معترض صاحب نے قائم کی ہے،اور غور وفکر کرنے سے ہمیں اس پر شرح صدر ہوا ہے،البیرونی کی اس عبارت میں ظاہر ہونے والی چیز سے صبح صادق سے قبل کاذب مستطیل اور مخفی رہنے والی چیز سے شفق ابیض کے بعد بیاض مستطیل مراد ہے، کیونکہ صبح کو لوگ طلوع نہار شرعی کا انتظار کرتے ہیں،تا کہ وہ اپنے دینی ودنیاوی معاملات پورے کریں،تو انہوں نے اس انتظار کی وجہ سے کاذب کا مشاہدہ کرلیا، اس لئے وہ ظاہر ہوگئی الخ" ....

....(کشف الغطاء،ص:۱۸۹،حاشیہ ۱)

جب مؤلف صاحب کا یہ شرح صدر ہوگیا کہ اس عبارت میں ظہور صبح سے مراد صبح کاذب ہے،تو پھرانہوں نے صفحہ نمبر ۱۸۷ پر یہ وضاحت کیوں ہے؟

" و اما وقت الصبح فالعادة فيه جارية باستكمال الراحة و التهيؤ للتصرف فهم فيه منتظرون طليعة النهار ليأخذوا فى الانتشار (.........) " جس سے صاف ظاہر ہے کہ پیچھے جو صبح صادق کے بارے میں لوگوں کی عادات اور حیوانات کے انتشار کا ذکر فرمایا۔"

(کشف الغطاء،ص:۱۸۷ ،آخری سطر)

کیا ایک ہی عبارت میں صبح سے کاذب اور صادق دونوں مراد لئے جاسکتے ہیں،حالانکہ عبارت بالا کے بالکل متصل (جہاں ہم نے نقطے لگائے ہیں) مندرجہ ذیل عبارت موجود ہے: فلذالک ظهر لهم هٰذاو خفى ذالک. بہرحال جب اس عبارت میں مؤلف نے ظهر لهم هٰذا سے مراد صبح کاذب لے لی،تو اما وقت

الصبح اس کا مشار الیہ ہونے کی وجہ سے بھی کاذب ہی قرار پائی۔لہٰذا پھر مؤلف کو صفحہ نمبر ۱۸۷ پر و اما وقت الصبح سے صبح صادق مراد لینا کسی طرح درست نہیں تھا۔

اور جب و اما وقت الصبح والی عبارت میں عادات وضروریات کی بات ہورہی ہے جیسا کہ مؤلف کی تشریح سے بھی واضح ہے،تو اب پوری عبارت کو سیاق وسباق کے ساتھ پڑھ کر غور فرمائیں کہ فجر سے کیا مراد لیا جانا چاہئے؟

” و اما وقت الصبح (یعنی الکاذب یہ مؤلف نے تسلیم کرلیا ہے)فالعادة فيه جارية باستكمال الراحه و التهيؤ للتصرف فهم فيه منتظرون طليعة النهار ليأخذوا فى الانتشار فلذالك ظهر لهم هذا(يعنى الكاذب) و خفى ذالك(یعنی شفق مستطیل) ، و بحسب الحاجة الى الفجر (یعنی کاذب کیونکہ اوپر عادات کا تذکرہ کاذب میں آیا ہے) و الشفق رصد اصحاب هذه الصناعة امره فحصلوا من قوانين وقته ان انحطاط الشمس تحت الافق متىٰ كان ثمانية عشر جزء كان ذالك الوقت طلوع الفجر (یعنی کاذب کیونکہ اوپر سے بات کاذب کی آرہی ہے)فى المشرق و مغيب الشفق فى المغرب“..............

....(ازعبارت البیرونی)

جب بات ہی ضروریات وحاجات کو مدنظر رکھ کر کاذب کی ہورہی ہے،اور اسی کے مقابل افق غربی پر بھی بات شفق مستطیل کی ہورہی ہے،تو اس کے بعد جس فجر کی بات ہوگی،اور وہ بھی عادات وضروریات کا حوالہ دے کر مطلقاً ذکر کردی،تو اس سے مراد ظاہر بات ہے کہ صبح کاذب ہوگی۔علاوہ ازیں علماء ہیئت بشمول البیرونی جب بھی

فجر وشفق کا باب کھولتے ہیں تو فجر کاذب اور شفق مستطیل سے کھولتے ہیں اگر ان بزرگوں نے آخر بحث میں کوئی حکم لگانا ہوتو ظاہر بات ہے یہی حکم پوری بحث سے متعلق ہوگا، ورنہ ان حضرات کوضرورصاف اورواضح الفاظ میں تخصیص کی تصریح کرنا چاہئے۔

چنانچہ جب البیرونی نے فجر مطلق کی بحث چلاکر آگے تین قسمیں مع تین اقسام شفق کے الگ الگ کر کے بتادئے تو آگے جب انہیں کسی خاص فجر (مثلاً صادق) پرحکم لگانا تھاتو کیا انہیں اس کی تصریح نہیں کرنا چاہئے تھا؟ جبکہ اس حکم سے متصل انہوں نے کاذب کی بات کرکے اس کی تصریح پہلے فرمادی کہ رات کوآرام مکمل کرکے لوگوں کواگلے دن کی تیاری کے خاطر صبح کاذب میں اٹھنا پڑتا تھا (یہاں تک بات محترم مؤلف کوبھی تسلیم ہے،راقم) اب آگے اگر مطلق فجر کا حکم بیان کیا گیا۔تو کوئی وجہ نہیں کہ اہل فن کے اسلوب اور قرائن مذکورہ کونظر انداز کرکے بغیر کسی تخصیص کی تصریح کے اس حکم کو(صادق کے ساتھ) خاص کردیا جائے؟

محقق طوسی وغیرہ فلکیین کے حوالے

محقق طوسی اورشارح چغمینی سمیت دیگر فلکیین کے حوالوں سے الحمدللہ ہمارا بیان کشف الغشاء میں بالکل سو فیصد کافی ہے۔قارئین کرام وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف کی دیانت وصداقت اورعدل وانصاف کامقام کااندازہ ان شاءاللہ کشف الغشاء کے مطالعے کے بعدسامنےآئےگا،یہاں اس کی مختصروضاحت پیش خدمت ہے:

علماءفلکیین نے بالاتفاق فجر کی بات جب شروع کی ہے:

(۱)...... تو بحث کا آغاز مطلق فجر کے تذکرے سے کرتے ہیں۔

(۲)...... پھر اسے تین اقسام میں تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

(۳)......پھر اس پر حکم مطلق فجر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

حتیٰ کہ بعض فلکیین کاذب کی تصریح بھی کر دیتے ہیں۔

مگر آج تک ایک کمزور ترین حوالہ بھی کوئی نہیں پیش کیا جا سکا جس میں صادق کی تصریح موجود ہو اور درجات ۱۸ ذکر کئے ہوں۔

مؤلف کی عادت:

مؤلف صرف ایک عادت چھوڑ دیں کہ مطلق فجر سے صادق مراد نہ لے، پھر اس کے بعد متقدمین فلکیین سے زندگی بھر ایک عبارت بھی نہیں پیش کر سکتے۔ جس میں صبح صادق ۱۸ درجے زیر افق بتلایا ہو۔

ہمارا طریقہ کار:

ہم مطلق فجر سے مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر کاذب مراد لیتے ہیں:

(۱)...... فلکیین نے بالاتفاق صبح و فجر کی بحث کا آغاز فجر مستطیل و کاذب سے کیا ہے۔

(۲)........پھر ان کے شارحین اور محشی حضرات نے بالاتفاق اس سے فجر کاذب مراد لیا ہے۔

(۳)........بلکہ جن فلکیین نے مطلق فجر پر حکم لگایا ہوتا ہے انہوں نے بھی بحث کا آغاز مطلق فجر، پھر تقسیم کی ابتداء، کاذب سے کی ہوتی ہے۔

(۴)........محقق طوسی کی کتاب ''بیست باب'' کے تمام شارحین نے بالاتفاق طوسی کے

مطلق فجر سے مراد کاذب بیان کیا ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر ہم بھی جہاں فلکیین نے مطلق فجر کا تذکرہ کیا ہوتا ہے تو اس سے کاذب ہی مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ اسی فن کی کتاب میں دیگر مسائل اگر اہل فن کی متابعت میں مذکور ہیں تو فجر کا معاملہ ان کے خلاف کیونکر ہوسکتا ہے؟

مؤلف کا شکوہ:

محترم مؤلف کا شکوہ یہ ہے کہ جب صبح کاذب حقیقی رات میں داخل ہے اور اسے حقیقی صبح اور نہار شرعی کا مبداء وآغاز نہیں قرار دیا جاسکتا، جس چیز پر نہ رات کا حکم موقوف ہے اور دن کے احکام اس کے ساتھ متعلق ہیں، تو فلکیین کو کیا تکلیف تھی کہ وہ کاذب کے درجات کے پیچھے پڑے رہتے؟ لہٰذا انہوں نے جب صبح یا فجر کے درجات بتانے ہیں تو یہ صبح صادق ہی کے درجات ہیں نہ کہ کاذب کے؟

مؤلف کا یہ بیان بظاہر شکوہ ہے اور فی الحقیقت فنی اسلوب بیان سے ناواقفیت اور تحقیقی فراست کے فقدان کا نتیجہ ہے۔ بلکہ اگر اجازت ہو تو اس شکوے میں مؤلف کے پچھلے نظریات کا ابطال اور ہمارے دعوے کا اثبات بالکل نصف النہار کی طرح واضح ہے۔ تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے مختصر جواب اس کا یہ ہے کہ:

فلکیین نے مطلق فجر کے عنوان سے کاذب کے درجات اس لئے بیان کئے ہیں کہ دراصل فطری طور پر اس روشنی یعنی کاذب سے فجر کا آغاز ہوتا ہے، پھر اس کے بعد جو لمحہ غیبوبت کا آتا ہے اس کے بعد فجر کا دوسرا حصہ ایک دوسری کیفیت کے ساتھ واضح ہوجاتا ہے۔ جو شکل وصورت اور کیفیت ورنگت میں پہلے حصے (پہلے فجر) سے

مختلف ہوتا ہے،شریعت اسلامی نے احکام کا دارومدار اسی دوسرے لمحے پر رکھا ہے، جسے صبح صادق کہا جاتا ہے۔چونکہ ان مؤلفین نے یہ تفصیلات ایک فن کی کتاب میں بحثیت فن کی تشریحات ذکر کرنا تھا لہٰذا ان حضرات نے فنی درجات اسی عنوان کے ساتھ برقرار رکھے۔اور ساتھ یہ وضاحت یعنی اول صبح یا کاذب کے الفاظ کے ساتھ کردی۔تا کہ فن کی ایک کتاب میں فلسفہ یونان کے اصول وضوابط بھی ہو اور ساتھ شرعی طور پر مسلمانوں کو تنبیہ بھی ہو۔یہی وجہ ہے کہ شائد متقدمین اہل فن کی کوئی کتاب ہو جس میں فجر کی بحث کا آغاز صبح کاذب کی بجائے صادق سے کی ہو۔

مصنف ہی کے کلام سے ان کے نظریات کا جواب یوں ہوا کہ اہل فن کے فجرین کے اکھٹے تذکرے سے معلوم ہوا کہ ان (فجرین) کا وجود وظہور رات کے اخیر میں اکھٹا ہوتا ہے۔ورنہ وہ انہیں فجر وصبح کی بحث میں کبھی نہ ذکر کرتے،جیسا کہ رات کو دیگر روشنیاں بھی ہوتی ہیں مگر انہیں نہیں ذکر کی گئی۔علاوہ ازیں اہل فن کے اس اکھٹے تذکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کاذب معتدل خطوں میں صادق سے پہلے ہونا چاہئے۔

محترم مؤلف سے سوال:

محترم مؤلف اگر ہمارے جواب سے اتفاق نہیں کرتے تو وہ مندرجہ ذیل سوال کا جواب ارشاد فرمائیں تو اس سے ان کے سوال کا جواب بھی ان شاءاللہ مل جائے گا۔

وہ یہ کہ جب بقول مؤلف صبح کاذب پر کسی دن رات کے احکام کا دارومدار ہی نہیں تھا،تو پھر تو اہل فن نے اسے فجر وشفق کے باب میں ڈال کر اس کا ساتھ ذکر کیوں کیا؟ چنانچہ

مندرجہ ذیل عبارات ملاحظہ ہو: چنانچہ:

(۱)ابوریحان البیرونی لکھتے ہیں:

الفجر وهو ثلاثة انواع :او لها مستدق مستطيل منتصب الخ

(۲)حاشیہ شرح الچغمینی کی عبارت:

”قوله كحال الشفق والفجر هما متشابهان شكلا ومتقابلان وضعا اذا لفجر يبدء من بياض ضعيف مستطيل ثم ببياض عريض ثم حمرة والشفق يبدء بعد الغروب من حمرة ثم بياض عريض ثم بياض مستطيلً الخ“...

(شرح الچغمینی ،ص:۱۲۲ حاشیہ نمبر۱۱)

(۳)اسی طرح شارح چغمینی فاضل رومی تحریر فرماتے ہیں:

فيظهر فى الافق بل فوقه النور فالبياض المستطيل المستدق الظاهر فوق الارض اولا يسمى بالصبح الكاذب .....والمستطير المنبسط فى الافق بعده بزمان يسمىٰ بالصبح الصادق لكونه اصدق ظهوراًمن الاول (شرح الچغمینی ،ص:۱۲۲)

(۴)مالابدمنہ کے فارسی حاشیہ میں لکھتے ہیں:

بدانکہ صبح دو باشد یک کاذب کہ ہنگام انحطاط بر ہیژدہ درجہ از درجات دائرہ ارتفاع مارۃ بمرکز شمس سفیدی ضعیف ودراز وباریک براجزاء کثیفہ سطح مخروط ظل زمین مسمی بلیل نمودار شود واورا کاذب ازیں جہت گویند کہ افق تکذیبش می کنند کہ دراں حال مظلم باشد.....الی قولہ.......

... ودوم صبح صادق وآں روشنی نہار درافق شرقی باشد ھنگام انحاط آفتاب پانزدہ درجہ قالہ البرجندی۔

(حاشیہ مالابدمنہ،ص۲۹،بحوالہ احسن الفتاویٰ ج۲،ص۱۶۶)

(۵)علامہ عبدالباقی کتوازی بیست باب کی شرح تحفۃ اولی الاباب میں لکھتے ہیں:

”اذا صارت الشمس قريبة من الافق بقدر ثمانية عشر جزء ا (الى) يرى البياض الطويل فى جانب المشرق هو يسمى بالصبح الكاذب كان كون الافق بعد ه مظلما يكذب كو نه نورا لشمس والمنتشر فى الافق بعده بزمان يسمى بالصبح الصادق لكونه اصدق ظهوراً من الاول قيل ابتدائه حين انحطاط الشمس خمسة عشرجزء اً.... (تحفة اولى الالباب شرح بست باب ، بحواله احسن الفتاوىٰ ،ج:۲، ص: ۱۶۵)

(۶)مزید کتاب ”التصریح“ کا متن ملاحظہ ہو:

فاذاازداد قرب الشمس من شرقى الافق---فيرى الضوء مرتفعاً عن الافق مستطيلاومابينه وبين الافق مظلماً وهوالصبح الكاذب ثم اذا قربت الشمس من الافق جدا رئے الضوء معترضاً وهو الصبح الصادق

(التصريح ، ص : ۶۷،۶۸)

(۷) علم ہیئت کے شارح ابوالفضل علامہ حفیظ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

" واعلم ان المراد من الانحطاط فی الجانبین انحطاط مرکز الشمس عن الافق الشرقی و الغربی وھو قدر ثمانیة عشر درجة...... وھذہ مجموع الصبحین الصادق والکاذب الخ

..................(التصریح ،حاشیه ٦٨ نمبر ٦)

عبارت بالاکو پڑھ کرکیا یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ صبح کاذب کا وقوع صبح صادق کے ساتھ ایسا متصل آرہاہے جیسا کہ صادق کے ساتھ حمرۃ بعد میں آتی ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مؤخرالذکرعبارت میں **انحطاط فی الجانبین** (صبح وشفق) کومطلق ذکرکیا۔ پھرآگے اس کے درجات ١٨ ذکرکے اسے صبح صادق وکاذب کا مجموعہ قراردے دیا۔

دوسراسوال: کشف الغطاء کے مؤلف سے دوسراسوال یہ ہے کہ:

کہ احادیث وروایات میں دیگراوقات نماز میں حدودوصفات بیان فرمادئے گئے کہ ظہروعصر کی مثل اورمثلین سے وضاحت ہوئی،اسی طرح مغرب کی ابتداءغروب آفتاب اس کی انتہاءاوروقتِ عشاءکادخول غروب شفق فرمایا گیا۔

مگرسوال یہ ہے کہ صبح صادق میں بیاض معترض اوراستتارت کےعلاوہ باربار دھوکے سے بچنے کی تنبیہ کیوں دی جاتی رہی؟ اگرمحض مستطیل ومستطیر علامات اوراسی طرح رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے کی بات ہوتی تو کون شخص مستطیل اورمعترض ومستطیر میں فرق نہیں کرسکتا؟ بینائی رکھنے والوں میں سے کون ہوگا جو کہ اندھیرے اورروشنی میں فرق نہیں کرسکے گا؟ اس کا تقاضاءتو صرف اتنا تھا کہ رات

اندھیرا ہوتا ہے اور صبح روشنی ہوتی ہے پھر مزید تعریف میں وضاحت کر کے روشنی کا معترض ہونا بتا دیا۔۔۔۔مگر اس کے ساتھ دھوکہ سے بچنے کی کتنی تنبیہ کی گئی اور وہ کیوں؟ کیا محض مستطیل و معترض کے سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آ رہی تھی؟ مؤلف مذکور اس کا جواب پیش فرمائے، البتہ ہماری طرف سے اس الجھن کے حل کے لئے ملاحظہ ہو: ’’کشف الغشاء‘‘ ص:۱۸۵تا۱۹۳۔

اوّل صبح اور فلکیین:

تمام فلکیین نے بالاتفاق اول صبح کو کاذب قرار دی ہے، اور باقاعدہ اس کے لئے ۱۸ درجے زیر افق کا انحطاط بیان کیا ہے ذیل میں چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ ان حوالوں سے مؤلف کے ان الزامات کا بھی اندازہ ہو جائے گا جو کہ جگہ جگہ ہمارے اوپر لگاتے چلے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں مؤلف نے محقق طوسی، شارح چغمینی وغیرہ فلکیین کی طرف سے ۱۸ درجے صبح صادق کا قول بیان کیا ہے۔ یہاں آپ ملاحظہ فرمائیں گے، کہ مؤلف اپنی صداقت اور حق پسندی میں کتنے مخلص ہیں۔ ہم کسی عالم دین کے مقابلے میں ایسا لہجہ ہرگز پسند نہیں کرتے مگر مؤلف دوسروں پر جہالت، غفلت، بد دیانتی، بے انصافی اور حق سے اغماز وغیرہ ایسے جملے استعمال کرتے ہیں، جس سے ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ کوئی ایسی ہستی زمین پر رہ رہی ہے کہ یہ عدل وانصاف اور دیانت وصداقت کے علاوہ حق پر مر مٹنے والا پیکر مجسم ہوگی۔ لہذا ہم نے قارئین سے گزارش کی کہ ذیل میں متقدمین فلکیین کے جو عبارات وحوالے پیش کئے جا رہے ہیں انہیں ملاحظہ فرماتے وقت محترم کشف الغطاء کے مؤلف کا ایک ایک لفظ وجملہ آپ لوگوں کو یاد ہونا چاہئے تاکہ

تمھیں اندازہ ہو کہ مؤلف فلکیین متقدمین کی طرف سے جو تصورات پیش کرتے ہیں، آیا وہ واقعی اسی طرح ہے جیسا کہ مؤلف نے بیان کیا ہے یا ہم نے کوئی دجل وفریب اور غفلت سے کام لے کر قارئین سے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔علاوہ ازیں قارئین یہ بھی نوٹ فرمائیں گے کہ **تاویل بما لایرضی به القائل** کا ارتکاب کون کررہا ہے؟

(ا)......اسی طرح شارح چغمینی فاضل رومی تحریر فرماتے ہیں:

فیظهر فی الافق بل فوقه النور فالبیاض المستطیل المستدق الظاهر فوق الارض اولا یسمی بالصبح الکاذب ....والمستطیر المنبسط فی الافق بعده بزمان یسمیٰ بالصبح الصادق لکونه اصدق ظهوراًمن الاول قال علیله الصلوٰة والسلام لایغرنکم الفجر المستطیل فکلوا واشربوا حتیٰ یطلع الفجر المستطیروقد عرف بالتجربة ان اول الصبح وآخر الشفق انما یکون اذا کان انحطاط الشمس ثمانیة عشر جزء .... (شرح الچغمینی، ص:۱۲۲)

ترجمہ: پس افق کے اوپر پہلی روشنی بیاض مستطیل کی صورت میں طلوع ہوجاتی ہے، جسے صبح کاذب کہا جاتا ہے۔اور صبح صادق اس کے بعد تھوڑی دیر بعد افق پر پھیلی ہوئی نمودار ہوجاتی ہے، کیونکہ یہ ظہور کے حوالے سے پہلی (یعنی کاذب) سے زیادہ صادق ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے، کہ تمھیں بیاض مستطیل دھوکہ میں نہ رکھیں بلکہ کھاو اور پیؤ یہاں تک ک فجر مستطیر طلوع ہوجائے۔اور تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اول صبح اور آخر شفق کے

وقت سورج ۱۸ درجات زیر افق ہوتا ہے۔

(۲).....آگے پھر مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ اول الصبح جسے اوپر والی عبارت میں ۱۸ درجے پر بتلایا ہے، ذیل کی عبارت میں ان علاقوں کی بات کی جا رہی ہے جہاں شفق، صبح کے ساتھ مل جاتا ہے اور یہ وہ خطے ہیں، جن کا عرض 48.5 درجے سے زیادہ نہ ہو۔ یہاں منقلب الصیفی یعنی ۲۲ جون کو جب سورج خط سرطان کے اوپر ہوتا ہے، تو اس وقت سورج افق شرقی اور غربی دونوں طرف ۱۸ درجے زیر افق ہوتا ہے، یہاں شفق جس صبح کے ساتھ ملتا ہے، اسے بالکل صراحت کے ساتھ کاذب بتلایا ہے، وہ ملاحظہ ہو:

”فی بلد یکون عرضه اقل من تمام المیل ثمانیة عشر جزء یتصل الشفق بالصبح الکاذب اذا کانت الشمس فی المنقلب الصیفی وهو اول بلد یکون فیه ذالك .. (شرح الچغمینی ،ص: ۱۲۲)

ترجمہ: جس مقام کا عرض بلد تمام المیل سے کم ہو وہاں منقلب الصیفی میں شفق صبح کاذب کے ساتھ مل جاتا ہے۔ یہی پہلا علاقہ ہوگا جہاں شفق و فجر دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہو جاتے ہیں۔

(۳).....حاشیہ شرح الچغمینی کی عبارت:

”قوله کحال الشفق والفجر هما متشابهان شکلا و متقابلان وضعا اذا لفجر یبدء من بیاض ضعیف مستطیل ثم ببیاض عریض ثم حمرة والشفق یبدء بعد الغروب من حمرة ثم بیاض عریض ثم بیاض مستطیلً الخ “.......... (شرح چغمینی ،ص:۱۲۲ حاشیہ نمبر ۱۱)

ترجمہ : فجر اور شفق شکل وصورت کے اعتبار سے متشابہ ہیں البتہ ظہور و وقوع

کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ کیونکہ فجر اول بیاض ضعیف مستطیل سے شروع ہوتا ہے، پھر بیاض معترض اور اس کے بعد حمرۃ کا ظہور ہوتا ہے۔ اور شفق غروب آفتاب کے بعد حمرۃ سے شروع ہوتا ہے، پھر بیاض معترض اور پھر اس کے بعد بیاض مستطیل آتا ہے۔

(۴).....التصریح کا متن ملاحظہ ہو:

فاذاازداد قرب الشمس من شرقی الافق---فیری الضوء مرتفعاً عن الافق مستطیلاو مابینه و بین الافق مظلماً وھوالصبح الکاذب ثم اذا قربت الشمس من الافق جدًا رئی الضوء معترضاً وھو الصبح الصادق ثم یری محمرا والشفق بعکس الصبح یبدء محمرا ثم مبیضا معترضاً ثم مرتفعا مستطیلا اذ قد علم بالتجربة ان انحطاط الشمس اول الصبح الکاذب وآخر الشفق ثمانیة عشردرجة .... (التصریح ، ص : ٦٧،٦٨)

ترجمہ: جب افق شرقی پر سورج قریب آجاتا ہے تو ۔۔۔۔سب سے پہلے افق کے اوپر مستطیل روشنی نظر آجاتی ہے، جس کے نیچے افق پر اندھیرا ہوتا ہے اسے صبح کاذب کہا جاتا ہے۔ اور جب سورج مزید قریب افق ہوجاتا ہے تو معترض روشنی نظر آجاتی ہے جسے صبح صادق کہا جاتا ہے۔ اور شفق کا حال صبح کے برعکس ہے پس پہلے حمرۃ پھر بیاض معترض اور پھر بیاض مستطیل ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ (فنی) تجربات سے یہ تحقیق ثابت ہوئی ہے کہ اول صبح کاذب اور آخر شفق کے وقت شمس افق سے ۱۸ درجے نیچے ہوتا ہے۔

کیا عبارات بالا میں اول صبح سے بحث کا آغاز نہیں کیا گیا ہے؟ پھر اسی کو صراحت کے

ساتھ کاذب نہیں بتلایا؟ چنانچہ بحث کے آخر میں جب اول صبح کا حکم آئے گا تو کیا اسے مستطیل اور کاذب نہیں قرار دیا جائے گا؟ چنانچہ کتاب التصریح میں تو باقاعدہ کاذب کی تصریح آگئی۔ یہی وجہ ہے کہ:

(۵).....افضل المتأخرین مشہور فلکی عبیداللہ الایوبی تحریر فرماتے ہیں:

"قوله فی الصبح اه، اقول قال الشریف العلامہؒ فی شرح الملخص، ان الصبح والشفق استنارة فی کرة البخارلتقارب الشمس من االافق المشرق وتباعد عن افق المغرب انتهیٰ، و فیه نظر لان مجرد الاستنارة بدون امکان الرؤ یة غیر کاف فی ذالك مع انه لابد من التقییدبکون تلك الاستنارةفوق الافق ،فالصحیح ما فی بعض الشروح من قوله مایری مستنیراً من کرة البخارفوق الافق عند کون الشمس تحت الارض قریباً من الافق ان کان فی الجانب الشرقی یسمیٰ صبحاً و ان کان فی الجانب الغربی یسمیٰ شفقاً ۱۲ ......(التصریح،ص:۶۷،حاشیہ:علیٰ قولہ فی الصبح)

اس عبارت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ فلکیین نے جو افق پر استنارۃ کو صبح قرار دیا ہے تو وہ صبح کاذب ہی ہے کیونکہ کاذب کی یہ صفت مذکور ہے کہ وہ افق کے اوپر ہوتی ہے۔

(۶) چنانچہ یہی عبیداللہ الایوبی ایک اور مقام پر تحریر فرتے ہیں:

" اقول قال بعض شراح التذکرة ، واما فی المواضع التی یکون عرض للبلد زائداً علی المقدار المذکور(۴۸.۵درجے) فقبل انتهاء الشفق یظهر الصبح الکاذب وهو الظاهر ، واذا ساوی

عـرض البـلـد تـمـام الـميـل الكلى و كانت الشمس فى المنقلب الصيفى ينطبق اول الشفق علىٰ آخر الصبح وان كانت فى منقلب الشتوى يتصل آخر الصبح باول الشفق وهٰذا اول موضع يتفق فيه ذالك ، اقـول و لـلـقـوم عـلـىٰ هٰـذا المطالب الشريفه والمقاصد الـمـنيـفـه براهين يقينية هندسية واكرية ومناظرية لكنها طويلةالخ ....(التصريح ص:٦٨، حاشيه علىٰ قوله ففى عرض الخ)

ترجمہ: *اوران مواضع میں جن کا عرض مقدار مذکور سے زائد ہو،انتہاءشفق سے پہلے صبح کاذب طلوع ہوجاتی ہے۔اور جب کسی علاقے کا عرض بلداس کے برابر ہو(48.5درجے)اورسورج منقلب صیفی (یعنی خط سرطان)پر ہوتو اوّل الشفق صبح کے آخر کے ساتھ مل جاتا ہے،اور جب منقلب الشتوی (یعنی خط جدی) پر ہوتو آخر صبح اول الشفق کے ساتھ مل جاتا ہے۔اور یہ پہلا مقام ہوتا ہے جہاں ایسا ہوتا ہے۔اور اہل فن کے پاس ان حقائق ومقاصد کے ثبوت کے طور پر بہت سے حسابی اور مشاہداتی دلائل وبراہین موجود ہیں،مگرخوف طوالت سے ان کو یہاں نقل نہیں کئے جاسکتے۔*

(۷)علم ہیئت کے شارح ابوالفضل علامہ حفیظ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”اذ قـد آه اى قـد عـرف بالتجربة اى بالآلات الرصدية الصالحة لـمـعـرفة انـحطاط الكواكب ان انحطاط الشمس من الافق عند اول طـلـوع الـصبـح وهـو البياض المستطيل المسمىٰ بالكاذب وآخـر غـروب الشفق ......الىٰ ان قال ......يكون ثمانية عشر جزأ من دائرة الارتفاع..........(التصريح ،ص:٦٨ حاشيه ۵)

ترجمہ: تحقیق تجربے سے ثابت ہے،یعنی ستاروں کے طلوع وغروب اور درجات انحطاط کے معلوم کرنے کے فلکی آلات کے ذریعے سے (ثابت ہیں) کہ اول طلوع صبح جسے مستطیل بیاض کہا جاتا ہے۔اور آخر غروب الشفق اس وقت نظر آجاتے ہیں،جب سورج ۱۸درجے زیر افق ہوتا ہے۔

اس عبارت میں تجربات سے اخذ کردہ نتائج کوفلکیات ورصد گاہی آلات ہی کے ذریعے بتلایا جس کا واضح اور صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ یہ اس وقت رائج فن ہیئت (فلکیات قدیمہ) کا مسلمہ قانون تھا۔اور یہ اس وقت تمام مسلم فلکیین کا متفقہ فیصلہ تھا۔اگر یہ محشی کے اپنے ذاتی تجربات ہوتے تو پھر بھی ایک مسلم ماہر کا ذاتی تجربہ ایک وقعت رکھتا ہے، مگر اس میں یہ ہوتا کہ محترم کشف الغطاء کے مؤلف کو کہنے کو یہ جواز ملتا کہ یہ ان کا تفرد ہے یا دیگر فلکیین کے مقابلے میں مرجوح ہے،مگر جب محشی علیہ الرحمت نے قد عرف بالتجربة کی توضیح بالآلات الرصدية الصالحة لمعرفة انحطاط الكواكب جیسے جملے کے ساتھ کردی تو مؤلف کی طرف سے اس فرضی احتمال کے لئے جگہ باقی نہ رہی اور گویا یہ فیصلہ ماہرین آلات الرصدیہ کی ترجمانی ہوگئی۔

(۸) آگے دوسری عبارت میں تحریر فرماتے ہیں:

”واعلم ان المراد من الانحطاط فی الجانبين انحطاط مركز الشمس عن الافق الشرقی و الغربی وهو قدر ثمانية عشر درجة...... وهذه مجموع الصبحين الصادق والكاذب الخ

.......................(التصريح ،ص:٦٨ حاشيه نمبر ٦)

ترجمہ: خبردار جانبین میں انحطاط سے مراد یہ ہے کہ افق شرقی وغربی سے

سورج کا مرکزہ کتنے نیچے ہے۔اور یہی ۱۸ درجے ہے،..... اور یہ درجات مجموعہ صبح صادق اور صبح کاذب دونوں کا ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ **انحطاط فی الجانبین** (صبح وشفق) کو مطلق ذکر کیا۔پھر آگے اس کے درجات ۱۸ ذکر کرکے اسے صبح صادق وکاذب کا مجموعہ قرار دے دیا۔

(۹) مالابدمنہ کے فارسی حاشیہ میں محمد عبدالرحمٰن بن حاجی محمد رشن صاحب لکھتے ہیں:

بدانکہ صبح دو باشد یک کاذب کہ ہنگام انحطاط بر ہیژدہ درجہ از درجات دائرہ ارتفاع مارۃ بمرکز شمس سفیدی ضعیف و دراز و باریک براجزاء کثیفہ سطح مخروط ظل زمین مسمی بلیل نمودار شود واورا کاذب ازیں جہت گویند کہ افق تکذیبش می کنند کہ دراں حال مظلم باشد...الی قولہ ... ودوم صبح صادق وآں روشنی نہار درافق شرقی باشد ھنگام انحاط آفتاب پانزدہ درجہ قالہ البرجندی۔

(حاشیہ مالابدمنہ کتاب الصلوٰۃ ص۲۹،بحوالہ احسن الفتاویٰ ج۲،ص۱۶۶)

(۱۰) علامہ عبدالباقی کتوازی بیست باب کی شرح تحفۃ اولی الاباب میں لکھتے ہیں:

"اذا صارت الشمس قريبة من الافق بقدر ثمانية عشر جزءا (الى) يرى البياض الطويل فى جانب المشرق هو يسمى بالصبح الكاذب كان كون الافق بعده مظلما يكذب كونه نورا لشمس والمنتشر فى الافق بعده بزمان يسمى بالصبح الصادق لكونه اصدق ظهوراً من الاول قيل ابتدائه حين

انحطاط الشمس خمسة عشرجزءاً.... (تحفة اولی الالباب شرح بست باب ، بحواله احسن الفتاویٰ ، ج:۲، ص : ۱۶۵)

ترجمہ:جب سورج افق کے ۱۸درجے کے قریب ہوجاتا ہے۔توافق شرقی کی طرف طویل بیاض طلوع ہوجاتا ہے، جسے صبح کاذب کہا جاتا ہے۔اس کے بعدافق پراندھیراآجاتا ہے، جواس بات کی گواہی ہے کہ یہ روشنی سورج کی نہیں تھی، پھراس کے بعد بیاض مستطیر طلوع ہوجاتا ہے، جسے بعض نے ۱۵درجے پر بتلایا ہے۔

عبارت بالا کو پڑھ کرکیا یہ حقیقت سامنےنہیں آتی کہ صبح کاذب کا وقوع صبح صادق کے ساتھ ایسامتصل آرہاہے جیسا کہ صادق کے ساتھ حمرۃ بعد میں آتی ہے۔اب مؤلف کا وہ نظریہ جس کے لئے ادھرادھر کےتاویلات اورانگریزی حوالہ جات کا سہارا لیا جارہاہے، کہ بروجی صبح کاذب ہے،کیا عبارت بالا کا مصداق بن سکتی ہے ۔جبکہ بروجی روشنی رات میں صادق سے بہت پہلے غائب ہوجاتی ہےعلاوہ ازیں بروجی روشنی سال کے دودومہینوں میں مشرق ومغرب میں نظرآتی ہے۔جدید ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ بروجی روشنی مارچ،اپریل میں مغرب کی طرف اورستمبر،اکتوبر میں مشرق کی طرف ظاہرہوتی ہے گویا کہ ایک زمانے میں افق غربی اورشرق پراس کاظہورنہیں ہوتا بلکہ جس موسم میں مشرق کی جانب اس کاظہورہوگا تو اسی موسم میں اس کاظہوربجانب مغرب نہیں ہوگا۔اس کے علاوہ سال کے سارے مہینوں میں اس کاظہورکسی جانب نہیں ہوتا۔جبکہ عبارت بالا میں صبح کاذب کے ظہورووقوع کا شرق وغرب میں ایک مستقل قانون کی حیثیت سے تذکرہ کیا جارہاہے جیسا کہ حمرۃ اوربیاض مستطیر کے لئے کیا جارہا

ہے۔اب بروجی روشنی کا یہ حال ،اوردوسری طرف صبح کاذب کی وہ تشریح جو متقدمین فلکیین نے شرح چغمینی وغیرہ عبارات میں ہوگئی ،کیا ایک دوسرے پر اس کا انطباق ہوسکتا ہے؟

علاوہ ازیں محقق طوسی کی کتاب بیست باب کے شروحات وحواشی اور شرح چغمینی سمیت فلکیات قدیمہ کی دیگر کتب فن کی عبارات سے بالکل صراحت کے ساتھ ۱۸درجے پر اول صبح کے طلوع کا قول کیا ہے،جس کا سیاق کلام سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد صبح کاذب ہے بلکہ بعض بزرگوں نے تو اول صبح کو صراحت کے ساتھ صبح کاذب قرار دے کر اس کے انحطاط الشّمس کے درجات ۱۸ بتلا دئے۔عبارات بالا کو پڑھ کر انصاف کے ساتھ ہر شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے، کہ دوسروں کو غفلت وجہالت اور بددیانت بے انصافی کے طعنے دینے والے مؤلف نے پھر کشف الغطاء میں ان بزرگوں کو ۱۸ درجات پر صبح صادق کا قائل بتلانا کیا خود انصاف وحقانیت کی علامت ہے؟ علاوہ ازیں اس عنوان کے تحت تفصیلی بحث ''کشف الغشاء'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆☆☆

مسئلہ بُلغار

کشف الغطاء کے مؤلف صبح صادق کے ۱۸ ڈگری کے اثبات میں دلیل واستشہاد کے طور پر بلد ''بلغار'' کا حوالہ پیش کرتے ہیں ۔فرماتے ہیں کہ اہل بلغار کے مسلمان سارے حنفی تھے ،انہوں نے عشاء کے وقت کے بارے میں استفتاء کیا کہ ہمارے علاقے میں موسم گرما میں غروبِ شفق سے پہلے طلوع فجر ہوجاتا ہے۔چنانچہ علامہ شامی کی تشریح کے مطابق بلغار میں عشاء کا وقت نہیں پایا جاتا،لہذا وہاں عشاء کی نماز ساقط ہوجاتی ہے۔مؤلف کہتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ بنابر مسلک حنفی عشاء کا وقت غروب شفق ابیض کے بعد داخل ہوتا ہے،لہذا معلوم ہوا کہ وہاں شفق ابیض نہیں غروب ہوتا تھا۔علاوہ ازیں مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات بھی مسلم ہے کہ بلغار کا عرض بلد ۵۰ درجہ اورتیس دقیقے ہے،لہذا بنابر ۱۵ڈگری وہاں بیاض معترض غروب ہونا چاہئے ،اورجب بیاض معترض غروب ہوجاتا ہےتو سقوط عشاء کے فتویٰ کا کوئی جواز نہیں بنتا،اورجب سقوط عشاء کا فتویٰ دیا گیا تو غروب شفق ابیض کی کوئی صورت نہیں بنتی۔لہذا معلوم ہوا کہ بلغار میں ۱۵ درجے کے بعد بھی شفق ابیض موجود تھا،اور پھر شفق پر قیاس کرکے صبح صادق بھی ۱۸ڈگری کے مطابق قرار پایا۔ملاحظہ ہو کشف الغطاء،صفحہ نمبر ۱۹۶

بحث بلغار کا دارومدار:

قارئین اس مسئلے کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں کہ ۱۸ ڈگری پر صبح صادق کے اثبات کے حوالے سے ''مسئلہ بُلغار'' کی بحث کا سارا دارومدار مندرجہ ذیل دو باتوں پر ہے:

(۱)......یہ امر براہ راست معلوم کیا جائے کہ اس وقت افق پر عدم غروب حمرۃ کا پایا جاتا ہے یا بیاض کا؟ اس صورت میں تو سارا معاملہ حل ہو جائے گا کہ اگر حمرۃ ثابت ہو جائے تو ظاہر ہے کہ حمرۃ کے ہوتے ہوئے ایک یہ کہ بالاتفاق مغرب کا وقت ہوتا ہے دوسری بات یہ کہ حمرۃ کے ہوتے ہوئے جب طلوع فجر واقع ہو جاتا ہے تو ۱۵ ڈگری یا ۱۸ ڈگری کی بحث کا محل ہی مفقود ہو جائے گا، جب محل ہی باقی نہ رہ جائے، تو اس پر موقف دعوے کا ثبوت خود بخود باطل ہو جائے گا۔

(۲)......دوم یہ کہ بلغار کا عرض بلد معلوم کیا جائے، اس سے یقینی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بلغار میں ''سقوط عشاء'' کا فتویٰ کس بنیاد پر دیا گیا ہے؟ آیا اس وقت شفق ابیض موجود تھا کہ نہیں؟ پھر ابیض کی صورت میں کیا وہ ۱۵ ڈگری کے مطابق تھا یا ۱۸ کے مطابق؟ ذیل میں دونوں باتوں کو ذرہ کھول کر بیان کی جاتی ہیں:

(۱) بلغار میں حمرۃ کا عدم غروب:

اس حوالے سے تاریخ بلدان کی مشہور کتاب ''معجم البلدان'' میں علامہ یاقوت الحموی تحریر فرماتے ہیں:

بُلغَارُ :بالضم والغين معجمة .مـدينة الصقالبة ضاربة فى الشمال شديدة البرد لا يكاد الثلج يقلُعُ عن أرضها صيفاً ولا شتاءً وقل ما

یـری أهلها أرضاً ناشفة، وبناؤهم بالخشب وحدَهُ وهو أن یرکبوا عُـوداً فـوق عـود ویسـمـروهـا بـأوتاد من خشب أیضاً محکمة، والـفـواکـه والـخیرات بأرضهم لا تنجب، وبین إتل مدینة الخَزَر وبـلـغـار عـلـی طریق المفاوز نحو شهر، ویُصعد إلیها فی نهر إتل نـحو شهرین، وفی الحدود نحو عشرین یوماً، ومن بلغار إلی أول حـد الـروم نـحـو عشـر مـراحـل، ومنها إلی کُویابة مدینة الروس عشـرون یـومــاً، ومـن بـلـغـار إلـی بَشجـرد خمـس وعشـرون مرحلة........ .(الـی ان قـال.....وإذا الشـفَقُ الأحمر الذی قبل المغرب لا یغیب بتهً،

(معجم البلدان ج 1ص 485 تا 487)

یاقوت الحموی کے بیان سے واضح ہوا کہ بلغار میں حمرۃ غائب ہی نہیں ہوتی تو جب حمرۃ غائب نہیں ہوتی تو بیاض کی تو ابھی بات شروع ہی نہیں ہوئی تو اس سے ۱۸ ڈگری پر صبح صادق یا غروب شفق کے ثبوت کے لئے استشہاد کیسے کیا جائے؟

(۲) عرض بلد کے اثرات:

بلغار کے عرض بلد جاننے سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ وہ کونسے عروض ودرجات ہیں جہاں سورج، بیاض اور حمرۃ کے عدم غروب پر استدلال کیا جاتا ہے۔تاکہ بلغار کا عرض بلد معلوم ہوکر اس کے نتیجے میں متنازع فیہ مسئلہ (۱۸ ڈگری پر صبح صادق کے طلوع کا اثبات یا بطلان) واضح ہوجائے؟ چنانچہ اگلے صفحے پر چارٹ نمبر ا میں یہ وضاحت ملاحظہ ہو:

چارٹ (۱)

۹۰ درجات .... عدم غروب شمس

۶۶،۳۰ سے

۶۵،۳۰ درجے.....۲۳ گھنٹے دن

۶۳،۲۰ درجے.....۲۰،۵ گھنٹے دن .... عدم غروبِ حمرۃ (بالاتفاق)

۶۲،۳۰ درجے.....۲۰ گھنٹے دن

۵۴،۳۰

،، غروبِ حمرۃ (عندقائلین ۱۵)

،، درجات میں .... عدم غروبِ بیاض (بالاتفاق)

،، عدم غروبِ حمرۃ (عندقائلین ۱۸)

۵۱،۳۰

،، غروب حمرۃ (بالاتفاق)

،، درجات میں .... غروب بیاض (عندقائلین ۱۵)

،، عدم غروب بیاض (قائلین ۱۸)

۴۸،۳۰

سے نیچے درجات میں .... غروب بیاض (بالاتفاق)

درجات بالا حساب کو دیکھ لیجئے ،اگر غروب شفق سے مراد بیاض لیا جائے جیسا کہ احناف کا اصل مسلک ہے ،تو پھر فریقین کے نزدیک سقوط عشاء اور وجود عشاء کی تفصیل یوں ہوگی:

قائلین ۱۵ کے نزدیک بیاض معترض ۳۰، ۵۱ سے نیچے درجات میں غائب ہوجاتا ہے اور اس کے اوپر غائب نہیں ہوتا۔لہٰذا ان کے نزدیک ۳۰، ۵۱ درجات اور اس کے اوپر والے بلاد میں سقوط عشاء کا حکم لگایا جائے گا۔اور نیچے خطوں میں وجود عشاء کا۔

قائلین ۱۸ کے نزدیک چونکہ ۳۰، ۴۸ درجات سے اوپر بیاض غروب نہیں ہوتا بلکہ اس سے نیچے عرض بلد میں بیاض غائب ہوجاتا ہے۔لہٰذا ان حضرات کے قول کے مطابق ۳۰، ۴۸ درجات سے اوپر خطوں میں سقوط عشاء کا اور نیچے وجود عشاء کا حکم لگایا جائے گا۔

اور اگر غروبِ شفق سے مراد شفق احمر مراد لیا جائے تو تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

قائلین ۱۵ درجے کے نزدیک غروب حمرۃ ۳۰، ۵۴ درجات کے نیچے غروب ہوجاتی ہے، لہٰذا ان کے نزدیک سقوط عشاء کا حکم ۳۰، ۵۴ درجات کے اوپر بلاد میں ہوگا،اور اس نیچے عروض میں عشاء کا وقت پایا جائے گا۔

جبکہ قائلین ۱۸ کے قول کے مطابق حمرۃ ۳۰، ۵۱ سے نیچے غروب ہوجاتی ہے اور اس کے اوپر درجات میں افق پر ہمیشہ قائم ہوتی ہے لہٰذا ان کے مطابق ۳۰، ۵۱ درجات کے اوپر خطوں میں وقت عشاء مفقود قرار دیا جائے گا اور ان خطوں سے نیچے بلاد میں وقت عشاء موجود قرار دیا جائے گا۔ان دونوں اقوال کے مطابق خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

چارٹ نمبر 2

اگر فتویٰ شفق ابیض پر ہو:

سقوط عشاء .... **51.30 درجے کے اوپر بالاتفاق**

48.30 درجے کے اوپر قائلین 18 کے نزدیک

وجود عشاء .... 51.30 درجے سے کم عرض قائلین 15 کے نزدیک

48.30 درجے سے کم عرض بالاتفاق

اگر فتویٰ شفق احمر پر ہو تو:

سقوط عشاء .... **54.30 درجے کے اوپر بالاتفاق**

51.30 درجے کے اوپر قائلین 18 کے نزدیک

وجود عشاء .... 54.30 درجے سے کم عرض قائلین 15 کے نزدیک

51.30 درجے سے کم عرض بالاتفاق

شفق ابیض یا احمر؟

یہاں ہم اس فقہی مسئلے کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے کہ ہمارے ہاں غروب شفق کے حوالے سے فتویٰ شفق ابیض پر ہے یا شفق احمر پر؟ ہمارے اکابر میں سے بہشتی زیور میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ بحوالہ محشی امداد الفتاویٰ، مفتی رشید احمد

لودھیانویؒ، اور فتاویٰ عالمگیری، علامہ شامی رحمھم اللہ نے نہایت تفصیلی کلام کرتے ہوئے حمرۃ کو مفتیٰ بہ اور ایک قول امامؒ کا بتلایا ہے، مختصر یہ کہ بالفرض حمرۃ مفتیٰ بہ نہ سہی، مگر ایسی ضرورت کی خاطر اس کو ترجیح دینے میں کوئی فقیہ تامل نہیں کرے گا۔ ہدایہ میں ہے:

ثـم الشـفق هو البياض الذى فى الأفق بعد الحمرة عند أبى حنيفة رحـمـه الـله تعالى وعندهما هو الحمرة وهو رواية عن أبى حنيفة وهو قول الشافعي.......... (ھدایہ کتاب الصلوٰۃ، ج۱ص:۷۸)

درمختار میں علامہ علاؤالدین الحصکفیؒ فرماتے ہیں:

وقت (الـمـغـرب منـه إلى) غروب (الشـفـق وهـو الـحمرة) عـنـدهـمـا وبـه قـالـت الثـلاثة وإليـه رجع الإمام كما فى شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب..... (الدرالمختار،ص:۵۳)

احناف کے مشہور فتاویٰ، فتاویٰ عالمگیری معروف فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَوَقْتُ الْـمَـغْرِبِ منه إلَى غَيْبُوبَةِ الشَّفَقِ وهو الْحُمْرَةُ عِنْدَهُمَا وَبِهِ يُـفْتَـى هَـكَذَا فى شَرْحِ الْوِقَايَةِ وَعِنْدَ أبى حَنِيفَةَ الشَّفَقُ هو الْبَيَاضُ الذى يَلِى الْحُمْرَةَ هَكَذَا فى الْقُدُورِيِّ وَقَوْلُهُمَا أَوْسَعُ لِلنَّاسِ وَقَوْلُ أبِـى حَـنِيـفَةَ رَحِـمَـــهُ الـلَّـــهُ أَحْـوَطُ ....

.... (الفتاوى الهندية : ج ١، س: ٥١)

ترجمہ: اور مغرب کا وقت غروب شمس سے لے کر غیوب شفق تک ہے۔ اور وہ صاحبین رحمھم اللہ کے نزدیک حمرۃ ہے، اور اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (شفق سے مراد) وہ بیاض ہے جو شفق احمر کے بعد فوراً

آتا ہے۔ اسی طرح قدوری میں بھی ہے۔ (علاوہ ازیں) صاحبینؒ کا قول لوگوں کے لئے اوسع ہے جبکہ امامؒ کا قول احوط ہے۔

یہاں مقصود اس بحث کے تذکرے سے یہ ہے کہ جب عام حالات اور معتدل بلاد وعروض میں فقہاء نے شفق احمر کے غروب کے بعد صلوٰۃِ عشاء کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، تو جن بلاد میں حمرۃ کے غروب کے بعد بیاض کے ہوتے ہوئے فجر طلوع ہوجاتا ہے، کیا وہاں غروب شفق احمر کے بعد وقت عشاء کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جس کے بعد عشاء کا وقت باقی رہتا نہیں؟ ظاہر ہے کہ ایسی حالات میں صاحبین کے قول کو بطریقہ اولیٰ ترجیح ہوگی اور حمرۃ پر فتویٰ دیا جائے گا، جبکہ وہ ایک قول امامؒ کا بھی ہو، یہی وجہ ہے متأخرین نے عام حالات میں حمرۃ پر فتویٰ دیا ہے۔

مؤلف اور بلد بلغار:

جیسا کہ ابتداء بحث میں گزرچکا کہ مؤلف کا اس بحث کو چھیڑنے کا مقصد یہ ہے کہ بلغار چونکہ 50 درجے عرض بلد شمالی پر واقع ہے اور وہاں سورج 18 ڈگری زیر افق جاتا نہیں لہٰذا بلغار کو فاقد العشاء قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ شفق ابیض 18 ڈگری کے بعد غائب ہوگا۔

جواباً گزراش یہ ہے کہ یہ مسئلہ فقہ حنفی کے اصولوں کے خلاف ہے اور فقہ حنفی کے اصول مؤلف کو تسلیم ہیں تو پھر یہ استدلال مؤلف کے خلاف واقعی جارہا ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

مذکورہ بالا چارٹ نمبر۲ سے معلوم ہوا کہ 51.30 درجے سے کم عروض میں

(جس میں 50 درجے شامل ہیں، لہٰذا بقول مؤلف 50 عرض بلد پر بھی) بالاتفاق عشاء کا وقت پایا جاتا ہے، بشرطیکہ غروب شفق میں حمرۃ کا اعتبار کیا جائے۔اب یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ متاخرین احناف نے وقت عشاء کے معاملے میں شفق احمر پر فتویٰ دیا ہے، جبکہ وقت کی کوئی مجبوری بھی نہ ہو۔ پس ایسے علاقے میں جس میں حمرۃ پر اگر فتویٰ نہ دیا جائے (جیسا کہ بقول مؤلف وہ علاقہ بلغار رہے) تو وہاں کے لوگوں سے عشاء کا وقت ہی فوت ہو جائے۔تو کیا یہ ممکن ہے کہ عشاء کا وقت فوت ہونے کے باوجود وہ حمرۃ پر فتویٰ نہیں دیں گے؟ لہٰذا مذکورہ بالا چارٹ نمبر۲ میں آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ 50 درجے عرض بلد پر حمرۃ بالاتفاق غائب ہو جاتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ فقہاء نے یہاں حمرۃ پر فتوے دینے کی بجائے وقتِ عشاء کو ہی ساقط کر دیا ہو۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ بلغار کو اگر فقہاء نے فاقد العشاء قرار دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں حمرۃ غائب ہی نہیں ہوتی تھی، کہ اسی دوران صبح طلوع ہو جاتی تھی ۔اگر وہاں حمرۃ غائب ہوتی، تو فقہاء ضرور اس پر انتہاء مغرب اور وقت عشاء کے دخول کا فتویٰ دیتے۔یہی وجہ ہے کہ پچھلے صفحے میں یاقوت الحموی کے حوالے سے معجم البلدان کا اقتباس گزر چکا، جس میں صراحت ہے کہ بلغار میں حمرۃ غروب ہی نہیں ہوتی تھی۔

بلغار میں دن و رات:

مؤلف صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ نے اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں بلغار کا عرض البلد تقریباً ۶۳ درجے تحریر فرمایا ہے، مگر ہمیں کسی معتبر سند سے اس کا ثبوت نہیں ملا، ومن ادعیٰ فعلیہ البیان'' (کشف الغطاء، ص:۲۰۰)

مؤلف صاحب جس سطح کی اپنی مہارت سمجھتے ہیں، یہ اشکال اس سے کہیں درجہ کمزور ترین اشکال ہے۔ مؤلف کا مقصد شائد یہ ہو کہ کسی کتاب میں ضرور لکھا ہو کہ بلغار کا عرض بلد ۶۳ درجے ہیں۔ حالانکہ ان کو پتہ ہونا چاہئے کہ کسی کتاب میں ایک بات نہ لکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ موجود ہی نہ ہو، یا وہ دوسرے طریقہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ فن کی مہارت تو ہے اس کام کے لئے کہ قواعد وضوابط استعمال کرکے ایک، دو معلوم اشیاء سے نامعلوم چیز حاصل کی جائے۔

اگر ایک شخص کو یہ پتہ ہو کہ الف کی مقدار ۱۰ ہے، مگر اسے ''با'' کے بارے میں کسی کتاب میں کوئی ہندسہ نہیں مل سکا، البتہ اسے ایک کتاب میں یہ حوالہ مل گیا کہ ''با'' ''الف'' سے دوگنا بڑا ہے۔ اب اسے کتابوں میں ''با'' کے لئے خاص عدد نہ ملنے کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی، بلکہ وہ صرف نسبت کو دیکھ کر کہے گا کہ با کی مقدار ۲۰ ہے۔ اور ''با'' کے لئے یہ ۲۰ کا عدد کسی کتاب میں نہ ملنے کے باوجود کوئی مائی کا لعل رد نہیں کر سکے گا۔

اسی طرح بلغار کے بارے میں اگر مفتی رشید احمد صاحبؒ نے مستند کتاب سے اس کے شب وروز کی مقدار نقل کی تو فن کے جاننے والے کو کیا مشکل ہے کہ تفاوت کے ساتھ اس علاقے کا عرض معلوم کرلے؟ مؤلف اگر مذکورہ بالا مثال کے ساتھ فنی طور پر اتفاق کریں گے تو انہیں یہاں حضرت مفتی صاحبؒ کا اخذ کردہ نتیجہ بخوشی تسلیم کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت مفتیؒ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا غیاث الدین رامپوری اقلیم ہفتم کے بیان میں فرماتے ہیں، وبلغار شہریست درین اقلیم کہ دراوائل فصل گرما شفق درآنجا غائب نمیشود کہ سفیدہ ظاہر میگردد وکوتاہی روز در بلغار چہار ساعت وشب بربست ساعتو باز برعکس

میشود (غیاث اللغات بیان ہفت اقلیم) اس سے ثابت ہوا کہ بلغار میں سب سے بڑا دن بیس گھنٹے کا ہوتا ہے، بندہ نے اس کا حساب لگایا تو ثابت ہوا کہ اس قدر طول نہار ۶ء۶۲ عرض بلد پر ہوتا ہے'' ....

....(احسن الفتاویٰ، ج:۲۔ص:۱۸۷)

اگر محترم مؤلف صاحب یہاں اس نتیجے کے ساتھ اتفاق پسند نہیں کرتے تو وہ اپنی آزادرائے کے خود مالک ہیں، لیکن اس صورت میں انہیں چاہئے کہ فنی طور پر ایسے علاقوں کے ۶ء۶۲ عرض بلد غلط ثابت کر دیں؟ یہاں تک کے کلام سے الحمدللہ مؤلف کا استدلال باطل ہوگیا۔مگر قارئین کی دلچسپی اور چند مزید معلومات کے لئے اس بحث کو ذرا آگے بڑھاتے ہیں۔

(۱)......چنانچہ زکریاء بن محمد بن محمود القزوینی لکھتے ہیں:

بُلغار، مدينة على ساحل بحر مانيطس؛(الى ان قال) قال أبو حامد الأندلسى :طول النهار ببلغار يبلغ عشرين ساعة و ليلهم يبقى أربع ساعات، و إذا قصر نهارهم يعكس ذلك .و البرد عندهم شديد جداً لا يكاد الثلج ينقطع عن أرضهم صيفاً و شتاء ....

............(آثار البلاد و أخبار العبادلقزوينى ص : ٦١٢)

(۲).....اسی طرح ذیل کی عبارت میں بھی واضح ہے کہ بلغار میں ۴ گھنٹے رات ہوتی ہے:

و أقصر ليل بلغار بالبحرين أربع ساعات و نصف، و أقصر ليلٍ أفتكون ثلاث ساعات و نصف، فهو أقصر من ليل بلغار بساعة واحدة، و بين بلغار و أفتكون مسافة عشرين يوماً بالمسير المعتاد .

انتهی........(المواعظ والاعتبارللمقریزی،ج ۲، ص: ۱۷۷)

(۳)......اسی طرح ابن الوردیؒ تحریر فرماتے ہیں:

أرض البلغار :وهى واسعة ينتهى قصر النهار فيها عند البلغار والروس فى الشتاء إلى ثلاث ساعات ونصف ساعة ....(خريدة العجائب وفريدة الغرائب ص 65)

ترجمہ: بلغار، یہ وسیع علاقہ ہے یہاں سردی کے موسم میں سب سے چھوٹا دن ساڑھے تین گھنٹے ہوجاتا ہے۔۔۔الخ

(۴).....درجہ ذیل عبارت سے بھی واضح ہے:

البُلْغارى :بالضم وسكون اللام وبعدها غينٌ معجمة ثم ألف ثم راء مهملة نسبةٌ إلى بُلْغار، مدينةٌ عظيمة على ساحل البحر مبنيَّة من خشب البلُّوط، وفيها أممٌ من الترك لا تعدُّ ولا تحصى، وبينها وبين القسطنطينية مسيرة شهرين، قيل طول النهار بها يبلغ عشرين ساعة وليلة أربع ساعات، وإذا قصر النهار عندهم انعكس ذلك، ولا يكاد ينقطع الثلج عن أرضهم من شدة البرد، ذكرها القاضى مسعود .وذكر النَّووى فى التحقيق أن فى الشرق يقصر ليلهم، فلا يغيب فيه الشفق، فوقت العشاء لهم أن يمضى بعد غروب الشمس لهم وقتٌ يغيب فيه شفق أقرب بلادٍ إليهم، واسم البلد بُلغار انتهى.

(النسبة إلى المواضع والبلدان،للمؤرخ العلامة جمال الدين عبدالله الطيب بن عبدالله بن أحمد بامخرمة الحميرى)

مذکورہ بالاحوالہ جات سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ بلغار میں موسم گرما میں دن 20 گھنٹے یا ساڑھے 20 گھنٹے جبکہ رات ساڑھے تین یا چار گھنٹے ہوتی ہے۔ اب دیکھا جائے چارٹ نمبر ا میں ایسے علاقوں کا عرض بلد کیا لکھا ہے؟ پس چار گھنٹے والے علاقوں کا عرض ۶۲ درجے اور تقریباً ۳۰ دقیقے بنتا ہے۔ ساڑھے تین گھنٹے والے بلاد میں عرض بلد ۶۳ درجے اور ۲۰ دقیقے ہوتے ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ بلغار کا عرض بلد ۶۲ عرض بلد کے اوپراوپر ہے۔

اب جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ وہاں لیل ونہار کی مقداریں کیا ہیں، تو پھر اس کی روشنی میں فنی طور پر اس کے عرض بلد معلوم کرنا مستند نہیں کہلائے گا تو اور کیا کہلائے گا؟ علاوہ ازیں جب اس کا ہفتم اقلیم کا ثبوت بھی صراحتاً سامنے آگیا، تو اب بلغار کے قضئے سے استدلال کے ابطال میں کیا شبہ رہ گیا؟

بلغار میں دن 1 گھنٹہ:

بلکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ بلغار کے دن رات میں اس سے بھی زیادہ تفاوت پائی جاتی ہے، حتیٰ کہ وہاں غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک کا سارا وقفہ مغرب تا عشاء کے برابر منقول ہے۔ چنانچہ کتب شافعیہ میں منقول ہے:

سُئِلَ الشَّيْخُ أَبُو حَامِدٍ عَنْ بِلَادِ بُلْغَارَ كَيْفَ يُصَلُّونَ فَإِنَّهُ ذُكِرَ أَنَّ الشَّمْسَ لَا تَغْرُبُ عِنْدَهُمْ إِلَّا بِمِقْدَارِ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ ثُمَّ تَطْلُعُ فَقَالَ :يُعْتَبَرُ صَوْمُهُمْ وَصَلَاتُهُمْ بِأَقْرَبِ الْبِلَادِ إِلَيْهِمْ ،......

.... (حاشية البجيرمى على الخطيب ،ج ٢ ،ص: ٢٦)

ترجمہ: شیخ ابوحامد سے بلاد بلغار میں نمازوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہاں غروب آفتاب کا کل دورانیہ (یعنی غروب آفتاب سے لے کر طلوع آفتاب تک) اتنا ہی ہوتا جتنا کہ مغرب سے عشاء تک کا کل وقفہ ہوتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ۱۸درجے کے مطابق بھی اگر غروب شفق فرض کیا جائے تب بھی مغرب کا پوراوقت دو گھنٹے نہیں بنتا۔اب جبکہ مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ کی تحقیق کے مطابق ،۴ گھنٹے رات کے ہوتے ہوئے ،عرض بلد۶ ،۶۲ درجات بن گیا تھا،تو یہاں کے حساب سے تو عرض بلداس سے بھی متجاوز ہونا چاہئے۔یہی عبارت مذکورہ بالا کتاب کےعلاوہ، **الحاوی للفتاویٰ ،لجلال الدین عبد الرحمن بن أبی بکر السیوطی** میں بھی بعینہ اسی طرح موجود ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل عبارت میں غروب آفتاب تا غروب الشّمس دورانیہ صرف 1 گھنٹہ جبکہ دن 23 گھنٹے بتلایا ہے:

قوله (كبلغار) قال فی القاموس بلغر كقرطق یعنی بضم فسكون والعامة تقول بلغار مدینة الصقالبة ضاربة فی الشمال شدیدة البرد اه قوله (فی أقصر لیالی السنة) وهو أربعون لیلة فی أول الصیف عند حلول الشمس رأس السرطان فإن الشمس تمكث عندهم علی وجه الأرض ثلاثا وعشرین ساعة وتغرب ساعة واحدة علی حسب عرض البلد ....
.... (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۱۷۸)

اسی طرح علامہ شامی کی عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے:

وَبِهَذَا يَظْهَرُ لَك أَنَّ الْمُرَادَ مِنْ التَّقْدِيرِ بِأَقْصَرِ أَيَّامِ السَّنَةِ إنَّمَا هُوَ فِي

الْبِلَادِ الْمُعْتَدِلَةِ الَّتِي يُمْكِنُ قَطْعُ الْمَرْحَلَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي مُعْظَمِ الْيَوْمِ مِنْ أَقْصَرِ أَيَّامِهَا ، فَلَا يَرِدُ أَنَّ أَقْصَرَ أَيَّامِ السَّنَةِ فِي بِلَادِ بُلْغَارَ قَدْ يَكُونُ سَاعَةً أَوْ أَكْثَرَ أَوْ أَقَلَّ فَيَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ مَسَافَةُ السَّفَرِ فِيهَا ثَلَاثَ سَاعَاتٍ أَوْ أَقَلَّ لِأَنَّ الْقِصَرَ الْفَاحِشَ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ كَالطُّولِ الْفَاحِشِ...(رد المحتارلابن عابدين الشامی، ج:٢ ـ ص:٦٠٢)

ابن بطوطہ مشہور مؤرخ ہیں بلغار کے سفر کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

ذكر سفرى إلى مدينة بلغار : وكنت سمعت بمدينة بلغار فأردت التوجه إليها لأرى ما ذكر عنها من انتهاء قصر الليل بها وقصر النهار أيضاً، فى عكس ذلك الفصل .وكان بينها وبين محلة السلطان مسيرة عشر .فطلبت منه من يوصلنى إليها فبعث معى من أوصلنى اليها وردنى إليه .ووصلتها فى رمضان، فلما صلينا المغرب، أفطرنا .وأذن بالعشاء فى أثناء إفطارنا، فصليناها وصلينا التراويح والشفع والوتر .وطلع الفجر إثر ذلك .وكذلك يقصر النهار بها فى فصل قصره أيضاً .وأقمت بها ثلاثاً ....(رحلة ابن بطوطة لابن بطوطة، ج١ ،ص ٢١٧)

فقہاء اور مؤرخین کے ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ بلغار میں غروب آفتاب کے بعد حمرۃ ہی کے دوران طلوع فجر ہوجاتا ہے۔ کیونکہ غروب اور طلوع الشّمس کے درمیانی وقفہ گھنٹہ یا ۱۰،۱۲ منٹ کے کم وبیش وقفے سے حمرۃ ہی باقی رہ سکتی ہے، بیاض یا سورج کا ۱۵ اور ۱۸ کے درمیان زیرافق ہونا تو ایسے بلاد میں ناممکنات میں سے ہے۔

بلغار کا عرض بلد:

ہم نے ابتداء بحث میں عرض کیا تھا کہ مسئلہ بلغار کا دارومدار ثبوت حمرۃ کے علاوہ عرض بلد پر ہے۔لہٰذا اب مذکورہ بالا اقوال کی وساطت سے دیکھا جائے گا کہ بلغار کا عرض بلد کیا ہے؟ کشف الغطاء کے مؤلف تو کہتے ہیں کہ یہ 50 درجے شمالی ہے ،آئے دیکھتے ہیں کہ ماہرین کیا نتیجہ نکالتے ہیں:

اب چارٹ نمبر ا میں دیکھیں تو ۱۸ درجے والے قول کے مطابق بھی 51.30 درجات اور اس کے اوپر حمرۃ ہی ہوتی ہے،قائلین 18 کے نزدیک بیاض کا عدم غروب 48.30 درجے سے شروع ہوتا ہے۔علاوہ ازیں بلغار کے جن حصوں میں رات 23 گھنٹے اور 30 منٹ ہے وہاں کا عرض بلد 63 درجے اور 20 دقیقے ہے۔اسی طرح جس مقام پر رات 4 گھنٹے اور دن 20 گھنٹے ہیں وہاں اس کا عرض بلد 62 درجے اور 6 دقیقے بنتا ہے،اور جن اقوال میں دن یعنی غروب شمس تا طلوع شمس کا دورانیہ ایک گھنٹہ بنتا ہے وہاں اس حساب سے عرض بلد 65 درجے اور 30 دقیقے بنتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ بلغار کا عرض بلد 62 درجے اور 30 دقیقے سے شروع ہوکر ساڑھے 65 درجے تک پایا جاتا ہے۔اس میں کسی مقام پر بھی حمرۃ کا غروب نہیں ہوسکتا۔افق پر ہمیشہ سرخی ہی سرخی ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ علامہ یاقوت حموی نے صراحت فرمائی ہے کہ:و إذا الشفَقُ الأحمر الذی قبل المغرب لا یغیب بتهً۔

عرض بلد میں اختلاف اور اس کی وجہ:

کشف الغطاء کے مؤلف نے جو 50 درجے نقل کیا ہے،یا بعض حضرات

سے 53 اور 54 منقول ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بلاد بلغار ایک وسیع علاقہ ہے جو کئی عروض پر مشتمل ہے، اور اس کا اطلاق ایک خاص اور مخصوص بلد کے علاوہ دیگر وسیع وعریض علاقے پر بھی ہوتا ہے یا تو وہ دراصل اس کے حصے ہوتے ہیں جو کہ آج پرانا نام (بلغار) تبدیل ہوکر اب نیا نام بن گیا ہے۔ یا دیگر سیاحوں نے بوجہ قرب انہی علاقوں کا نام رکھ دیا ہے۔ بہرحال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلغار کا اطلاق متعدد عروض البلد پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشہور سیاح محمد بن ناصر العبودی تحریر فرماتے ہیں:

ولاشك ان منظر المنطقة التى حول مدينة (البلغار) التاريخية ــ التى لاتزال تسمىٰ بهذا الاسم ــ يدل على ان المنطقة بلغارية وهذا امر مسلم به تاريخيا ، ويدل عليه القياس العقلى فى الوقت الحاضر لان التاريخ لم يسجل ان اهل البلغار ابيدوا عن آخرهم بسبب من الاسباب او اجلوا عن بلادهم جلاء جماعيا، و انما تغيرت تسميتهم فصاروا يسمون التتار بعد ان كان اسمهم (البلغار) وقد نسى اسم البلغار الا فى بطون كتب التاريخ و فى آثار هذه المدينة التى تسمى مدينة (بلغار) حتىٰ الوقت الحاضر .... (بلاد التتارو البلغار :ص: ۹۱ ــ ۹۲)

آگے فرماتے ہیں:

" اعلم ان لفظ البلغار كما انه علماً لبلدة مخصوصة كذالك كان يطلق علىٰ سكنة تلك البلدة و نواحيها ومايجرى فيه حكمها كما يجرى فى سائر اسامى البلدان الكبار مثل بخارى و خوقند

والروم كما قال بعض السياحين بلغار اسم الجيل والامة واسم
الناحية والمملكة واسم المدينة فلذالك ترى من تصدى لبيان
احوالها يطلق تارة لفظ (بلغار) ويريد به بلدة مخصوصة ويطلقه
اخرى ويريد به مملكة وناحية ويطلقه ويريد به قوما مخصوصين
.... (ايضا ص : ٢٣)

لہٰذا بعض حضرات نے بلغار کے بالکل ابتدائی حدود ومقامات کا تذکرہ فرما کر اس کے عرض بلد کم بتلائے۔اور بعض نے اس کے درمیان اور بعض نے بالکل انتہاء عروض بلغار کی نشاندہی کی ہے۔لہٰذا کوئی شخص اگر اس کے ابتدائی حدود مقامات کا عرض بلد دلیل بنا کر 18 درجے پر صبح صادق کا طلوع ثابت کرنا چاہے تو یہ کسی طرح درست نہیں کیونکہ سوال واستفتاء جو فقہاء سے کیا گیا تھا وہ ان کم عروض البلاد سے متعلق ہی نہیں تھا۔کیونکہ جہاں انہوں نے وقت عشاء کے بارے میں سوال کیا ہے وہاں غیر معتدل احوال کا ذکر ملتا ہے یعنی صرف 3، 4 گھنٹے حتیٰ کہ بعض جگہوں پر ایک گھنٹہ وقفہ (غروب آفتاب تا طلوع آفتاب) منقول ہے، جیسا کہ اس کی وتفصیل کے ساتھ ہوگئی ہے۔ اور انہی غیر معتدل علاقوں کے ذکر کے ساتھ ہی نماز عشاء کا استفتاء کیا گیا ہے، جس کا صاف ظاہر ہے کہ یہی مطلب ہے کہ زیر بحث موضوع کا تعلق بلغار کے ابتدائی نہیں بلکہ انتہائی عروض کے ساتھ متعلق ہے۔مثلاً یہ عبارت پہلے بھی گزر چکی ہے:

سُئِلَ الشَّيُخُ أَبُو حَامِدٍ عَنُ بِلَادِ بُلُغَارَ كَيُفَ يُصَلُّونَ فَإِنَّهُ ذُكِرَ أَنَّ الشَّمُسَ لَا تَغُرُبُ عِنُدَهُمُ إِلَّا بِمِقُدَارِ مَا بَيُنَ الْمَغُرِبِ وَالْعِشَاءِ ثُمَّ تَطُلُعُ فَقَالَ :يُعُتَبَرُ صَوُمُهُمُ وَصَلَاتُهُمُ بِأَقُرَبِ الْبِلَادِ إِلَيُهِمُ. (صفحہ:۱۵۷، کتاب ھذا) واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلم سائنسدانوں کا اثر:

محترم مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم نہیں، انگریز ہم سے متاثر ہو گئے ہیں، لکھتے ہیں:

''مگر معترض صاحب یہ نہیں جانتے کہ اس سلسلہ میں ہم انگریزوں سے متأ ثر نہیں ہوئے، بلکہ انگریز ہم سے متأثر ہوئے، کہ انہوں نے بروجی روشنی کو False Dawn یا False Morning کا نام دیا ہے، وہ اہل اسلام ہی سے اخذ کیا ہے۔.....................(کشف الغطاء، ص:۲۰۳)

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ پچھلے صفحات میں البیرونی سمیت متعدد مسلمان فلکیین کی عبارات نقل کی جا چکی ہیں ان سب نے ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کو اول صبح یا پھر صبح کاذب سے تعبیر فرمائی ہے۔اب ظاہر ہے کہ انگریزوں سے ہم متاثر نہ ہوتے تو ہم نہ ۱۸ درجے پر صادق کی بات کرتے، اور نہ جدید جدید کے الفاظ بار بار دہراتے، بالفاظ دیگر ہمیں پھر جدید جدید جیسے الفاظ کے دہرانے کی پھر ضرورت ہی نہیں تھی۔سوال یہ ہے کہ جب انگریز ہم سے متاثر ہوئے تو ہمیں ان کی کتابوں کے حوالوں کی حاجت؟ حوالے تو اس قوم کے نقل کئے جاتے ہیں جن سے تاثر لیا جا رہا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ذیل میں صرف دو حوالوں پر اکتفاء کیا جا رہا ہے جس میں صراحت کے ساتھ اس بات کا ثبوت موجود ہے:

(۱) مولانا یعقوب قاسمی رکن جامعہ علوم القرآن مجلس شوریٰ، جمبوسر (برطانیہ) اپنی تصنیف '' برطانیہ واعلیٰ عروض البلاد پر صبح صادق وشفق کی تحقیق'' میں صفحہ نمبر ۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

'' سول ٹویلائٹ ، ناٹیکل ٹویلائٹ اور آسٹرونومیکل ٹویلائٹ،

صبح شام ان تینوں شفقوں کی ابتداء وانتہاء کے وقت آسمان پر روشنی کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اس کی تشریح رائل گرین وچ آبزرویٹری کی سائنس ریسرچ کونسل نے اپنی آسٹرونومیکل انفارمیشن شیٹ نمبر سات میں جو کی ہے وہ درج ذیل ہے........'' (صفحہ نمبر ۴۲، ۴۳)

اس کے بعد صبح کی ان تینوں حصوں کی تفصیل وتشریح ''رائل گرین وچ'' کی طرف سے کر کے ان کے علامات و کیفیات بیان کئے ہیں۔جس کی بنیاد پر آسٹرونومیکل ٹویلائٹ کو صبح صادق قرار دیا ہے۔

(۲) اردن کے اوقاف کی طرف سے اوقات نماز کا جو نقشہ مرتب کیا گیا ہے تو اس وقت منعقدہ کانفرنس میں متعدد عرب شیوخ اور ڈاکٹرز حضرات نے شرکت کی اور اس مجلس کی صدارت ڈاکٹر ابراہیم الکیلانی جو کہ کلیۃ الشریعہ کے نائب رئیس ہیں، نے کی۔ان حضرات نے اوقاتِ نماز کے جداول کے لئے جو اصول وضوابط متعین کر کے اردن کے لئے جو نقشہ مرتب کیا اس کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''ومن هذه المعلومات المستفادة من الانسا کلو بید یا البریطانیه والامریکیه وتحدید درجة واحدة هی درجة ۱۸ لبدایة الضوء فی مطلع النهار الخ (برطانیہ۔۔۔پر صبح صادق وشفق کی تحقیق'' ص ۲۲۳)

ترجمہ: اور یہ معلومات کہ دن کی روشنی کی ابتداء سورج کے 18 درجے زیر افق سے ہوتی ہے، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلو پیڈیا آف امریکہ سے ماخوذ ہیں۔

اس حوالے سے ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ان مرتبین اور مؤلفین کی زیادت ومراتب دیکھنے کی

بجائے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اصولوں کو دیکھا جائے جن پر ان حضرات نے اپنے موقف کو قائم کئے ہیں۔ وہ مذکورہ بالا عبارت سے کتنا واضح ہو گیا،

علاوہ ازیں کشف الغطاء کے مؤلف تو ابھی صرف حوالے اکھٹے کر رہے ہیں اصل خدمات جن بزرگوں نے اس میدان میں سرانجام دی ہیں، وہ ہمارے ملک کے مایہ ناز انجینئر ز صاحبان ہیں۔ ہمارے مطالعہ کی حد تک ان حضرات نے بھی زیادہ تر اپنی فنی قابلیت اور دورِ جدید کے مغربی سائنسدانوں کی تصنیفات اور ان کے تجربات سے صبح صادق کے مسئلے کو حل کرنے سعی فرمائی ہے۔ اس بات پر مذکورہ بالا حوالہ جات کے علاوہ، ان حضرات کی تصنیفات بھی شاہد ہیں۔

محترم مؤلف کی خصوصیت:

کشف الغطاء کے مؤلف نے غیر مسلم فلکیین کے تاثر کے حوالے سے جو بات کی ہے، وہ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان تحریر فرمائی ہے:

> انہوں نے اسلام کی طرف سے پیش کردہ جس قسم کی روشنی پر صبح کاذب کی تعریف صادق آتی ہوئی دیکھی۔ اس کو انہوں نے یہ نام دیا اور اسی کا انہوں نے اعتراف بھی کیا، اور جس روشنی اسلامی حوالے سے صبح صادق وابتدائے نہار کی حقیقت صادق آتی ہوئی دیکھی، اس کو انہوں نے دن کی ابتدائی روشنی قرار دیا'' .... (کشف الغطاء، ص:۲۰۳)

یہاں غیر مسلم فلکیین کے فیصلے کے لئے، کہ انہوں نے کس روشنی کو صبح کاذب اور کس کو صبح صادق قرار دے دی، صرف یہ بات کافی سمجھی کہ ان کو فجرین کی علامات کا پتہ

ہونا چاہئے، باقی کوئی اور شرط وغیرہ کسی قسم کا ضروری نہیں سمجھا۔ جبکہ اہل اسلام اور بالخصوص اہل علم کے لئے ان علامات کے علاوہ شرعی اور فنی اصولوں سے معرفت کو ایک خصوصی شرط کا درجہ دے رہیں اور ایسی شدت کے ساتھ کہ اس کے بغیر اس مسلمان کی کوئی بات معتبر ہی نہیں ہے، تحریر فرماتے ہیں''.... بالخصوص جب کہ وہ شریعت وفن کے اصولوں سے بھی واقف نہ ہوں، یا کسی غلط فہمی کا شکار ہوں...(کشف الغطاء، ص:۱۶۲)

کیا اکابر بھی ۱۸ درجات کے قائل تھے؟

ذیل میں اکابر بزرگوں کے چند حوالوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے، جنہیں محترم مؤلف نے ۱۸ ڈگری کی تائید میں تواتر سمجھ کر نقل کئے ہیں۔

امداد الاحکام کا حوالہ:

مؤلف نے ''صبح صادق و کاذب اور وقت عشاء کی تحقیق'' میں ایک سائل کا مشاہدہ اور پھر اس کے جواب میں حضرت تھانویؒ کی مشاورت سے مفتی عبد الکریم صاحب کی تحریر نقل کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک بھی صبح صادق ۱۸ درجے زیر افق ہوتی تھی۔ ہم اس حوالے سے گفتگو کرنے سے پہلے امداد الاحکام کا ایک اور سوال کا جواب نقل کرتے ہیں، اس لئے کہ مؤلف نے اپنے حوالے میں اُس عبارت کو خذف کیا ہے جس میں مندرجہ ذیل جواب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سوال: علامات مشہورہ صبح کاذب وصادق کی یعنی بیاض مستطیل ومستطیر معلوم ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ موسم موجودہ زمانہ سرما میں بیاض

مستطیل صبح کاذب کی کس وقت ظاہر ہوکر غائب ہوتی ہے، اور ابتداء بیاض مستطیل صبح صادق کی کتنے بجے پر ظاہر ہوتی ہے، گھڑیال کے حساب اور انداز سے ارشاد فرمائیں، زید وعمر وعلامات مذکورہ کی شناخت سے عاجز ہیں بلکہ اکثر مسلمان اس جان بے علمی کی وجہ سے صبح صادق میں سحری کیا کرتے ہیں، آپ ہی کے فیصلہ پر اتفاق چاہتے ہیں؟

الجواب؛ قال فی شرح الچغمینی وقد عرف بالتجربة ان اول الصبح وآخر الشفق انما یکون اذا کان انحطاط الشمس ثمانیة عشر جزء اہ قال المحشی ۔ھذا ھو المشھور ووقع فی بعض کتب ابی ریحان انہ سبعة عشرجزء وقیل انہ تسعة عشر جزء وھذا فی ابتداء الصبح الکاذب واما فی ابتداء الصبح الصادق فقد قیل لان انحطاط الشمس حینئذٍ خمسة عشرجزءا اہ وذکر فی رد المحتار ان التفاوت بین الفجرین وکذا بین الشفقین الاحمر والابیض انما ھو بثلث درج اہ ـــــ **ان عبارات سے معلوم ہوا** کہ صبح صادق طلوع آفتاب سے ۱۸ درجے پہلے ہوتی ہے، جس کی مقدار گھنٹوں کے حساب سے ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ ہوتی ہے، اور صبح کاذب وصادق میں تین درجے کا تفاوت ہے، یعنی صبح کاذب صبح صادق سے ۱۲ منٹ پہلے ہوتی ہے۔ الخ (امداد الاحکام ج ۱ ص: ۴۰۱)

آپ سوال پڑھے، تو خط کشیدہ عبارت ہی اصل سوال ہے اور اسی میں صرف صبح کاذب کے بارے میں استفتاء کیا گیا ہے، جو سائل کی عبارت ''علامات مشہورہ صبح کاذب وصادق

کی یعنی بیاض مستطیل ومستطیر معلوم ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے...الخ'' سے بالکل واضح ہے۔آگے پھر صرف صبح کاذب کی ابتداء اور پھر کاذب وصادق کی تفاوت کے بارے میں پوچھا ہے۔صبح صادق کے بارے میں سائل نے استفتاء ہی نہیں کیا ہے۔ چنانچہ جواب میں ان سب عبارات کو ذکر کیا جن میں صبح کاذب کو ۱۸ درجے پر بتلایا۔اور صادق کو۱۵درجے پر۔علاوہ ازیں ردالمحتار کی وہ عبارت بھی نقل فرمائی جس میں فجرین کے درمیان۳درجے کا تفاوت بتایا ہے۔مگر سہو قلم سے عبارت بالا میں کاذب کی بجائے صادق کا لفظ آ گیا ہے۔اب ذیل میں کشف الغطاء کے مؤلف کے نقل کردہ حوالے کی تفصیل حوالہ ملاحظہ ہو:

''**الجواب**؛ گزارش آنکہ آپ کی تحریر میں غور کیا، نیز حضرت والا سے اس باب میں مراجعت کی، بالآخر یہ طے ہوا کہ غروب آفتاب اور غروب شفق ابیض میں اتنا ہی تفاوت ہوتا ہے جتنا کہ صبح کاذب اور طلوع آفتاب میں ہوتا ہے،یعنی ۱۸ درجے۔اور جتنا تفاوت صبح کاذب اور وصادق میں ہوتا ہے اتنا ہی تفاوت شفق احمر وابیض کے غروب میں ہوتا ہے یعنی ۳ درجے، کتابوں میں بھی یہی ملا۔چنانچہ جزء اول شرح چغمینی میں اور جز دوم رد المحتار میں مصرح ہے، اور مقتضائے قیاس بھی یہی ہے۔پس اصل سوال کا جواب تو ہو چکا،یعنی بیاض مستطیر کے غروب پر شفق کا غروب مانا گیا ہے، اور وہ سفیدی جو شکل ستون ۱۸ درجہ کے بعد آپ نے مشاہدہ کی ہے،نظر انداز کرنے کے قابل ہے جیسا کہ سب جنتریوں میں کی گئی ہے، باقی رہا یہ سوال کہ باوجود بعد شمس عن الافق اس بیاض مستطیر کے رہنے کی کیا وجہ ہے،

سو یہ علم ہیئت کی بحث سے خارج ہے، ممکن ہے کہ علم طبیعات میں اس کی کوئی وجہ مل جائے، تلاش کی ضرورت نہیں سمجھی، کہ اس پر کوئی حکم شرعی مرتب نہیں،

فقط احقر عبدالکریم عفی عنہ (امدادالاحکام ج۱ص:۴۱۵،۴۱۶)

اس جواب میں شرح چغمینی اور ردالمحتار کی عبارات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، وہ پچھلے سوال کے جواب میں آپ ملاحظہ فرما چکے،اس میں یہ تھا کہ سوال ہی صرف صبح کاذب کے بارے میں ہوا تھا اور اسی پر جو فلکیین کے حوالے نقل کیئے تھے اس میں ۱۸ درجے پر صبح کاذب کی تصریح بھی تھی،اسی طرح وہاں بزرگوں نے شرح چغمینی کے محشی کی وہ عبارت بھی نقل فرمائی ہے، جسے مؤلف کو پسند نہیں کرنا چاہتے، کیونکہ اُس میں البیرونی کی رائے کی توضیح ہے، کہ ان کے نزدیک ۱۸ ڈگری پر صبح کاذب کا ظہور ہوتا ہے ۔اب اس جواب میں بھی ظاہر ہے کہ حضرات ؒ نے انہی حوالوں کی بات فرمادی:

''جتنا تفاوت صبح کاذب اور وصادق میں ہوتا ہے اتنا ہی تفاوت شفق احمر وابیض کے غروب میں ہوتا ہے یعنی ۳ درجے، کتابوں میں بھی یہی ملا۔ چنانچہ جزء اول شرح چغمینی میں اور جز دوم ردالمحتار میں مصرح ہے، اور مقتضائے قیاس بھی یہی ہے''

اس عبارت میں صبح کاذب کی تصریح ہے،اسے کاتب وقلم کا سہو قرار دینا اس لئے درست نہیں کہ جن حوالوں کی بنیاد پر یہ لکھا ہے تو اس میں ماسوائے کاذب کا دوسرا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا۔علاوہ ازیں بالکل صاف فرمایا ہے کہ فجرین کے درمیان ۳ درجے کا تفاوت کتابوں سے ثابت ہے اور وہ ۳ درجے والی بات دو عبارات سے بتادی ایک شرح چغمینی کے محشی سے، دوسری ردالمحتار کی عبارت سے،اور انہی عبارات سے ۱۸

ڈگری پر کاذب اور ۱۵ درجے پر صبح صادق ثابت ہوتے ہیں۔شائداسی وجہ سے مؤلف نے عبارت کا یہ ٹکڑا درمیان سے حذف کر دیا۔ہم نے عبارت مذکورہ میں محذوف حصہ خط کشیدہ عبارت سے واضح کیا ہے۔

رہ گئی مشاہدے کی بات وہ جیسا کہ بالکل ظاہراور واضح الفاظ میں بیان کررہا ہے تو اسی تقاضاء یہ نہیں تھا کہ مفتی حضرات ؒ کو اس کے بعد غور وفکر اور کتابوں کی طرف مراجعت کی ضرورت پڑتی ،اس کے پڑھتے ہی مفتیؒ کو اسی مشاہدے کا جواب دینا چاہئے تھا جبکہ اس نے سوال بھی اسی مشاہدے کے بارے میں کیا ہے۔مگر بزرگوں نے سائل پر اعتماد کرنے کی بجائے خود کتب معتبرہ کی طرف مراجعت ضروری سمجھی۔جبکہ یہی کتب سے جب ہم نے ''کشف الغشاء'' میں حوالے نقل کیے تو کشف الغطاء کے مؤلف بعض یا چند حاشیہ نگار کے الفاظ کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔قارئین امداد الاحکام میں شرح چغمینی اور اس کے محشی کی جو عبارات اختصار کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں ان کی تفصیلی وضاحت ''کشف الغشاء'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اور مظاہر حق کا حوالہ:

ہمارے محترم ''کشف الغطاء'' کے مؤلف فرماتے ہیں کہ ۱۸ درجے نقشے پر جملہ اکابر دیو بند کا اتفاق تھا حتیٰ کہ حضرات شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ بھی اسی نقشے کو درست مانتے تھے۔حضرت شاہ صاحبؒ کے نام کا حوالہ ملاحظہ ہو:

''مظاہر حق میں ایک جدول تحریر کی گئی ہے جس کے بارے میں مظاہر حق میں تحریر ہے کہ: یہ جدول مرزا خیر اللہ منجم نے بحسب افق دار الخلافہ شاہجہاں

آباد لکھی ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے پسند کی ہے“
.....................(صبح صادق وکاذب اور وقت عشاء کی تحقیق، ص:۱۵۹)

سب سے پہلے تو آپ حضرت مؤلف کی تحقیقی معیار دیکھیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب بات کتنی وزن دار ہے، کہ شاہ صاحبؒ نے کن الفاظ میں کس طرح اس کو پسند فرمایا ہے؟ دوسری بات یہ کہ پسند فرمانے اور تحقیقی نظر سے گزارنے میں بڑا فرق ہے۔ اس طرز پسندیدگی کا تجربہ شائد ہمارے محترم مؤلف کو بھی ہوا ہو کہ آج کل پسند کے طور پر اکثر کتابوں پر تقریظات کی جاتی ہیں۔ پھر اسی تقریظ کے لئے آج تک شاید ۲ فیصد علماء ہوں جو کہ کتاب (برائے تقریظ) کو تحقیقی نظر سے بالاستیعاب دیکھتے ہوں، بس جگہ جگہ چند عبارات مطالعہ فرمالیتے ہیں اور تقریظ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حضرات کی مجبوری ہوتی ہے۔ وہ اگر ہر کتاب من وعن پڑھنا شروع کردیں تو یہ حضرات دوسرا کوئی کام نہ کرسکے، چنانچہ ہم نے سنا ہے کہ اب بعض بزرگوں نے تقریظ سے معذرت کے طور پر اپنی نشست گاہ کے باہر باقاعدہ نوٹس بورڈ لگایا ہوتا ہے۔

چنانچہ ہوسکتا ہے کہ شاہ صاحبؒ نے نقشے کے بعض اوقات ملاحظہ فرما کر یا مرتب پر اعتماد کرکے اس کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہو۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت مفتی شفیعؒ نے بھی اسی طرح پاکستان میں نقشوں کے صرف سورج کا طلوع و غروب وغیرہ ملاحظہ فرما کر ان نقشوں کی صحت کا فتویٰ دیا تھا۔ ہم یہاں وہ بحث نہیں چھیڑتے کہ ان بزرگوں نے کس تحقیق کو پسند فرمایا اور کس سے رجوع فرمایا وہ بحث اپنے مقام پر کریں گے، یہاں بتانا صرف یہ ہے کہ عام طور پر کسی چیز کو پسند وناپسند قرار دینے میں مصنف پر اعتماد اور تحریر کا سرسری جائزے کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ جب تحقیق کی بات

آتی ہے تو اس قسم کی چیزیں از سر نو جائزے کے بغیر پیش نہیں کیئے جا سکتے۔

دوسری مثال یہ کہ آج کسی بھی بڑے مدرسے میں جا کر وہاں کے شیخ الحدیث یا مفتی سے پوچھے تو چند ایک کے سواء آپ کو کوئی ایسا نہیں ملے گا کہ وہ نقشوں کے بارے میں کچھ معلومات رکھتے ہوں، بلکہ ایسے حضرات پورے پاکستان میں نہ ہونے کے برابر ہیں، مگر اس کے برعکس آپ یہ مشاہدہ پورے پاکستان کے مدارس ومساجد میں سو فیصد کریں گے کہ وہاں کسی جنرل سٹور یا کسی میڈیکل سٹور کی طرف سے شائع کردہ نقشہ اوقات ضرور لگا ہوگا۔آگے انہیں یہ نہیں پتہ ہوگا کہ اس کی تخریج کس نے کی ہے اور کس طرح کی ہے۔یہاں سوال یہ ہے کہ ان حضرات نے جو اپنی مساجد میں نقشے لگا کر کیا یہ انہیں پسند نہیں ہیں؟ ضرور پسند ہیں تبھی تو لگائے ہیں۔تو کیا یہاں عدم علم اور پسندیدگی جمع نہ ہوئے؟ میری بات پر بے شک اعتماد نہ کرے ابھی اٹھ کر چلے جائیں اور سروے کر کے واپس آجائیں تو پتہ چل جائے گا کہ کتنے فیصد علماء ایسے ہیں، جو نقشوں کے اصولی باتوں سے واقف ہوں؟ ورنہ آج پورے پاکستان میں صرف کشف الغطاء کے مؤلف کو ''دفاعِ ۱۸ درجے'' کا اعزاز حاصل نہ ہوتا۔

حتی کہ ہمیں تو ایسے مدارس کے مشہور مفتیان ایسے ملے ہیں کہ سب سے پہلے جب ان سے اس حوالے سے استفتاء کیا گیا تو نہایت تسلی اور اطمینان کے ساتھ احسن الفتاویٰ سے اقتباسات نقل کر کے ایسا فتویٰ دے دیا جو اصولی طور پر مفتی رشید احمد لودھیانویؒ کے نقشے کے مطابق تھا، مگر جب انہیں ہمارے محترم کشف الغطاء کے مؤلف کے اجتماعات اور کانفرنسوں کا پتہ چلا تو فوراً اپنے فتووں سے رجوع فرمایا۔

15 درجے 18 درجے

اگر یہ کہا جائے کہ ان حضرات کا شرح صدر فتویٰ کے بعد محترم کی تحقیق پر ہو گیا ہوگا اس لئے رجوع میں تو کوئی حرج نہیں۔تو جواب یہ ہے کہ اس کے برعکس ہمارے محترم یہ بتاتے رہتے ہیں کہ اس موقف پر سینکڑوں علماء اور مفتیان کرام کا اتفاق ہے۔ اب کانفرنسوں میں علماء کی موجودگی کو محترم کی تحقیق کے لئے دلیل قرار دی جائے یا ان کی موجودگی کے لئے محترم کی تحقیق دلیل قرار دی جائے؟ پہلی صورت میں رجوع بلا دلیل قرار پائے گی اور دوسری صورت میں مؤلف کا موقف سینکڑوں علماء کی تائید سے عاری قرار دیا جائے گا۔

رہ گئی اکابر یا بزرگوں سے حوالہ جات کی بات پہلے تو اس میں کلام ہے کہ انہوں نے ایسا باقاعدہ کوئی تصنیف یا تحقیقی فتویٰ نہیں شائع کیا جو مکمل شرح صدر کے ساتھ ان بزرگوں نے علم یقین کی بنیاد پر دیا ہو، ورنہ ذیل میں اکابر میں سے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا ایک واقعہ اسی سلسلے میں نقل کیا جا رہا ہے، جس سے ۱۸ ڈگری کے تواتر اور متفق علیہ ہونے کا اندازہ ہو جائے گا:

مفتی دیو بند حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ:

سوال: پاکستان سے ایک تحقیق بسلسلہ وقت فجر عشاء شائع ہوئی ہے کہ صبح صادق کا وقت جو جنتریوں میں چھپتا ہے وہ صحیح نہیں ہے رمضان شریف میں اس وقت کے لحاظ سے نماز فجر قبل طلوع صبح صادق ہو جاتی ہے، جبکہ متصل ختم وقت پر سحر پڑھی جاوے، دریافت طلب یہ ہیکہ یہ تحقیق آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں اگر کوئی شخص نماز فجر متصل وقتِ سحر پر پڑھے، وہ نماز

صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے فلکیات میں درک نہیں ہے ایک دفعہ مدرسہ کی جانب سے افطار وسحر سے متعلق جنتری کا مرتب کرنا میرے سپرد کیا گیا تھا اس لئے صبح صادق، طلوع یا زوال، مثلین یا غروب شمس۔ غروب شفق کی تحقیق و تفشیش کے لئے متعدد جنتریوں کو سامنے رکھا، دوربین سے دیکھا، دھوپ گھڑی سے کام لیا، قطب نما وقبلہ نما سے مدد لی۔ ایک ہی مقام سے متعلق 1 سے لے کر 18 منٹ تک فرق نکلا تقریباً دو ہفتے تک کوشش کر کے معذرت کردی تھی کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ایک ضلع کے ایک قصبہ میں ایک وقت سحری کھائی جارہی ہے اور اسی وقت دوسرے قصبہ میں نماز فجر ادا کی جارہی ہے اب یا تو ایک قصبہ والوں کے روزے غلط، تا دور قصبہ والوں کی نماز فجر غلط، جنتری اور نقشہ دونوں کے پاس موجود، گھڑی دونوں تار سے ملاتے ہیں اور بعض نصف النہار سے بھی ملاتے ہیں اور جنتری کو تصدیق علماء کا شرف بھی حاصل ہے۔ اگر سحری صبح کے وقت مشتہر سے قبل ختم کردی جائے اور نماز فجر اسفار میں ادا کی جائے جو کہ اصل مذہب ہے تو کوئی خدشہ نہ رہے یا اسفار میں نہ ہو تو کم از کم اتنا لحاظ تو کرلیا جائے کہ یہ خدشہ دفعہ ہو کر نماز با تعیین صحیح وقت پر ادا ہو۔ واللہ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ، ج:۵۔ صفحہ نمبر ۳۶۱\۳۶۱ ناشر جامعہ فاروقیہ کراچی)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس وقت جو اختلاف نقشوں میں موجود تھا وہ کس بنیاد پر تھا؟ کیا ۱۸، ۱۵ کے علاوہ اور اختلافات بھی تھے جس کی وجہ سے یہ فرق اتنا بڑھ گیا

تھا،علاوہ ازیں مفتی صاحب رحمہ اللہ کے بیان سے اندازہ ہورہا ہے کہ اس وقت جو نقشے رائج تھے کسی کی کوئی اصولی بنیاد نہیں تھی ورنہ یہ اختلافی صورت ایک یا دو میں محصور ہوجاتی۔مگراس کے برعکس مفتی صاحب پریشان ہوگئے کہ انہیں کسی ایک جانب فیصلہ کرنا مشکل پڑ گیااوراس جدول بنانے سے معذرت فرمائی۔

سوال یہ ہے کہ یہاں بزعم مؤلف دورصحابہ سے لے کرمؤلف کی حیاۃ مبارکہ تک جمہورا کابرکا وہ تواتر کہاں گیا جس کے بارے میں مؤلف فرمارہے تھے، کہ دیوبند ،سہارنپور،تھانہ بھون،دہلی اور دیگر بے شمار ثقات کے علمی مراکز کی طرف سے جو ۱۸ ڈگری کے مطابق نقشے متواتر ومتوارث چلے آرہے ہیں، اوران کو اسلام کی ابتدائی صدیوں سے لےکراب تک فلکیات کے قاعدے سے بھی تائیدحاصل ہے۔ (کشف الغطاء،ص:۱۶۲)

☆☆☆☆☆

صبح صادق کے متعلق چند اکابر کے اختلاف کی حقیقت

اور جمہور کا عمل؟

........صفحہ نمبر۲۰۷ تا صفحہ نمبر۲۲۹......

کشف الغطاء کے مؤلف نے پہلے رسالے ’’ صبح صادق وکاذب اور وقت عشاء کی تحقیق ‘‘ میں بعض اکابر کے اختلاف کا تذکرہ کر کے کچھ بے بنیاد واقعہ اور حالات کی یقین دہانی کرائی تھی کہ حضرت مفتی رشید احمد لودھیانویؒ نے بزرگوں کو باور کرا کر ۱۵ درجے کی تحقیق درست ظاہر کی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ بزرگوں کو اس کی وجہ سے تردد ہوگیا اور جب انہوں نے بعد میں صحیح تحقیق کی تو پہلے شک وتردد والی حالت سے رجوع فرمایا ۔اور پھر اس رجوع پر متعدد حوالے اور عبارات نقل کی ہیں۔

اس کے جواب میں ہماری گزارش یہ تھی کہ برگوں نے واقعی ۱۵ درجے کے قول سے رجوع فرمایا ہے اس سے اگر مفتی رشید احمد صاحبؒ انکار نہیں فرماتے تو ہمیں اس کے ثبوت میں کوئی شبہ نہیں مگر جس طرح رشید احمد صاحبؒ کا بیان ہے:

> ’’ قلب میں اکابر کی محبت وعظمت اور ان کے علمی وعملی بلند مقام کی وقعت کے باوجود مسائل شرعیہ میں دلائل کے پیش نظر ان سے اختلاف رائے واجب ہے، اس لئے ان دونوں بزرگوں کے رجوع سے متعلق چند امور پیش کرنے پر مجبور ہوں:

(۱)....جب اس مسئلہ کو ابتداء میں نے ہی مجلس تحقیق میں پیش کیا تھا اور میری ہی تحریک پر مشاہدات اور مجلس تحقیق کے فیصلے ہوتے رہے تو اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ اگر کوئی نیا انکشاف ہوا تھا تو اس سے مجھے بھی آگاہ کیا جاتا اور اس پر اجتماعی غور کے لئے مجھے شریک کیا جاتا مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ میرے دریافت کرنے پر بھی سابق فیصلوں سے رجوع کی وجہ نہیں بتائی گئی۔

(۲).....حقیقت یہ ہے کہ کہ ایک فتین فطین نے میری ہی تحریر میں ایک انگریزی کتاب کے حوالہ سے زوڈیکل لائٹ کا بیان دیکھا تو یہ کتاب ان اکابر کو دکھا کر یہ باور کرانے میں کامیاب ہوگیا کہ زوڈیکل لائٹ ہی صبح کاذب ہے حالانکہ میں بہت پہلے دلائل سے ثابت کر چکا تھا کہ زوڈیکل لائٹ کا صبح کاذب سے کوئی تعلق نہیں، غالباً میری یہ تحریر ان اکابر کی نظر سے نہیں گزری ہوگی ، اس کی مفصل بحث عنوان ''مشاہدہ میں غلط فہمی کے اسباب'' کے نمبرا میں گزر چکی ہے۔

(۳)....دونوں حضرات کی تحریر بالکل مجمل بلکہ مبہم ہے، ان میں نہ تو میری کسی دلیل کے جواب کی طرف کوئی اشارہ ہے اور نہ ہی اپنی تائید میں کوئی دلیل ہے، دونوں بزرگوں کی تحریروں میں جس جدید انکشاف کا ذکر ہے وہ وہی زوڈیکل لائٹ ہے جس کی حقیقت میں بہت پہلے لکھ چکا تھا۔

(۴)......دلائل پر مبنی فیصلہ سے تو رجوع ممکن ہے مگر تین روز تک گیارہ علماء کے متفقہ عینی مشاہدات سے رجوع کا کیا معنی؟

(۵)....ان حضرات کے بلا دلیل اختلاف سے اس متفقہ مسئلہ کو مسائل

اختلافیہ کی فہرست میں لانے کا کوئی جواز نہیں، اس لئے کہ ۱۸ درجے زیر افق پر صبح صادق کا دنیا میں آج تک کوئی ایک فرد بھی قائل نہیں ہوا، ایسی متفق علیہ حقیقت سے انکار کو اختلاف نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ خلاف دلیل کہلاتا ہے۔...................................... (احسن الفتاویٰ۔ج۲،ص:۱۹۰)

اسی طرح ہم نے کشف الغشاء میں اس حقیقت کی نشاندہی کی تھی کہ دراصل سوال رجوع کے اثبات وعدم اثبات میں نہیں ہے، مسئلہ یہ ہے کہ رجوع کی بنیادی وجوہات ودلائل کون سی ہیں جو اس وقت اکابر کے سامنے تھیں؟ آج اس مسئلے کو اٹھا کر کشف الغطاء کے مؤلف اگر ۱۸ درجے کی وکالت کرنے کا ذوق رکھتے ہیں تو انہیں آزاد تحقیق کرنے کی ضرورت ہے، علاوہ ازیں اگر بزرگوں کی بات کو درمیان لانا چاہتے ہیں، تو انہیں تیسرے شخص کا کردار ادا کر کے ''تصویر کا ایک رخ'' والے معاملے کے ارتکاب سے گریز کرنا چاہئے۔ بلکہ بزرگوں کے معاملے کو اسی طرح ذکر کرنا چاہئے جیسا کہ ہوا ہے، مؤلف نے بزرگوں کی تحقیقی سلسلے کی حقیقت کو مسخ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ چنانچہ ہم نے کشف الغشاء میں ان حقائق سے پردہ اٹھایا جنہیں محترم مؤلف چھپانا چاہتے تھے، پھر آخر میں محترم مؤلف کی خدمت میں چند سوالات اس غرض سے پیش کئے تاکہ حقائق سامنے آکر قارئین مطمئن ہو جائیں، مگر ہمارے محترم پھر وہی عبارات یا ایک آدھ بڑھا کر پیش کرنے لگے اور مزید یہ کہ جوابات دینے کی بجائے، پہلی محنت کو ضائع ہونے سے بچانے کی خاطر ایسے امور کا ارتکاب کر گزرے، کہ کم از کم ہمارے علم میں ایسا شخص نہیں ہے جس نے ایسا کیا ہو، مؤلف کشف الغطاء لکھتے ہیں:

''رہا معترض صاحب کا اس کے بعد سوالات کے جوابات کا معاملہ تو ان کے

واضح جوابات اکابر کی تحریرات میں موجود ہیں، جن پر ہمیں بحمد اللہ اطمینان حاصل ہے‘‘ ....(کشف الغطاء، ص:۲۲۶)

اگر اکابر کی تحریرات میں ان سوالات کے جوابات موجود ہیں تو ان کی نشاندہی پر کتنا وقت صرف ہوتا تھا، جس سے کم ازکم قارئین کی الجھن تو ختم ہو جاتی، مگر اسے نظر انداز کیا گیا، علاوہ ازیں حضرت مفتی رشید احمدؒ کا بیان گزر چکا جس میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ بزرگوں کی تحریرات مجمل بلکہ مبہم تھی حتیٰ کہ ان کے اندر کسی قسم کی دلائل پر مبنی بات نہیں تھی، اور نہ اس میں حضرت کی کسی دلیل کا جواب مذکور تھا۔ چنانچہ یہاں مؤلف نے صرف یہ ذکر کیا کہ ہمیں ’’اطمینان حاصل‘‘ ہے۔ حالانکہ محترم کو پتہ ہونا چاہئے کہ ایسی مواقع میں اپنے اطمینان کو نہیں دیکھا جاتا، بلکہ دوسروں کو دلائل کے ساتھ مطمئن کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جبکہ محترم اپنے اطمینان پر مطمئن ہوگئے۔ قارئین کی خدمت میں ہماری گزارش ہے کہ یہ باب ’’اکابر کے اختلاف کی حقیقت‘‘ کو کشف الغشاء میں ضرور مطالعہ فرمائیں۔ یہاں چند شبہات کا ازالہ مقصود ہے۔

حضرت مولانا روحانی بازیؒ:

کشف الغشاء میں ہم نے کہا تھا کہ ۱۸ درجے والے نقشے پر لوگوں کا عمل بلا دلیل، بلکہ اکابر کی طرف منسوب حسن ظن پر مبنی ہے۔ درحقیقت اس نقشے پر اتنی تحقیق کسی مستند عالم کی موجود نہیں۔ یہ ماہرین فن کی تحقیقات ہیں جن پر بزرگوں کو مطمئن کر کے ۱۵ درجے والی تحقیق سے رجوع وجود میں آ گیا ہے۔

اس پر کشف الغطاء میں مؤلف نے کہا کہ زیادہ نہیں صرف مولانا روحانی بازیؒ

کی تحقیق بلکہ تصدیق بھی کافی ہے۔

اس کے بارے میں عرض یہ ہے ہم بزرگوں کی تنقیص کا معاذ اللہ سوچ بھی نہیں سکتے ،مگر اصولی طور پر یہاں بتلانا یہ ہے کہ نئے درپیش مسائل میں بالخصوص جس میں فن نے مداخلت کر کے ٹھیک ٹھاک اپنا اثر کر دکھایا ہو۔تو اس صورت میں صرف ماہرین فن پر اعتماد کرنے کی بجائے خود اپنی کوشش ومشاہدات کرنا چاہئے۔ذیل میں مولانا روحانی بازیؒ کے بارے میں محترم جناب سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب مدظلہم کی تنقید کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

''کیا کسی جگہ کا وقت معلوم کرنے کے لئے ہم کسی اور جگہ کا نقشہ چند منٹوں کے جمع تفریق سے نکال سکتے ہیں جیسا کہ لاہور کا نقشہ فلکیات جدیدہ مرتبہ مولانا محمد موسیٰ مطبوعہ 1392 ھجری میں صفحہ نمبر 348 پر معروف و مستعمل طریقہ کے عنوان سے دیا ہوا ہے، جس میں پاکستان کے شہروں کا فرق اس سے منٹوں میں جمع تفریق کے ساتھ دیا گیا ہے۔

جواب: نہیں ایسا نہیں ہوسکتا ہے، یہ فنی طور پر ایک بہت بڑی غلطی ہے اس غلطی کا علماء کرام کو پتا ہونا چاہئے جیسا کہ مساوات نمبر ا میں دکھایا گیا ہے کہ میل شمس ''م'' کی تبدیلی سے فرق پڑتا ہے اس طرح عرض بلد ''ع'' کی تبدیلی سے بھی فرق پڑتا ہے اور یہ فرق روزانہ یکساں نہیں ہوتا۔بلکہ روزانہ میل شمس کی تبدیلی کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔البتہ طول بلد کی وجہ سے جو فرق پڑتا ہے وہ مستقل ہوتا ہے۔اس لئے اگر کسی جگہ کے اوقات کا نقشہ موجود ہو تو اس سے شرقاً غرباً ان مقامات کیلئے جن کا مذکورہ مقام کے ساتھ

شمالاً جنوباً کوئی فرق نہ ہوتو ان کے لئے تو ایک مستقل فرق جمع تفریق کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر دونوں مقامات کا عرض بلد مختلف ہوتو پھران کی حساب میں صرف طول بلد کے فرق کوملحوظ خاطر رکھنا سخت غلطی ہے۔اگرایسا ممکن ہوتا تو کراچی اورکوئٹہ کے اوقات میں صرف ایک منٹ کا فرق ہونا چاہیے کیونکہ فلکیات جدیدہ کے مذکورہ جدول میں کراچی کے لئے 27منٹ جمع کرنے کااورکوئٹہ کے لئے 28منٹ جمع کرنے کا بتایا گیا ہے حالانکہ نیچے مختلف موسموں میں کراچی اور کوئٹہ کے اوقات دئے ہوئے ہیں اس میں دیکھا جائے کہ اصل فرق کتنا ہے؟

ذرا ان مختصر جداول پرنظر ڈالئے تو پتا چلے گا کہ صرف زوال کے وقت ایسا ہے جس میں فلکیات جدیدہ کا فارمولہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اگر باقی اوقات میں اس فارمولے کو استعمال کیا گیا تو نتیجہ کچھ سے کچھ ہوجائے گا،

تاریخ	کوئٹہ کے اوقات				کراچی کے اوقات		
	صبح صادق	زوال	عشاء		صبح صادق	زوال	عشاء
21جون	03:57	12:37	09:17		04:17	12:36	08:56
21ستمبر	05:02	12:28	07:53		05:07	12:28	07:48
21دسمبر	06:01	12:33	07:05		05:53	12:33	07:12
21مارچ	05:18	12:42	08:07		05:22	12:42	08:02

اس میں دو باتیں اور بھی سامنے آئیں وہ یہ کہ:

1۔ کراچی اور کوئٹہ کے اوقات میں فرق گرمی اور سردی میں تو

زیادہ ہے لیکن بہار اور خزان میں بہت کم۔ اس کی وجہ بھی وہی ہے جو پہلے عرض کی گئی الخ

2۔ کوئٹہ اور کراچی کے اوقات میں فرق ہر وقت میں مختلف ہے۔ اس سے پتا چلا کہ اس طرح کو کوئی جدول جس میں کسی ایک جگہ کے اوقات دوسری جگہ کے اوقات کے لئے سادہ جمع تفریق کے ساتھ استعمال ہو سکے ممکن نہیں۔ اس لئے اس طریقے کو معروف اور مستعمل طریقہ کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ .... (فہم الفلکیات، ص:147 تا148)

قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ شرق وغرب میں قدیم وجدید ماہر فن شخصیت کیسی غلطی فرما چکے ہیں؟ جسے سید صاحب نے نشاندہی فرمادی۔ ایسی غلطی کے عموم اور اس پر تنبیہ حضرت مفتی رشید احمد لودھیانویؒ بھی فرما چکے ہیں:

''کئی جنتریوں میں مختلف مقامات کے 'فرق وقت' کی فہرست نظر سے گزری یہ فرق وقت صرف طول بلد کے حساب سے ہوتا ہے۔ حالانکہ نصف النہار کے سوا باقی سب اوقات پر عرض بلد کا بھی اثر پڑتا ہے اور ایک عرض بلد کے اوقات دوسرے عرض بلد سے مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا آئندہ یا تو ایسی فہرست شائع ہی نہ کی جائے، ورنہ کم از کم یہ تنبیہ ضرور کردی جائے کہ یہ فرق وقت صرف نصف النہار کا ہے، دوسرے اوقات کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں، دوسرے اوقات کی تخریج کا قاعدہ الگ ہے ....

....(احسن الفتاویٰ ج2 ص:361)

اگر ہم جدید مسائل میں بالخصوص جن مسائل میں فن داخل ہو چکا ہو، خود اپنی آنکھیں بند

کر کے چلنا شروع کر دیں، بلکہ اس پر اکتفاء نہ کرے، مزید اس شخص کو طعن وملامت کا نشانہ بنا کر اس کے راستے میں تاویلات فاسدہ اور بد اخلاقیوں کے روڑھے اٹکائیں جو دین و وعبادات کی خاطر اس دشوار راہ پر پیدل چل پڑا ہو، تو پتہ نہیں سائنس کے کرشمے ہمیں کہاں سے کہاں لے جائیں گے۔ لہٰذا :

کشف الغطاء کے مؤلف کی خدمت میں گزارش:

گزارش یہ ہے کشف الغطاء کے مؤلف کو اگر فرصت ملے، تو فلکیات جدیدہ میں لاہور کے نقشہ اوقات کے بعد متصل ''معروف ومستعمل طریقہ'' (۱) کے عنوان سے تقریباً پورے ایک صفحے پر مشتمل یہ محض طول بلد کی تفاوت ملاحظہ فرمائیں، امید ہے کہ محترم اسے کاتب کی غلطی نہیں قرار دیں گے، لہٰذا اس کی بنیاد پر راولپنڈی کے اوقات نکال کر نقشہ مرتب فرمائیں پھر اس پر عمل خود بھی کرے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں۔ پتہ چل جائے گا کہ مؤلف مذکور بزرگوں اور بالخصوص ماہر فن بزرگوں کے نقشہ قدم پر کتنا چلتے ہیں؟

حیرت کی انتہاء:

ہم نے کشف الغشاء میں اکابر بزرگوں کے ان مشاہدات کا تذکرہ کیا تھا جس میں ان حضرات نے بالکل صراحت کیساتھ پرانے نقشے میں صبح صادق کے وقت صبح

---

(۱) فلکیات جدیدہ، مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ، ادارہ تصنیف وادب، جامعہ اشرفیہ لاہور، طبع ہشتم: ۲۰۰۱ء صفحہ نمبر ۳۸۴

کاذب کا مشاہدہ فرمایا تھا۔اوراس مشاہدے میں حضرت مفتی محمد شفیعؒ سمیت گیارہ علماء کرام نے شرکت فرمائی تھی۔

کشف الغطاء کے مؤلف کو اسے بلا چوں چراں تسلیم کرنا چاہیئے تھا مگر انہوں نے جس انداز سے اس کی تعبیر بلکہ تحریف کی ،اس فعل نے انہیں صبح صادق وکاذب کی ایک عجیب وغریب تشریح پر مجبور کیا۔اور ہمارے محترم کو شائد پتہ ہی نہ چلا ہو کہ وہ کہاں سے کہاں گر پڑے۔محترم مؤلف نے جو تاویلات وتحریفات کا سہارا لیا شائد دنیا اسلام میں کسی مذہبی شخصیت نے ایسی حرکت کی ہو، یہاں ان سب کا بیان کرنا وقت ضائع کرنے کے سوااور کچھ نہیں ،ہم قارئین سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اس پوری بحث کو’’ صبح صادق کے متعلق چند اکابر کے اختلاف کی حقیقت‘‘ کشف الغطاء صفحہ نمبر ۱۹۴ پر ضرور ملاحظہ فرمائیں یہاں صرف ایک فنی مہارت کے بارے میں عرض کیا جارہا ہے۔

چند صفحات پہلے ہم نے جس چیز پر تعجب وحیرانگی کا اظہار کیا تھا وہ یہ مقام ہے ۔جس میں اکابر کی گیارہ رکنی جماعت کے ایک مشاہدہ پر محترم مؤلف نے کلام کیا ہے قارئین اسے پڑھیں گے تو ان کی بھی حیرت کی انتہاء نہیں رہے گی۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ خود مشاہدات کی صورت حال تحریر فرماتے ہیں:

’’۱۲ جون ،صبح کو تقریباً 3:30 بجے میدان میں سب حضرات پہنچ گئے اس وقت افق مشرق پر کسی قسم کی روشنی نہیں تھی ٹھیک 4 بجے افق پر مخروطی طولانی روشنی نمودار ہوئی جسکو سب نے دیکھ کر صبح کاذب قرار دیا اور اس کے 17 منٹ بعد یعنی 4:17 پر صبح صادق واضح طور پر مشاہدہ کی گئی اسی پر سب کا اتفاق رہا۔طلوع آفتاب 5:35 منٹ پر ہوا۔

	تاریخ	صبح کاذب	صبح صادق	طلوع آفتاب
پرانے نقشے میں :	۱۲جون	....	4:00بجے	5:32 بجے
مگرمشاہدہ یہ ہے :	۱۲جون	4:00بجے	4:17بجے	5:32 بجے

(احسن الفتاویٰ ج ۲،ص ۱۷۶)

آپ اس مشاہدے کو ملاحظہ فرمائیں کتنا صاف اور واضح مشاہدہ ہے ،جس میں واضح طور پر گیارہ علمائے کرام کی جماعت نے نقشے میں دئے گئے وقت پر طولانی روشنی دیکھی ۔ جسے سب نے صبح کاذب قرار دیا۔ اوراس کے بعد جا کر ۱۷ منٹ بعد صادق کا مشاہدہ کیا گیا۔مگر کشف الغطاء کے محترم نے اسے بہرصورت رد کرنا ہے۔لہٰذا وہ فرماتے ہیں:

’’اگراس دن بھی موسم ابرآلود ہوتو اس سے بھی لازم نہیں آتا کہ جس وقت مخروطی شکل کی طولانی روشنی دیکھی گئی وہ اس کی ابتداء تھی۔ بالخصوص جبکہ فقہاء ئے کرام کی تصریح کے مطابق صبح کاذب بعض اوقات صادق کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے،اورصبح صادق کی روشنی جب اس پر غالب آجاتی ہے تب ہی وہ مضمحل ومنکتم ہوتی ہے‘‘ .... (کشف الغطاء ص ۲۲۲)

مؤلف نے چونکہ صرف فقہاءکرام کی عبارات کمپیوٹر پر دیکھی ہیں ،اورآسمان کی طرف کہیں دیکھنے کی توفیق نہ عشاء کے لئے ہوئی اور نہ صبح کے لئے تو اسی طرح عجیب وغریب انکشافات فرماتے رہتے ہیں۔اس دن بادل بزرگوں کوتو نظرنہیں آیا اورآج محترم مؤلف فنی مہارت اور خاص کر ’’بعض زمان ومکان‘‘ کا فارمولہ بروئے کار لاکر اسے بادل قرار دے رہے ہیں۔محترم نے اپنے کلام میں مندرجہ ذیل باتیں لکھی ہیں:

(۱)....اگراس دن بھی موسم ابر آلود ہوتو اس سے بھی لازم نہیں آتا کہ جس وقت مخروطی شکل کی طولانی روشنی دیکھی گئی وہ اس کی ابتداء تھی______ یہ لکھتے وقت محترم کو یہ عبارت نظر نہیں آرہی تھی کہ________ ''اس وقت افق پر مشرق پر کسی قسم کی روشنی نہیں تھی''____ اور نہ محترم نے ''ٹھیک 4 بجے'' والے الفاظ کی طرف توجہ فرمائی۔ان عبارات کو غور سے پڑھنے کی توفیق ہوتی تو محترم مؤلف روشنی کے اس ظہور کو ''ابتداء'' کے منافی نہ قرار دیتے۔

(۲)....صبح کاذب بعض اوقات صادق کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے۔اور صبح صادق کی روشنی جب اس پر غالب آجاتی ہے تب ہی وہ مضمحل و منکتم ہوتی ہے_____ حالانکہ صبح کاذب کی روشنی ہوتے ہوئے کسی نے آج تک یہ بات نہیں لکھی ہے کہ کاذب کی روشنی کے ہوتے ہوئے نیچے صادق کی روشنی نمودار ہوجاتی ہے۔اس بات کی توقع اسی شخص سے کی جاسکتی ہے کہ خود تو مشاہدے کے قریب جاتا نہیں اور دوسروں کے صحیح مشاہدات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔کشف الغطاء کے محترم مؤلف کی طرف سے دوسروں کو جہالت وغفلت کے طعنوں اور آخرت کی فکر دلانے کو دیکھ کر یہ حاشیہ خیال میں نہیں آتا تھا کہ وہ خود اپنی نصیحت ہی بھول جائیں گے۔_____ آگے پڑھے یہ تاویلات قارئین بھول جائیں گے۔ملاحظہ ہو:

سر تھام کر پڑھیں:

جس بات پر حد درجہ کی حیرت کے الفاظ قلم سے نکلے تھے وہ اس بات پر تھے کہ مولف مذکور تاویلات کرتے کرتے ایسے مقام پر فائز ہوگئے کہ شرعی احکام کی تشریحات کی اختیار انہیں عطاء کی گئی۔ذیل میں ملاحظہ فرمائیں کہ صبح کاذب وصادق کا کیا حشر کردیا۔مذکورہ بالا تشریح کرنے کے بعد مشاہدہ مذکورہ سے جان چھڑانے کے لئے ایک ہی وقت کاذب وصادق کے دونوں کے وجود وظہور کے قائل ہوگئے:

''لہٰذا اول طلوع صبح صادق کے کچھ لمحات بعد تک کاذب کے نظر آنے کا امکان ہوتا ہے جو تبیین فجر (نہ کہ تبیین خطِ فجر) پر ختم ہوتا ہے''.................

.... (کشف الغطاء، ص:۲۲۲)

دیکھا! فرماتے ہیں کہ صبح کاذب تبیین خطِ فجر کے ساتھ نظر آسکتی ہے۔یعنی '' حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض من الفجر ' 'واقع ہوجائے گا اور ابھی صبح کاذب غائب نہیں ہوچکی ہوگی۔

اور قارئین کو یہ بات نہیں بھولنا چاہئے کہ محترم مؤلف کے نزدیک ایک ''تبیین خطِ ابیض'' ہے، جو ۱۸ درجے پر واقع ہوتا ہے، جبکہ دوسرا ''تبیین فجر'' ہے، جو کہ ان کے نزدیک ۱۵ درجے پر واقع ہوجاتا ہے۔چنانچہ مطلب یہ ہوا کہ محترم کے نزدیک صبح کاذب ۱۵ درجے پر ہی ختم ہوجاتی ہے۔فرماتے ہیں ____ ''جو تبیین فجر (نہ کہ تبیین خطِ فجر) پر ختم ہوتا ہے'' ____

یہ ۱۵ درجے تک صبح کاذب کے وجود کا نظریہ اس لئے اختیار کرنا پڑا کہ اکابر نے چونکہ ۱۸ درجے پر کاذب کا مشاہدہ کیا اور پھر ۱۵ درجے کے مطابق صبح صادق کا مشاہدہ فرمایا۔تو مؤلف مذکور نے ایسا کیا کہ مشاہدہ کاذب کو بحال رکھا مگر بادل لگا کر اس کا وجود پہلے سے قرار دے دیا۔پھر بزرگوں نے ۱۵ پر جو مشاہدہ فرمایا اسے ''تبیین فجر'' اس لئے قرار دے دیا، تاکہ تبیین خط کو اس سے پہلے وہاں جگہ مل سکے جہاں کاذب کا مشاہدہ کیا گیا تھا، بزرگوں نے 4 بجے (18 درجے پر) مشاہدہ کاذب کا کیا اور مولف نے محنت کر کے تبیین خط ملا دیا۔اب آگے کاذب کم ہوتی چلی جائے گی اور تبیین خط بڑھتے بڑھتے تبیین فجر پر پہنچ جائے گی یہاں تک کہ 15 درجے کا مقام آجائے تو

کاذب ختم ہوجائے اور تبیین فجر واقع ہوجائے ۔گویا کہ تبیین خط سے تبیین فجر تک یہ 3 درجے صادق وکاذب نے مل کر گزارے۔

فجرین کا جو اعجوبہ مرکب سامنے آ گیا اس کا خلاصہ یہ کہ :۔۔۔۔۔ پہلے سے کاذب طلوع ہوئی تھی جسے بزرگوں میں سے ایک نے بھی نہیں دیکھی ، پھر ۱۸ درجے پر جو مشاہدہ بزرگوں نے کیا وہ کاذب کے درمیانی لمحات تھے جو صادق کے تبیین خط فجر کے ساتھ ساتھ چلتی رہی (اگر چہ اس دوران کاذب اکابر مشاہدہ فرمارہے تھے اور خطِ فجرِ صادق نظر نہیں آیا) پھر ۱۵ درجے (بقول مؤلف تبیین فجر) پر کاذب ختم ہوگئی اور بزرگوں نے جو صادق کا مشاہدہ کیا تھا وہ تبیین فجر تھا۔کاذب وصادق کا یہ نیا نظریہ مندرجہ ذیل گراف سے واضح ہے:

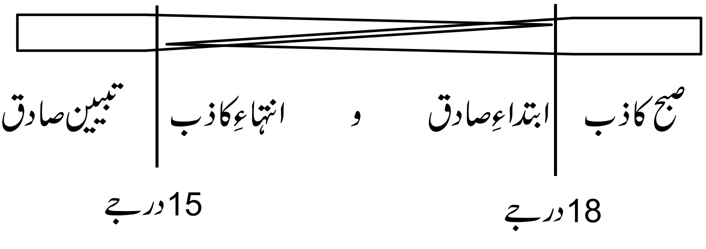

کوئی یہ نہ کہے کہ یہ سہواً ہوا ہے کیونکہ اگلے صفحے پر یہ مضمون دہرایا گیا ہے:

"دوسرے کاذب کی روشنی کا بعض اوقات ابتدائے طلوع صبح صادق کے کچھ بعد تک نظر آنے کا امکان ہے، اور فنی اعتبار سے بھی بروجی روشنی میں یہ امکان موجود ہے، کما مر"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(کشف الغطاء، ص:۲۲۴)

اب قارئین اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر فرمائیں کہ کیا صبح صادق کے بارے میں یہ

کہ ’’کاذب کی روشنی کا بعض اوقات ابتدائے طلوع صبح صادق کے کچھ بعد تک نظر آنے
‘‘ کی بات کا کہیں ثبوت مل سکتا ہے؟ تو پھر مؤلف یہاں تک کیوں تحریفات فی الشرع کا
ارتکاب کرتے چلے جارہے ہیں؟ اس لئے کہ مشاہدہ میں واقعی ۱۸ پر کاذب اور ۱۵ پر
صادق کی روشنیاں نظر آئی تھی؟

سوالات: محترم مؤلف مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات ارشاد فرمائیں:

(۱) جس موسم میں صبح صادق (یعنی حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض) ظاہر ہو جائے مگر ابھی بقول مؤلف صاحب صبح کاذب ’’ طلوع صبح صادق کے کچھ بعد تک نظر آئے‘‘ تو روزہ اور نماز کے حوالے سے کس کا اعتبار ہوگا؟

(۲) جب کاذب وصادق دونوں نظر آ رہے ہوں، تو بیک وقت دونوں کے احکام کیسے نافذ ہونگے؟

(۳) اگر تبیین خط کا اعتبار کر کے روزہ بند اور نماز فجر جائز قرار دیا جائے۔ تو کیا صبح کاذب نظر آتی ہوئی نماز فجر کا وقت داخل ہو جاتا ہے؟ جبکہ بیاض مستطیل کے ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کی اجازت اور نماز کی ممانعت فرمائی ہے۔

(۴) اور کاذب کا اعتبار کیا جائے تو کیا تبیین خط کے ہوتے ہوئے، ابھی رات سمجھنا ارشاد باری تعالیٰ حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض کے منافی نہیں ہوگا؟

(۵) مؤلف فرماتے ہیں صبح کاذب حقیقی لیل میں داخل ہے اور صادق نہار شرعی کا مبداء ہے تو سوال یہ ہے کہ یہاں ایک ہی وقت میں دن ورات اجتماع یعنی رات بھی اور دن بھی۔ یہ کس عقل وفن کا انکشاف ہے؟

(۶)　　کیا بیک وقت دن رات دونوں کا وجود اجتماع ضدین میں داخل نہیں؟

کیا اکابر نے ۱۵ درجے کا فیصلہ نہیں کیا تھا؟

کشف الغطاء کے مؤلف تحریر فرماتے ہیں؛

''چنانچہ حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلھم کی تحریر میں تردد پیدا ہونے اور بعد میں اس تردد کے رفع ہونے کا واضح طور پر ذکر ہے اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ کی تحریر میں پوری تحقیق کا موقع نہ ملنے اور اس لئے احتیاطاً فتویٰ دینے اور بعد میں پایہ تحقیق تک پہنچنے کے بعد قدیمی نقشوں کے بارے میں بالکل صحیح ہونے کا حکم مذکور ہے''.................(کشف الغطاء، ص:۲۲۶)

مذکورہ بالا اقتباس سے مؤلف مذکور کا منشاء بالکل واضح ہے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اکابر کا ۱۵ درجے کے بعد ۱۸ درجے کا قول درحقیقت رجوع ہے ہی نہیں، کیونکہ رجوع تو ایک اختیار کردہ موقف کو چھوڑ کر دوسری رائے اختیار کرنے کا نام ہے اور یہاں بقول مؤلف بزرگوں نے ابھی آخری فیصلہ ہی نہیں کیا تھا بلکہ تردد ہو گیا تھا جو کہ بعد میں دور ہو کر قدیم نقشوں کی توثیق کی شکل میں سامنے آ گیا۔ اگر آگے تحقیق کا سلسلہ مشاہدات جاری تھا اور ابھی تک طے شدہ کام درمیانی کڑیاں تھی تو کیا ان کڑیوں میں ''مجلس تحقیق'' کا فیصلہ بھی ایک کڑی کہلائے گا؟ ملاحظہ ہو:

منعقدہ دارالعلوم کراچی ۱۳ ذی قعدہ ۹۲ھ

''اس مجلس میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب کے رسالہ صبح صادق کے دلائل پر غور کیا گیا اور متعلقہ کتب کی مراجعت کی گئی نیز مسئلہ کی تحقیق اور

مشاہدات کے لئے ٹنڈوآدم کا جو سفر کیا گیا تھا اس کے نتائج زیرغور آئے، بحث وتمحیص کے بعد مندرجہ ذیل باتیں پایہ ثبوت کو پہنچ گئیں:

☆ مسئلہ کے زیرغور آنے کے بعد متفرق ایام میں جتنے مشاہدات کئے گئے ان میں سے کسی میں بھی مروجہ جنتریوں کے مطابق صبح صادق نہیں ہوئی بلکہ اس کے بعد ہوئی۔

☆ ان سب امور سے ثابت ہوتا ہے کہ مروجہ جنتریوں میں صبح صادق کے نام سے جو وقت درج لکھا گیا ہے وہ درحقیقت صبح کاذب کا ہے۔

☆ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے صبح صادق کے جو اوقات نکالے ہیں ان کا مقابلہ ٹنڈوآدم کے مشاہدات سے کیا گیا فرق صرف ایک منٹ کا تھا۔

☆ بہرکیف مذکورہ بالا تحقیق سے ہمیں بھی یہ ظن غالب ہوتا ہے کہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے حسابی طریقہ سے جو اوقات نکالے ہیں وہ درست ہیں۔

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۴/ذی قعدہ سنہ ۹۲ ہجری

☆حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ ☆حضرت مفتی رشید احمدؒ

☆حضرت مولانا محمد عاشق الٰہیؒ ☆حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم

کیا اس فیصلے کی وجہ سے بزرگوں کو تردد ہوگیا یا یہ کہ تردد ختم ہوکر ۱۵ درجے پر اطمینان ہوگیا؟ تفصیلی وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو: (''کشف الغشاء'' ص۱۹۴ تا ص ۲۴۱)

۱۸ درجے پر صبح کاذب اور ۱۵ درجے پر صبح صادق کے قائلین اور جمہور کی علمی اور تحقیقی آراء

........صفحہ نمبر ۲۳۰ تا صفحہ نمبر ۲۳۴......

کشف الغطاء کے مؤلف اس کڑوی حقیقت سے نہایت تیزی کے ساتھ دوسری طرف نکلے ہیں، جیسا کہ یہ ''کشف الغشاء'' کا حصہ ہی نہیں تھا۔ حالانکہ ہم نے کشف الغشاء میں تفصیل کے ساتھ ان علماء و ماہرین فن کی فہرست نقل کی ہے جو ۱۸ درجے پر صبح صادق بلکہ صبح کاذب کے قائل تھے۔ علاوہ ازیں بہت حضرات ان میں ایسے بھی شامل ہیں جنہوں نے باقاعدہ طور پر مشاہدات کیئے جو سب کے سب ۱۵ درجے کے موافق نکل آئے ہیں۔ ان حضرات کی مختصر فہرست اگلے صفحات میں ملاحظہ ہو۔ گزارش ہے کہ قارئین حضرات بحث کو ''کشف الغطاء'' میں اطمینان کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

قائلین ۱۵ درجات کی مختصر فہرست

(۱) صاحب کتاب التصریح۔

(۲) محشی کتاب التصریح

(۳) شارح چغمینی

(۴) محشی شرح چغمینی

(۵) مالابدمنہ کے فارسی حاشیہ

(٦) محشی بیست باب مولانا محمد عبید اللہ الایوبی الکندھاریؒ

(۷) ظفر احمد عثمانی تھانویؒ امدادالاحکام

(۸) حضرت مفتی رشید احمدؒ لودھیانوی

(۹) حضرت مفتی محمد فرید صاحب (جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، سرحد)

علماء اور مشائخ عرب

(۱۰) شیخ محمد رشید رضاء:

(۱۱) شیخ تقی الدین الھلالی:

(۱۲) الشیخ محمد بن عثیمینؒ:

(۱۳) الشیخ الالبانیؒ :

(۱۴) الشیخ مصطفیٰ العدوی:

(۱۵)الشیخ الدکتور سلیمان بن ابراہیم الثیان

(۱۶) الشیخ عبداللہ بن ابراہیم الترکی

(۱۷) الشیخ د.سعد بن ترکی الخثلان:

(۱۸) الشیخ ڈاکٹر محمد تقی الدین بن عبدالقادر الھلالی:

(۱۹) الشیخ ڈاکٹر، زکی بن عبدالرحمٰن المصطفی ایمن بن سعید کردی

(۲۰)۔عبدالعزیز بن سلطان المرمش (ماہر فلکیات، اکیڈمی آف فن فلکیات اور جیوفزکس)

(۲۱)۔معتز بن نائل کردی۔...... (ماہر فلکیات اکیڈمی آف فن فلکیات اور جیوفزکس)

(۲۲) الشیخ د۔سعد بن ترکی الخثلان... (قائم مقام رئیس ادارۃ التحقیق والافتاء)

(۲۳)الشیخ محمد بن سعد الخرجی .(رئیس کتابۃ عدل الاولی بالریاض، ممثل وزارۃ العدل)

(۲۴)الشیخ عبدالرحمٰن بن غنام الغنام

(وکیل وزارت معاون لامور الدعوۃ والارشاد، ونائب وزارت مذہبی امور)

(۲۵) صالح بن عثمان................................ (متعاون)

(۲۶) شیخ عدنان العرعور

(۲۷) شیخ العبیکان

(۲۸) علماء ومشائخ سعودیہ

(۲۹) علماء سوڈان

(۳۰) علماء مصر۔

ان سب بزرگوں کی تفصیل ''**کشف الغشاء**'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ کہ کشف الغطاء کے مؤلف نے جوابی طور پر تحریر تو لکھی ،مگر جو انہیں کرنا چاہئے تھا اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ پہلے تو انہیں مسلمہ حقائق کو تسلیم کرنا چاہئے تھا مگر آپ نے تسلیم کرنے کی بجائے اس کے لئے تاویلات وتحریفات کا راستہ اختیار کیا۔ پھر جہاں جواب ممکن تھا وہاں معقول جواب تحریر فرماتے ،مگر محترم نے معقولیت واستدلال کی بجائے عقلی اوقیاسی نہج کو اپنایا۔ پھر جو بات کہنا بھی تھی تو اسے کم ازکم انسانیت کی زبان استعمال کر کے لکھ لیتے مگر محترم مؤلف سارے اخلاقی اصولوں سے آزاد ہو کر قلم چلاتے رہے ،علاوہ ازیں مؤلف مذکور پر لازم تھا کہ نئی اصطلاحات وایجادات کو چھوڑ کر اصل حقائق کی بنیاد پر استدلال کرتے مگر انہوں نے انہیں مزید مستحکم بنانے کے لئے حوالے اکھٹے کرنا شروع کئے ،جناب کو چاہئے تھا کہ سائنس وفن کو سائنس کا درجہ دے کر شرعی تقاضوں کو پورا فرماتے ،مگر وہ سائنس کو اصل قرار دینے کے لئے مزید استدلال کرنے لگے۔ نہایت اہم بات یہ کہ مؤلف ابھی ابھی اس میدان میں پیدل پا چل پڑے ہیں ،لہٰذا انہیں چاہئے تھا کہ اپنے پیش رو (اہل فن) کی تحقیقات و نظریات کو سامنے رکھ کر اس موضوع پر کام کرتے ،مگر محترم نے اس کا لحاظ کئے بغیر جب اپنی سوچ کے بل بوتے صبح صادق اور کاذب کے خاکے تیار کرنا شروع کئے تو اپنے بزرگوں سے بھی بہت دور چلے گئے ،اسی طرح انہیں چاہئے تھا کہ فریق ثانی (قائلین ۱۵ درجے والوں) کا موقف صحیح سمجھ کر انہیں مخاطب کرتے مگر محترم نے عجلت کا مظاہرہ کر کے ۱۵ درجے کا اختلاف صبح صادق کے ظہور وعدم ظہور کی بجائے ،اسفار وعدم اسفار

قرار دے دیا۔اس کے علاوہ بعض حقائق ایسے ہیں جن میں اصل اختلاف فریقین کے مابین فنی تھا،جس کا تعلق مسائل جدیدہ کے ساتھ ہے،مگر مؤلف مذکور نے اسے فن کی بجائے شرعی بنا کر اسے مسائل اصولیہ کے ساتھ متعلق کر دیا،گویا آج کا اختلاف اٹھا کر محترم مؤلف اسے دور صحابہ اور تابعین وفقہاء میں لے گئے۔علاوہ ازیں اتنی ساری بحث مباحثے کا تقاضاء یہ تھا کہ محترم عینی مشاہدات کی کوئی نہ کوئی ترتیب بنا لیتے ،یا کم ازکم مشاہدات کا سچا عزم تو کرتے مگر انہوں نے علامہ شامی وغیرہ کے حوالے نقل کر کے اہل فن پر اعتماد اور اعتقاد مزید بڑھا دیا اور ان کی تخریج اوقات کو امر شرعی کے مترادف قرار دیا۔

آخری گزارش:

حضرت مؤلف کی خدمت میں ہماری آخری گزارش یہ ہے،کہ مہربانی کر کے اپنے ماہنامہ التبلیغ کے قارئین کا وقت مزید ضائع نہ کرے،تحقیق وریسرچ کا ایک طریقہ کار ہوتا ہے جسے اپنا کر ہی پڑھنے والا اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔اور وہ ہے اپنے موقف کو مدلل انداز میں پیش کرنا،علاوہ ازیں اختلافی اور جدید مسائل میں فریق مقابل کی کسی تحریر پر کلام وجواب کرتے ہوئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اس کے متعلق شبہات اور مطلوبہ سوالات حل کر کے مسئلے کی وضاحت کی جائے۔اس کے برعکس اگر کلام تو بہت طویل وعریض سامنے لایا گیا مگر فریقِ ثانی کے کسی شبہے کا اس میں ازالہ نہیں ہے یا کسی سوال کا تسلی بخش جواب نہیں پایا جاتا،تو ایسے غیر ذمہ دارانہ تحریرات ہزاروں تک پہنچ جائے ،مگر کسی کھاتے میں شمار نہیں کئے جا سکتے۔لہٰذا گزراش یہ ہے کہ مؤلف اس نہج پر

کام کر کے آگے بڑھنے کی کوشش فرمائیں۔

پھراس سے بھی زیادہ اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ اپنے کام کو وحی الٰہی کے برابر کبھی نہیں سمجھنا، جس میں غلطی کا امکان ممکن ہی نہ ہو علاوہ ازیں اسے اس طرح بھی نہیں سمجھنا کہ دنیاء اسلام کے تمام محققین پر اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا فرض قرار دیا جائے۔ چنانچہ کسی بھی تحقیق پر دلائل کی روشنی میں نقد وتبصرہ کرنا ہر اسلامی محقق کا حق بنتا ہے۔ کیونکہ اسلامی تحقیقات پر کسی فرد واحد کی اجارہ داری نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا جدید اور پیش آمدہ مسائل پر (بالخصوص جب ان میں جدید فن بھی داخل ہو چکا ہو) اخلاقیات اور اصول وقواعد کے اندر رہتے ہوئے تحقیق وتنقید اور تبصرے ہوتے رہتے ہیں، ان چیزوں پر جذباتی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرکے اپنے کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنا چاہیے۔

اپنے کسی تحقیقی کام کے خلاف دلائل پر مبنی کوئی تحریر دیکھ کر محققین کی شان یہ نہیں ہوتی کہ وہ آگ بگولا ہو جائیں بلکہ وہ اپنا تحقیقی سفر کھلے دل اور نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ جاری رکھتے ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال ''اسلامی بینکاری'' کے حوالے سے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلھم کی سعی جمیلہ ہے۔ جس کے مقابل میں کراچی ہی میں ایک بڑی کثیر تعداد میں اہل علم کے مشورے اور کانفرنسیں ہوئیں، جس کے نتیجے میں بلا کسی تشریح اور استثناء کے حضرت مفتیؒ کی ساری جد وجہد پر یک سر پانی پھیر دیا گیا۔ اور نہ صرف یہ کہ اسلامی بینکاری کو نشانہ تنقید بنایا گیا بلکہ حضرت کی علمیت اور شخصیت سمیت نہایت مبارک شب وروز محنتوں کو بھی معاف نہیں کیا گیا، مگر اس کے رد عمل میں حضرت

شیخ الاسلام جس علمی شان اور اخلاقی پیکر کے ساتھ پیش آئے وہ اپنی مثال آپ ہے۔
لہٰذا ہمیں بھی اپنے اکابر کے نقشہ قدم پر چل کر تحقیق وتالیف میں اس نقطہ نظر سے کام کرنا چاہئے

شوکت علی قاسمی

۱۷اکتوبر ۲۰۱۰ء

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

مراجع ومصادر

کتب الحدیث

(۱) صحیح البخاری، لابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی نمبرا

(۲) مسلم ،الصحیح لمسلم ،للامام ابی الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم القشیر ی، (م:۲۶۱ھ)
ناشر: قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی نمبرا

(۳) نسائی، سنن النسائی لابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی الشہیر بالنسائی (م ۳۰۳ھ)
مکتبہ دارالقرآن والحدیث ملتان

(۴) ابوداؤد، سنن ابی داؤد للامام سلیمان ابن اشعث ابی داؤد السجستانی، مکتبہ اکرمیہ، پشاور

(۵) ترمذی، جامع الترمذی مع العرف الشذی لمحمد بن عیسیٰ الترمذی، مکتبہ حقانیہ محلّہ جنگی پشاور

(۶) ابن ماجہ، لابی عبداللہ محمد بن یزید القزوینی الشہیر بابن ماجہ (م:۲۰۹/۲۷۳ھ) مکتبہ
اکرمیہ، پشاور

(۷) شعب الإیمان لأبی بکر أحمد بن الحسین البیہقی، دارالکتب العلمیۃ - بیروت

(۸) مسند أبی یعلی لأبی یعلی أحمد بن علی بن المثنی الموصلی، مرکز التراث للبرمجیات - الریاض
الطبعۃ: الأولی (۲۰۰۷ء/۱۴۲۷ھ)

کتب الفقہ

(۹) الہدایہ، لبرہان الدین المرغینانی (م:) رحمٰن گل پبلشر پشاور

(۱۰) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق لفخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی (م:۷۴۳ھ)
وبہامشہ حاشیۃ أحمد الشلبی، دارالکتاب الإسلامی. القاہرۃ، سن طبع: ۱۳۱۳ھ

(۱۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، علاؤالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (م ۵۸۷ھ
دارالکتب بیروت، لبنان، ط دوم ۱۴۰۶ھ
(۱۲) الدرالمختار شرح تنویر الابصار للشیخ محمد بن علی بن عبدالرحمٰن الحنفی الحصکفی (م:۱۰۸۸ھ)
دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان طبع اول: ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
(۱۳) ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الابصار لمحمد امین ابن عابدین، دارعالم الکتاب، ریاض
(۱۴) الفتاویٰ الہندیہ، للشیخ نظام و جماعۃ من علماء الہند، المکتبۃ الحقانیہ محلّہ جنگی، پشاور
(۱۵) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح لأحمد بن محمد بن إسماعیل الطحطاوی الحنفی (م ۱۲۳۱ھ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان
(۱۶) حاشیہ بجیرمی المسماۃ تحفۃ الحبیب علیٰ شرح الخطیب، للشیخ سلیمان بن محمد بن عمر الشافعی، البجیرمی (م ۱۲۲۱ھ) دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان طبع اول: ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء
(۱۷)......فتاویٰ محمودیہ، جامعہ فاروقیہ کراچی
(۱۸) امدادالاحکام، لمولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مکتبہ دارالعلوم کراچی
(۱۹) احسن الفتاویٰ، مولانا مفتی رشید احمدؒ، ایچ ایم سعید کمپنی، پاکستان چوک، کراچی
(۲۰) فتاویٰ فریدیہ، مفتی محمد فرید، جامعہ دارالعلوم صدیقیہ، زروبئ، صوابی

فنی کتب

(۲۱) نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق، للشیخ ابی عبداللہ، محمد بن محمد بن عبداللہ بن ادریس الحمودی الحسنی، الشریف الادریسی (٦ ھجری) مکتبۃ الثقالۃ الدینیہ، میدان العتبہ، القاہرہ
(۲۲) السبع الشداد، ابن کمال الدین الطباطباء، المطبع المجتبائی، دہلی طبع ۱۳۰۹
(۲۳) معجم البلدان، لشیخ شہاب الدین ابی عبداللہ، یاقوت الحموی، رومی، دارصادر
(۲۴) بلاد التتار و البلغار، محمد بن ناصر العبودی، رابطۃ العالم السلامی بمکۃ المکرّمۃ، ۱۴۰۲ھ

(۲۵) رحلۃ ابن بطوطہ المسماۃ تحفۃ النظار فی غرائب الامصار وعجائب الاسفار، لابن بطوطہ، مطبعۃ الازھریہ مصر، (طبع اول: ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء)

(۲۶) آثار البلاد واخبار العباد، لامام زکریا ابن محمد بن محمود القزوینی، دار صادر بیروت، لبنان بیروت (طبع: ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء)

(۲۷) کتاب المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والاثار، تقی الدین ابی العباس احمد بن علی المقریزی (م: ۸۴۵ھ)، مکتبۃ الثقالۃ الدینیہ، میدان العتبہ، القاہرہ، طبع دوم، ۱۹۸۷ء

(۲۸) التصریح، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

(۲۹) شرح چغمینی، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

(۳۰) فلکیات جدیدہ، مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ، ادارہ تصنیف وادب، جامعہ اشرفیہ لاہور طبع ہشتم: ۲۰۰۱ء

(۳۱) صبح صادق وصبح کاذب، عبداللطیف بن عبدالعزیز، مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل پاکستان چوک، کراچی، طبع اول ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۹۸۲ء

(۳۲) فہم الفلکیات، سید شبیر احمد کاکاخیل، مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ

(۳۳) برطانیہ اور اعلیٰ عروض البلاد میں صبح صادق اور صبح کاذب کی تحقیق، مولانا محمد اسماعیل، برطانیہ

(۳۴) صبح صادق وصبح کاذب، پروفیسر عبداللطیف، مکتبہ خالد، ناظم آباد کراچی

(۳۵) بصائر حکیم الامت، حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی، ادارۃ المعارف، کراچی ۱۴۔

(۳۶) لسان العرب, لمحمد بن مکرم بن منظور الأفریقی المصری, دار صادر - بیروت